188564

UNIVERSAL LIBRARY
OU_188564
UNIVERSAL LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۹۲۳ سر ۵۲ Accession No. ۲۳۵۴

Author کروگر

Title پریسیڈنٹ کروگر کی سوانح عمری

This book should be returned on or before the date last marked below.

کتب خانہ
جامعہ عثمانیہ

جنوبی افریقہ کی جمہوری سلطنت ٹرنسوال کے

پریسیڈنٹ کروگر

کی

سوانح عمری

مرتبہ کارپردازان پیسہ اخبار لاہور

پہلی مرتبہ سنہ ۱۹۰۰ء میں

مطبع خادم التعلیم لاہور میں باہتمام منشی محمد عبد العزیز منیجر کے شائع ہوئی

قیمت مجلد ۱۲؎

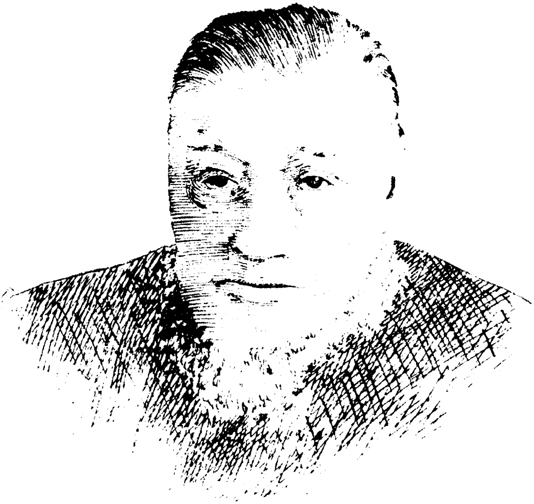

پریسیڈنٹ کروگر

پبلشر کا دیباچہ

اِن ایام میں جبکہ انگلستان اور اسکی نوآبادیوں اور مقبوضات میں ہر شخص کی توجہ جنگ ٹرنسوال میں گڑی ہوئی ہے۔ اور ہر شخص کے دل میں انگلستان کی افواج کی فتح کی آرزو ہے۔ بعد دوسرا خیال بھی پیدا ہوتا ہے کہ بوئر کون لوگ ہیں؟ اُن کی طاقت کیا ہے؟ اُن کی اصلیت کیا ہے؟ اُنکی حکومت کیسی ہے؟ اور وہ پریسیڈنٹ کروگر کیسا شخص ہے جو اُنپر حکمران ہے۔ اور جسکے اشارے پر وہ لوگ چلتے ہیں؟ ہندوستان کی پبلک کو ان سب سوالات کے جوابات بہم پہنچانے کی خاطر مینے ارادہ کیا تھا کہ ایک کتاب فوراً تصنیف کی جاوے۔ لیکن جب انگریزی زبان کی قریب نصف درجن کتابوں کے اِن مضامین کی تلاش میں چھانی گئیں تو مناسب معلوم ہوا کہ اِن سب سوالات کا ایک ہی جواب لکھنے کے بجائے تین مختلف مگر مختصر کتابوں میں اِس مسلہ کے اکثر حالات قلمبند کردئیے جاویں۔ اِس طور پر کہ پہلے کتاب میں پریسیڈنٹ کروگر کی زندگی کے حالات درج ہوں۔ دوسری میں بوئر قوم اور اُن کے ملک ٹرنسوال کی تاریخ معہ جنوبی افریقہ کے دیگر علاقوں مثل کیپ کالونی۔ نٹال وغیرہ کی تاریخ کے درج ہوں۔ اور تیسری کتاب میں بوئروں کی جستہ جستہ سوشل اور دیگر ضروری معاملات کو دلچسپ پیرایہ میں درج کیا جاوے۔ چنانچہ یہ تینوں کتابیں معہ تصاویر (گو کسی قدر جلدی میں) اردو خوان پبلک کے مطالعہ کے لئے تیار ہوگئی ہیں۔ اور انمیں سے پہلی یہ پریسیڈنٹ کروگر کی سوانح عمری آپ کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں۔ یہ ایک چھوٹی سی انگریزی کتاب کا صحیح ترجمہ ہیں۔ مگر اخیر میں چند ضمیمجات میں دیگر مقامات سے چند متفرق حالات اِس نامور بوئر سرغنہ کی زندگی کے اضافہ کئے گئے ہیں۔ انگریزی زبان میں اِس مضمون پر دو کتابیں نظر سے گذری ہیں جن میں سے سب سے چھوٹی کتاب کے ترجمہ پر اکتفا کیا گیا ہے +

محبوب عالم۔ لاہور جنوری سنہ ۱۹۰۰ء

دیباچہ مترجم

اِس چھوٹی سی کتاب کا ترجمہ ایک ایسے وقت میں کہ جبکہ سلطنت انگلستان اور ٹرنسوال کے مابین جنگ چھڑی ہوئی ہے پبلک کے پیش کرنے کے لئے مجھے کسی لمبے چوڑی تمہید کی ضرورت نہیں ہے۔ جنگ ٹرنسوال نے اوم پال کروگر پریسیڈنٹ جمہوریہ ٹرنسوال کا نام اِس قدر مشہور کر دیا ہے۔ اور انگلستان سے سالہا سال کے خط وکتابت اور بحث مباحثہ نے لوگوں کو کروگر کے حالات معلوم کرنے کا اِس قدر طلبگار کر دیا ہے کہ اب صرف اِس ترجمہ کی ضرورت کے متعلق اِسی قدر لکھ دینا کافی ہے کہ چونکہ یہ کروگر کے حالات ہیں۔ اسلئے ایسے زمانہ میں چھاپے جاتے ہیں۔ میں منشی محبوب عالم صاحب ایڈیٹر پیسہ اخبار کی توجہ کا مشکور ہوں کہ جنھوں نے اِس ترجمہ کی نظرثانی کی ہے۔ منشی صاحب نے اُردو زبان میں بہت سا مفید عام لٹریچر پھیلانے میں کوشش کی ہے۔ اسکے متعلق انہوں نے یہ خدمت مجھے سپرد کی۔ اور میں نے تا بمقدور اسکے انجام دینے میں کوشش کی ہے ٭

بندہ احمد الدین۔ بی۔ اے

باب اوّل

پریزیڈنٹ - واعظ اور بزرگ قوم

پال کروگر دقیانوسی طرز کا آدمی ہے۔ جس نے زمانہ حال کی تہذیب و شائستگی کی کسی امداد کے بغیر محض اپنی ذاتی جبروت کی وجہ سے زندگی میں کامیابی حاصل کی ہے۔ اگر حضرت ابراہیم کے زمانہ کے کسی بزرگ قوم کو ہمارے زمانہ میں لے آئیں۔ تو بوڑھوں کے اس فرمانروا کی نسبت پہلو زمانہ حال کے اوضاع و اطوار سے زیادہ بے تعلقی نہ ہوگی۔ ابتدائے طفولیت سے ہی اس نے انیسویں صدی کے پیچیدہ جذبات و خیالات اور مصنوعی طریقوں کے دائرہ سے باہر پرورش پائی ہے۔ وہ ایسا شخص ہے جسکی ذات میں انسانیت کے ضروری جذبات نے آزادانہ طور سے نشو و نما حاصل کیا ہے۔ اس نے زندگی کا مطالعہ کتابوں سے نہیں بلکہ صحیفہ قدرت سے کیا ہے۔ وحشیوں کے مقابلہ میں اسکو اپنی جان کی حفاظت کرنی پڑی۔ اور جنگلی درندوں کی دستبرد سے اپنے ریوڑوں کو بچانا پڑا۔ شہری زندگی کے حالات سے وہ آج بھی نابلد ہے تنگ و محدود سا میں زندگی بسر کرنی ہو تو اسکا دم خشک ہو جائے۔ پریٹوریا پایۂ تخت ٹرنسوال جہاں اسکا مکان رہائش ایسی جگہ پر واقع ہے کہ یورپین اسکو دیہاتی خیال کرینگے۔ گو اسکی عمر پچھتر سال کے لگ بھگ ہے مگر اس نے اپنی زندگی کے متعدد ہفتے ہی آبادی کے بڑے بڑے مرکزوں میں بسر کئے ہونگے۔

بارود تمباکو اور فولاد کے سوا شائستگی کا اسپر کوئی احسان نہیں ہے۔ ہم اپنی حفاظت کی خاطر پولیسمین اور سپاہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اسکو مدت سے اس امر پر بھروسہ تھا کہ وہ اپنی بندوق مستعدی اور چستی سے استعمال کرتا ہے۔ ہمارے افعال و کردار کے قواعد قدیم قوانین نے معین کر دئیے ہیں

مگر اسکے شیوہ و کردار کی تعین پچاس سال تک خاندانی روایات اور ذاتی منشا کے ذریعے ہوتی رہی۔ ہمیں اِس بات پر فخر ہے کہ ہماری ضروریات شیطان کی آنت کی طرح بے انتہا اور پیچیدہ ہیں۔ ہم اپنی تعلیم اور زندگی میں بے شمار طریقوں سے دلچسپی لینے پر نازاں ہیں۔ اسکی ضروریات نہایت سادہ ہیں۔ بندوق۔ جوکے آٹے کی ایک ٹکیہ۔ اور خشک گوشت کا ایک پارچہ اس کے واسطے کافی ہیں۔ اسوقت بھی کہ جب اسکے گردو پیش زندگی کی عیش وعشرت میں منہمک ہونے والے آدمی موجود ہیں۔ وہ نہایت سادہ غذا پر اوقات بسر کرتا ہے۔ علمی مفہوم کے لحاظ سے اس نے بہت کم تعلیم حاصل کی ہے۔ وہ اپنی بائبل بہت رک رک کر پڑھ سکتا ہے۔ اور عملی طور پر معمولی لکھائی بھی اسکی سمجھ سے باہر ہے۔ ایک کتاب مقدس کے سوا وہ دیگر کتب اور اخبارات کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ دنیاوی زباندانی کی صرف ایک شکل یعنے کاغذات سلطنت ہی اسکی نظر سے گذرتی ہے۔ اسکی نوشت صرف اپنے دستخط کرنے تک محدود ہے۔ اور وہ اِس عمل کو بمشکل انجام دے سکتا ہے اسکی بولی ایک محدود زبان ہے جس میں صرف چند سو الفاظ ہیں۔ وہ انگریزی زبان سمجھ سکتا ہے۔ لیکن اسمیں گفتگو ہرگز نہیں کرتا +

آج جب کہ وہ جمہوریہ ٹرنسوال کا پریزیڈنٹ۔ ایک کروڑ پتی۔ اور فرانس کے مساوی ریاست کا عملاً مطلق العنان حاکم ہے۔ بایں ہمہ وہ ایک سادہ دہقان کی طرز سے زندگی بسر کرتا ہے۔ گرمی کے موسم میں وہ صبح کے پانچ بجے اور سرما میں کسی قدر دیر سے اُٹھ بیٹھتا ہے۔ وہ علے الصبح ہی قہوہ کا ایک پیالہ نوش کرتا ہے۔ اور پھر اپنا پائپ بھر کر گھر کے برآمدہ میں چلا جاتا ہے۔ اور ملاقاتیوں کا استقبال کرتا ہے۔ ہر طرح کے آدمی اِس کا استقبال کرنے آتے ہیں۔ کسی زمانہ میں وہ ہر شخص کو خوش آمدید کہا کرتا تھا۔ لیکن آج اِسکا دروازہ بہت سے اجنبیوں پر بند کردیا گیا ہے۔ کسی شخص کو بھی اِس بات سے تعجب نہ ہوگا کہ وہ کرہ زمین کا چکر لگانے والے سیاحوں کا استقبال کرتے کرتے اکتا گیا ہے۔ جو اسکو درندہ کی طرح گھور گھور کر دیکھتے تھے۔ اور یورپ میں آکر اسکے اطوار اور وضع کا خاکہ اڑاتے تھے۔ اب ملاقاتیوں کو صرف پریسیڈنٹ کے دوست اس سے تعارف کراتے ہیں۔ لیکن ہر ایک برگر (ٹرنسوال کا باشندہ) خواہ وہ کتنا ہی غریب اور اکھڑ ہو۔ کسی قسم کے تکلف یا آداب مجلس کے بغیر اسکے گھر میں جا سکتا ہے۔ اور معاملات ملک پر ازصد آزادی

کے ساتھ اس سے بحث کر سکتا ہے۔ پریسیڈنٹ کروگر کو اس حالت میں دیکھنا ایک عجیب نظارہ ہے جبکہ وہ برگردن کی ایک جماعت سے مل کر قہقہے لگا رہا ہو۔ جو ایک دوسرے کی پسلیوں کو اپنی اپنی ظرافت اور لطیفہ سنجی کے اثر سے مارے ہنسی کے پھاڑ رہے ہوں۔ اور ہوا کو تمباکو کے بادل سے دھوّاں دھار کر رہے ہوں۔

ساڑھے سات بجے کے قریب یہ بے قاعدہ دربار لیوی ختم ہو جاتا ہے۔ اور کروگر اپنے کمرہ میں کنبہ کے ساتھ نماز میں شریک ہونے کے واسطے چلا جاتا ہے۔ کتاب مقدس کی کسی مختصر عبارت کے ساتھ ایک چھوٹا سا وعظ کیا جاتا ہے۔ اور اس کے بعد ایک طویل دعا مانگی جاتی ہے۔ کھانا تناول کرنے کے بعد معاملات ریاست کی نوبت آتی ہے۔ کروگر گو ایک جمہوریہ کا افسر ہے۔ مگر اسکو عام لوگوں کے درمیان غیر محفوظ رہکر اپنی سلامتی کا بھروسہ ہرگز نہیں۔ اسکے مکان کے پھاٹک کے سامنے ہمیشہ دو سنتری کھڑے رہتے ہیں۔ اور جب وہ اپنے پرائیویٹ گھر سے گورنمنٹ کے محکمجات کی طرف روانہ ہوتا ہے۔ تو مسلح سواروں کا ایک دستہ اسکی گاڑی کے آگے پیچھے رہتا ہے۔ جو ٹرنسوال کا علم حکومت اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے۔ جب وہ ٹکسراڈ (یعنے ٹرنسوال کے پارلیمنٹ) فراہم ہوتی ہے۔ تو اس کا اجلاس صبح کے نو بجے سے شروع ہوتا ہے۔ کروگر ہمیشہ وقت پر حاضر رہتا ہے۔ اور تمام بحثوں میں حصہ لیتا ہے۔ پولٹیکل یعنے ملکی کام چار گھنٹوں تک رہتا ہے۔ مگر اس اثنا میں پارلیمنٹ کے اجلاس میں تمباکو کشی اور گفتگو کے واسطے کئی بار توقف کئے جاتے ہیں۔ ملکی معاملات سے فراغت پا کر کروگر کے کھانے کا وقت ہو جاتا ہے۔ ہر ایک چیز کا مرکز وہی ہے۔ وولکسراڈ کم و بیش اسکے ماتحت ہے۔ اور اسکا پولٹیکل اثر اتنا کافی ہے کہ وہ ہر ایک چیز کی تعمیل اپنے حسب منشا کرا کے ہی چھوڑتا ہے۔ وقتاً فوقتاً یہ کوشش کی گئی ہے کہ وہاں اسکی قوت و اقتدار کو توڑ دیا جاوے۔ خود ممبروں میں ہم اسکے مخالف جماعتیں قائم کی گئیں۔ پریسیڈنٹ کی مخالفت کرنے کے واسطے قایم مقاموں یعنے ممبروں کو رشوتیں دی گئیں۔ لیکن تمام کوششوں کا انتہا یکساں ثابت ہوا ہے۔ اگر راڈ زیادہ زور سے مزاحمت کرتی ہے۔ تو کروگر صرف یہ کہہ دیتا ہے "میں استعفا دے دونگا" یہ دھمکی تمام ممبروں کو ہوش میں لانے کے لئے کافی سمجھی جاتی ہے۔ کیونکہ زمانہ حال کے بوئروں کے پولٹیکل عقیدہ کا جزو

اعظم بلکہ کلمہ یہ الفاظ ہیں کہ " انکی حکومت کی سلامتی پال کروگر کی ذات سے وابستہ ہے۔ ؔم اسکو ہر ایک چیز بذات خود دیکھنی پڑتی ہے۔ ؔم اسکے نائب اور معاون تفصیلی امور کو ترتیب دے سکتے ہیں۔ لیکن آخری فیصلہ نہائت ناچیز اور ادنٰے معاملات میں بھی اگزیکیٹو کونسل پر منحصر ہے۔ جسکا اصلی مفہوم پریسیڈینٹ ہے۔ وہ لوگ جو اسکو عیار ہالینڈر لوگوں (باشندگان ہالینڈ) کی کٹھ پتلی ظاہر کرتے ہیں ان کو یہ معلوم نہیں کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے۔ وہ ہالینڈر لوگوں کو اسی حد تک استعمال کرتا ہے۔ جہاں تک کہ وہ اصلی مقصد برآری کے لئے مفید ہوتے ہیں۔ لیکن اس سے زیادہ نہیں۔ اور جس دم کوئی شخص اسکی مخالفت پر کمر بستہ ہوجائے۔ اسکو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ٹرنسوال کے پالٹیکس سے اسکا نام ملیامیٹ ہوجائیگا۔ یہ کہنا چنداں ضروری نہیں کہ یہ باتیں انسان کی سرشت کا واقعی علم ہونے کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتیں۔ پریسیڈینٹ بخوبی جانتا ہے کہ اسکی ضدی اور ہٹ دھرم رعایا کے تمرّد پر اثر ڈالنے کا بہترین طریقہ کیا ہے۔ اگر ایک سے وہ مذہبی وجوہات اور دلائل کی بناپر استدعا کرتا ہے۔ اور اسکو کتاب مقدس کی کسی عبارت سے خاموش کردیتا ہے۔ یا عہد عتیق کے کسی مقدس بزرگ کی مثال سے۔ تو دوسرے کو وہ کسی سخت مگر پرزور ضرب المثل سے یقین دلاتا ہے۔ تیسرے کی بات کو تو وہ ٹھٹھے میں ہی اڑا دیتا ہے۔ اسکے دوست دشمن سب تسلیم کرتے ہیں کہ وہ بلا کا ہٹ دھرم اور ضدی ہے۔ اگر ؔم اسکے سر میں ایک دفعہ کوئی خیال سما جائے تو پھر یہ وہیں رہتا ہے۔ اور جب وہ ایک مرتبہ کسی مقصد کو ٹھان لیتا ہے۔ تو ؔم اسکو پورا کرکے ہی چھوڑتا ہے۔ خواہ فائض المرام ہونے کی غرض سے اسکو کتنا ہی چکر لگانا پڑے۔ ممکن ہے کہ وہ کچھ وقت تک پھر جائے۔ اور پیچیدہ راستہ اختیار کرے۔ لیکن اسکا مقصد ؔم اس کا منتہا ایک ہی ہے۔ شائد ؔم اسکے خیالات میں وہ پھرتی نہیں جس پر کہ نئی زمانہ کے لوگوں کو ناز ہے۔ لیکن ؔم اسکے خیالات کے متعلق یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کسی تو وارد ملاقاتی سے سُنکر اختیار کئے گئے ہیں۔ یا کرو گر کو کسی طرح ایسے ملاقاتیوں پر رائے قائم کرنے میں بھروسہ کرنا پڑتا ہے +

جب صبح کو کام ہوچکتا ہے تو وہ کھانا تناول کرنے کے لئے گھر کو واپس آتا ہے۔ جو ؔم اسکی طبیعت کے موافق ایک منزلہ مکان ہے۔ ؔم اسکی بیوی جو جرمنی کی خانہ دار مستورات کی طرح ایک عمدہ بیوی ہے۔ اپنے خاوند کے پولیٹکل معاملات کی کچھ پروا نہیں کرتی۔ لیکن یہ دیکھنے میں بڑی احتیاط کرتی

ہے کہ اسکے کپڑوں کو تو مناسب طور سے ہوا میں رکھا گیا ہے۔ یا اُسکے کھانے کی اشیاء اسکے حسب پسند اور مذاق کے موافق پکائی جاتی ہیں۔ اسکی غذا نہایت سادہ ہوتی ہے۔ اسکو مدت سے چربی دار بکری کے گوشت سے محبت رہی ہے۔ جو ابھی تک باقی ہے۔ اسکو کوپ این پورشجیس (یا بھیڑی کی سری۔ اور پاوے) جیسی معمولی کھانے سے بھی الفت ہے۔ اسکے پینے کی چیزوں میں قہوہ اہم شئے ہے۔ صبح کے وقت قہوہ پہلی چیز ہوتی ہے۔ اور رات کو آخری چیز بھی قہوہ ہی ہوتی ہے۔ آٹھ ہزار پونڈ سالانہ تنخواہ کے علاوہ ریاست کی طرف سے اسکو تین سو پونڈ صرف قہوہ کا بھتہ دیا جاتا ہے۔ اور افواہاً یہ سنا گیا ہے کہ اسکی کفائت شعار اور نیک بی بی خانگی مصارف صرف قہوہ کے بھتے سے ہی چلا لیتی ہے۔ وہ گوشت دن بھر میں تین دفعہ کھاتا ہے۔ ناشتہ کیواسطے ایک قسم کا بھونا ہوا گوشت اور پھر رات کے کھانیکے وقت کسی قسم کا گوشت پسند کرتا ہے۔ البتہ ڈنر یعنے دوپہر کی حاضری کے وقت وہ بقولات یا ترکاریوں کی افراط پسند کرتا ہے۔ وہ شراب یا کسی قسم کی منشی اشیا استعمال نہیں کرتا۔ صرف اپنے قہوہ میں ذائقہ تبدیل کرنے کیواسطے قدرے دودھ ملا لیتا ہے ✠

طعام چاشت کے بعد وہ تھوڑا سا قیلولہ کرتا ہے۔ اور پھر معاملات ریاست کی طرف توجہ کرتا ہے اکثر اوقات شام کے چھ بجے اس پیر مرد کو اپنے معمولی کاروبار سے فراغت ہوتی ہے۔ تب وہ اپنا پائپ لے کر مکان کے برآمدہ میں نکل آتا ہے۔ پھر ملاقاتیوں کا ہجوم شروع ہوتا ہے۔ لیکن عموماً اُسوقت زیادہ گہرے آشناؤں کو باریابی نصیب ہوتی ہے۔ پریسیڈنٹ کی تمباکو کی تھیلی کا دور چلتا ہے۔ اور اِس دم کشی میں ہی بہت سے کاروبار طے ہوتے ہیں۔ سات بجے کے قریب پریسیڈنٹ پھر کنبے کی دعاؤں میں امام بنتا ہے۔ پھر شام کے کھانے کی نوبت آتی ہے۔ اور اُس کے بعد بہت جلد یعنے آٹھ بجے کے قریب وہ اپنے بستر میں آرام کرنے کے لئے لیٹ جاتا ہے ✠

علالت کی نسبت اُسکو یہ خبر بھی نہیں کہ کس جانور کا نام ہے۔ گو گذشتہ تین سال سے اسکے دماغ پر زیادہ زور پڑنے کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں جو اسکے رتبہ اور حیثیت کے واسطے ایک لازمی امر ہے۔ لیکن اس کے جسم کے رگ و ریشے کئی سال تک دہقانیت کے زندگی بسر کرنے سے سخت ہو گئے ہیں۔ اور اسکو درد اور تکلیف کی چنداں پروا نہیں رہی۔ کہتے ہیں کہ جب وہ ایک دفعہ یورپ کی سیر کرتے کرتے شہر لیڈن میں پہنچا۔ تو ایک رات اُسکو درد دنداں نے ستایا۔ اُسنے جان

بُوجھکر اپنے مسوڑوں کو چاقو سے کریدنا شروع کیا۔ حتےٰ کہ دانت نکال کر باہر پھینک دیا۔

پریزیڈنٹ کروگر کی زندگی اور اُسکے فرائض وغیرہ کے متعلق رائے زنی کرنے میں دو باتیں یاد رکھنی چاہئیں۔ اوّل یہ کہ وہ صدق دل سے مذہب کا پابند ہے۔ دوم اُسکے خیالات دربارہ پولیٹکل موریلیٹی (مدبرانہ اخلاق) کے مدبران یورپ کی مشابہ نہیں۔ کوئی شخص بھی جو اِس عجیب آدمی کے حالات پر بلا رورعائت اور منصفانہ نظر ڈالیگا۔ ہرگز یہ شک نہ کریگا۔ کہ اسکے مذہبی عقاید کی صداقت اور مضبوطی میں کسی طرح کا کلام ہے۔ یہ اُسکے قول وفعل میں سرائت کر گئے ہیں۔ وہ کسی بات سے اتنا برہم نہیں ہوتا جتنا کہ اسکی نسبت کذب اور دروغ کا الزام لگانے سے ہوتا ہے۔ مسٹر چیمبرلین نے جو اسپر اپنے عہد کا پابند نہ رہنے کا الزام لگایا تھا۔ وہ اس نے اب تک معاف نہیں کیا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اس کی ایک ہی کتاب ہے جو بائیبل ہے۔ ہر مہینے میں ایک دفعہ وہ ڈوپر میں نماز پڑھاتا ہے۔ جو اُسکے گھر کے پاس ایک گرجا ہے۔ اسکو اس سے زیادہ کبھی خوشی نہیں ہوتی جب کہ وہ اجنبیوں کے ساتھ عقائد کی باتوں پر بحث کرتا ہے۔ گو وہ دنیا کے ایک از حد آزاد خیال عیسائیت کے فرقہ پراٹسٹنٹ کا پیرو ہے۔ لیکن وہ اپنے فرقہ کے مسائل اور مذہبی رسوم کی پوری پوری پابندی نہیں کرتا۔ مثلاً اب اسکو اپنے فرقہ کے ہر دل عزیز اور شرعی لباس یعنے چھوٹی جاکیٹ اور چوڑے کنارے کی ٹوپی سے نفرت ہے۔ وہ یہ اصرار نہیں کرتا کہ تمام ایسے لوگوں کو مذہب سے خارج کر دیا جائے جو ڈوپرس نہیں۔ یعنے جو اس فرقہ کے خاص اُس شاخ کے پابند نہیں جسکا کہ وہ خود معتقد ہے۔ بجائیکہ کسی قدر شرع کے پابند اشخاص مثلاً پیروان فرقہ پرسبیٹیرین۔ یونٹیرین یا باقاعدہ ڈچ چرچ کے پیروؤں کو رعائت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ وہ یہودیوں اور رومن کیتھلک لوگوں کو اپنے حلقہ سے باہر خیال کرتا ہے۔ اور کوئی یہودی یا رومن کیتھلک کسی طرح سے بھی جمہوریہ ٹرینسوال کی گورنمنٹ میں شریک نہیں ہو سکتا۔

گورنمنٹ کے بارے میں وہ اعلےٰ نمونہ جو ہر وقت اسکے پیش نظر رہتا ہے۔ پبلک یعنے جمہوری سلطنت نہیں بلکہ "تھیوکریسی" یعنے وہ طرز حکومت ہے کہ جسکے کاروبار خود خداوند عالمین کی ہدائت سے انجام و انصرام پاتے ہیں۔ منصور کی بادشاہت کے زمین پر قائم کرنے کا خیال فلسطین کے سلیمانی زمانہ کو موجودہ عہد میں از سرِ نو پیدا کرنا بار بار اُسکے دماغ میں آتا ہے۔ وہ صدق دل

پریسیڈنٹ کروگر سرکاری لباس میں

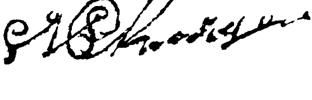 (دستخط پریسیڈنٹ کروگر)

سے بوئروں کو خداوند کا منتخب گروہ خیال کرتا ہے - اور اسکی رعایا کا ایک جم غفیر بھی اسکی اس راے کو پسند کرتا ہے - پریسیڈنٹ برگرس کے ایام حکومت میں کروگر نے اس پر اس وجہ سے حملہ کیا کہ اسنے اس وقت جنگ شروع کیا تھا " جبکہ خداوند ہماری طرف نہ تھا" مجوبہ پہاڑی کی فتح کے متعلق اس کا یہ خیال ہے کہ مشیت ایزدی نے اسکی رعایا کے حق میں براہ راست مداخلت کی - اس کا مقولہ یہ ہے کہ "وہ قوم جو خداوند سے خائف ہے - اور اسکی متابعت کرتی ہے - صرف وہی خوش اقبال قوم ہے "

لیکن اس پر صداقت زہد و اتقا کے ساتھ ساتھ اسکی خصلت کا ایک اور پہلو بھی ہے جو انگریزی اخلاق کے تربیت یافتوں کو مکروہ معلوم ہوتا ہے - اور اسکی طرف سے بے دلی پیدا کر دیتا ہے - قدیم زمانہ میں بوئروں کا بقا اسی بات پر منحصر تھا کہ وہ جنوبی افریقہ کے اصلی حبشی باشندوں کے مقابلہ میں اپنی عقل سے کام لیں - انہوں نے کافر یعنے حبشی باشندوں سے عیاری - اور دور از راستی باتوں میں امتیاز کرنے کی قوت مکاری - اور وعدوں کے الفاظ پر پابند ہونا سیکھا - لیکن نہ کہ انکے مفہوم ومطالب پر - ایسی باتوں سے ہم یہ قیاس کرتے ہیں کہ یہ باتیں عالی دیانت اور ایمان داری کے پایہ سے بھی گری ہوئی ہیں - تقریباً ستر سال گذرے کہ ایک سیاح نے لکھا تھا " مکاری بوئروں میں لیاقت کا نہایت اعلٰے نمونہ خیال کی جاتی ہے - کوئی قوم بھی ان لوگوں سے زیادہ ظاہری صنعت سے فریب نہیں دیتی - اور نہ ہی جھوٹ بولتی ہے - اپنی بلغمی طبیعت کی وجہ سے انکو شرم کا احساس ہی نہیں - اور اُن کے اوضاع و اطوار کی بیرونی سادگی بھی اُنکی کامیابی میں مدد ومعاون ہوتی ہے " مخالف کو دھوکہ دینا جیسا کہ ڈاکٹر جیمسن کی گرفتاری کے بعد جوہانسبرگ کے باشندوں کے ساتھ کیا گیا تھا - اور نیم راستی پر پابند ہونا اور لوگوں کو اولو فانا - اعلٰے درجہ کی سپاہگری خیال کیا جاتا ہے - خصوصاً جبکہ تم کو ایسے دشمن سے پالا پڑے - کہ جسکی عزت اور دیانت پر تم کو اتنا ہی کم یقین ہے جیسا کہ کروگر کو ہماری (انگریزوں کی) راست بازی کا یقین ہے *

پولیٹیکل راستبازی کے متعلق بھی اسکی راے ایسی نہیں کہ اہل انگلستان اس سے خوش ہو سکیں - اس کا خیال یہ ہے کہ خواہ اسکے دوستوں نے کچھ ہی کیا ہو اسکو انکی طرفداری کرنی

چاہیئے۔ اور اگر انہیں سے کوئی بہت ہی سرگرم اور جوشیلا ہو۔ اور کہیں سے خزانہ لوٹ کر لے آئے۔ یا کسی دیسی سے وحشیانہ سلوک کرے۔ یا کسی انگریز کو نقصان پہنچائے۔ اور باضابطہ قانونی عدالت سے اسکی نسبت جرمانہ یا قید کا فتوے صادر ہو۔ تو یقیناً پریسیڈنٹ قید کا حکم منسوخ کر دیتا ہے۔ یا جرمانہ کا معاوضہ دینے کی کوئی سبیل نکال لیتا ہے۔ وہ یہ باتیں اسلئے نہیں کرتا کہ وہ بدکرداری اور برے افعال کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتا ہے۔ بلکہ اس وجہ سے کہ اسکا خیال یہ ہے کہ اپنے دوستوں کی خیرخواہی اور پاسداری میں اسکو وفاداری سے قائم رہنا چاہیئے +

اکثر یورپوں کی طرح پالٹیکس سے ذاتی مفاد اٹھانے میں وہ کوئی ہرج نہیں دیکھتا۔ مگر اس امر کی کوئی دلیل موجود نہیں کہ اسکو کسی وقت بہت بھاری رشوت دی گئی ہو۔ گذشتہ سالوں میں اسکے بیشمار دولت جمع کرنے کی ایک اطمینان بخش وجہ یہ ہے کہ اسکی مملوکہ اراضی کی قیمت بہت بڑھ گئی ہے۔ لیکن جو مدبر یا وولکسراڈ کے ممبر ایسے لوگوں کے تحفے قبول کریں کہ جن کو کسی امر میں دلچسپی یا اس سے متمتع ہونا مدنظر ہے۔ وہ ان کے اس شیوہ کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتا ہے۔ بلکہ ان کی حمایت میں دلائل پیش کرتا ہے۔ وہ اپنے رشتہ داروں کو مال و دولت اور جاہ و مناصب اس طریق سے دئے جاتا ہے کہ جس سے امریکہ کے ٹمانی ہال کو بھی شرمساری ہو۔ اسکا اعتقاد بائیبل کی اس دلیل پر ہے کہ منتخب لوگوں کی خاطر "مصریوں کو برباد کرنا اور لوٹنا" جائز ہے +

غرضکہ پریسیڈنٹ کروگر بنی نوع انسان کا وہ خیالی اعلےٰ نمونہ نہیں جو فسانہ نگاروں کی مضمون آفرینی کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ وہ ایک زبردست اور صاحب جبروت شخص ہے۔ اسمیں بہت سی خوبیاں اور بہت سے نقائص ہیں۔ وہ ایسا شخص ہے جسکی خصلت میں بعض ایسی شرافت کی باتیں ہیں جن میں وہ یگانۂ عصر ہے۔ اور بعض اخلاقی امور کے لحاظ سے اس میں ایسی کمی ہے کہ اس پر افسوس ہوتا ہے۔ اگر ان حالات کا خیال رکھیں۔ جس میں اس کی نشو و نما۔ اور عظمت و عروج کے ستارے نے طلوع کیا ہے تو غالباً ہر ایک شخص کو حیرانی ہوگی۔ کہ اسکی ذات میں کیوں اس سے بھی زیادہ نقص نہیں۔ اور کیوں اسکے اخلاق حمیدہ اس سے بھی محدود اور کمتر نہیں +

وہ ہنسی اڑانے اور تمسخر کرنے کا ایک آسان مضمون ہے۔ اسکی شکل و صورت بے ڈول ہے۔
اسکی مزاج میں اکھڑپن ہے۔ وہ جاہ و وقار اور تزک و احتشام کا نمود کرنے کی سب سے نرالی کوشش
کرتا ہے۔ اس کا لباس پرانی وضع کا ہے۔ اسکے توہمات و تعصبات عجیب و غریب ہیں۔ جنوبی افریقہ
میں ایسی باتیں کرکے لوگ خوش ہوتے ہیں اور کروگر کا خوب خاکہ اڑاتے ہیں۔ ۱۸۹۵ء میں
اس سے یہ کہا گیا کہ کوئینس برتھڈے بال (ملکہ معظمہ کی سالگرہ کے رقص) کا سرپرستی منظور کرے۔
اس نے ہراساں اور خائف ہوکر اس درخواست کو مسترد کردیا۔ اور یہ جواب دیا کہ بال (رقص)
ایک قسم کی بعل دیوتا کی پرستش ہے۔ اور یہ ایسے اعمال سے مشابہ ہے جس کے واسطے خداوند
نے اپنے بندے اور خادم حضرت موسیٰ کے ذریعے موت کی سزا کا حکم صادر فرمایا ہے۔ چونکہ یہ
بات ہزآنر پریزیڈنٹ کروگر کے اصولوں کے برخلاف ہے۔ ہزآنر یہ روا نہیں رکھتے کہ ایسے تعلق
میں انکے نام کا استعمال بھی کیا جائے۔ اس کا پاجامہ ایسا ڈھیلا ہے کہ دونوں ٹانگوں میں گویا دو
تھیلے لٹکائے ہوئے ہیں۔ یا کسی بڑے طنبورے پر غلاف چڑھایا ہوا ہے۔ اسکا بے ڈھنگا فراک
کوٹ جو صرف اوپر کے بٹن سے باندھا جاتا ہے۔ اور ریشم کی پرانی ٹوپی۔ ایسی چیزیں ہیں کہ انکو
دیکھکر ناظرین کو بے اختیار ہنسی آجاتی ہے۔ نہ ہی اسکے اطوار مستحسن اور پسندیدہ ہیں۔ وہ ہر کہیں
تھوک دیتا ہے۔ دوسرے بوئروں کی طرح اسکا بھی یہ خیال ہے کہ رومال استعمال کی نسبت زیادہ
تر آرائش کی غرض سے رکھا جاتا ہے۔ وہ ہر روز غسل کرنے کی ضرورت کو محسوس نہیں کرتا۔
اور اگر اسکی منڈ سنڈ سی ڈاڑھی خلاف معمول چار پانچ روز سے زیادہ بڑھنے دی جائے تو بھی
اسکی شکل دلفریب معلوم نہیں ہوتی۔ لیکن کئی طریقوں سے اسکی طبعی ظرافت تیز معلوم ہوتی
ہے۔ بعض اوقات یہ بدیں ہیئت ظہور پذیر ہوتی ہے کہ وہ اپنے کسی دوست کے پہلو میں تمسخر
سے کہنی چبھو دیتا ہے یا ناگہاں کسی رفیق کے پیچھے جاکر اسکے سر پر کسی چیز سے ٹھکرا دیتا ہے۔
بعض اوقات بیرونی اجنبی اشخاص کو اس ظرافت کا معلوم کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ ایک
بوئر محافظ جیل نے ایک مرتبہ نہایت اعلے صورت میں ایسی قسم کا تمسخر ظاہر کیا تھا۔ وہ ایک
قیدی کو تازیانے لگا رہا تھا۔ اس نے پچیس تازیانے رسید کرنے کے بعد قیدی کو یہ کہنے کا حکم دیا کہ
مجھے کھوکر میں تمہارا شکر گذار ہوں۔ کافر نے انکار کیا۔ اس پر محافظ جیل نے تازیانہ کی ایک اور ضرب

لگائی۔ اس میں کلام نہیں کہ اس بات میں لطیفہ سنجی یا ظرافت معلوم کرنے کے واسطے ایک خاص قسم کی سمجھ ضروری ہے ٭

مسٹر کروگر کی ظرافت بعض اوقات عیارانہ لفظی حملوں کے پیرایہ میں ظاہر ہوتی ہے خصوصاً جبکہ وہ اپنے مذہبی مخالفوں سے مخاطب ہو۔ ایک مرتبہ یہودیوں نے اپنے سکولوں کے لئے سرکاری عطیات لینے کی درخواست پیش کی۔ بوڑھا پریسیڈنٹ انکی طرف فیاضانہ نظر سے دیکھنے لگا۔ اس نے پوچھا "تم ایسے تنگ دل کیوں ہو؟ میں نہیں ہوں۔ میں تمہارا عہد عتیق بے کر پڑھتا ہوں۔ تم میرا عہد جدید لے کر کیوں نہیں پڑھتے؟ † اگر تم ایسا کرو گے تو تم کو بھی گورنمنٹ کی طرف سے دوسرں کی طرح حقوق دئے جائینگے۔ میں تمہاری تسکیلات کو ایگزیکیٹو کونسل کے روبرو پیش کرونگا۔ تمہارا مذہب آزاد ہے۔ مگر تمکو قانون کی اطاعت کرنی لازم ہے ٭

ایک اور موقع پر اس نے یہودیوں کے ایک معبد کے رسم افتتاح ادا کرنی منظور کی۔ اب اس نے خاص طور پر بلند آواز میں کہا تاکہ دوسرے سُن سکیں " خداوند یسوع مسیح کے نام پر میں اس مکان کے کھولنے کا اعلان کرتا ہوں ٭"

اب اُسکی ظرافت کی ایک تیسری مثال اور سنئے۔ جب جوہانسبرگ ریفارم کمیٹی (جوہانسبرگ کی کمیٹی اصلاح) کے ممبر قید خانہ سے رہا کئے گئے۔ تو ان میں سے بعض پریزیڈنٹ کا شکریہ ادا کرنے گئے۔ کروگر کو ان لوگوں سے طبعی نفرت تھی۔ اسنے کہا "تم جانتے ہو بعض اوقات مجھے اپنے کتوں کو سزا دینی پڑتی ہے۔ اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ کتے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ انہیں سے بعض جو اچھے ہوتے ہیں واپس آکر میرے بوٹ کو چاٹتے ہیں۔ بعض چلے جاتے ہیں۔ اور میری طرف بھونکتے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ بعض اب بھی بھونک رہے ہیں لیکن میں خوش ہوں کہ تم ویسا نہیں کرتے ؛

جب اس نے دیکھا کہ انہوں نے اس مثال ہی پر لگایا ہے تو اسنے کہا " اوہ۔ یہ تو صرف میرا مسخر تھا "

† بہت اچھا لطیفہ ہے۔ عیسائی تو بائبل کے عہد نامہ عتیق کے معتقد ہی ہیں۔ مگر یہودی عہد نامہ جدید کو نہیں مانتے ٭

باب دوم

ابتدائی زندگی کے اثر

پال کروگر انگریزی علم کے نیچے یعنے انگلستان کے علاقہ میں پیدا ہوا۔ اور اپنی زندگی کے دس سال تک وہ برٹش رعایا میں سے ایک فرد بشر تھا۔ وہ براہ راست جرمنی نسل سے ہے۔ اور ڈچ نہیں جیسا کہ عموماً خیال کیا گیا ہے۔ وہ ایک شخص جیکب کروگر کے گھرانہ میں پیدا ہوا تھا۔ جو ۱۷۱۳ء میں سترہ برس کی عمر میں کیپ ٹون میں جا پہنچا تھا۔ کاسپر کروگر جو جیکب کی نسل سے تھا۔ بیولہوک میں ایک فارم (زراعتی کھیت اور مکان وغیرہ) پر آباد ہو گیا جو کوسبرگ کے قریب ہے۔ اور وس اکتوبر ۱۸۲۵ء کو اسکا بیٹا سٹیپ ہانس جوہانس پالس (Stephanus Johannes Paulus) پیدا ہوا +

کہتے ہیں کہ ابتداء طفولیت میں انسان کے دل پر جو اثر منقش ہو جاتے ہیں وہ عمر بھر باقی رہتے ہیں۔ اور پال کروگر کی حالت میں بچپن کے اثر بحیثیت مجموعی اور جزئی اس قسم کے تھے جن سے کہ برٹش حکومت کی طرف سے نفرت پیدا ہوتی۔ کیپ کالونی اسوقت نہایت ابتدائی اور پست حالت میں تھی۔ ڈچ دہقان جو عجلت سے تاج برطانیہ کی حکومت میں منتقل کئے گئے تھے۔ وہ اس تغیر کو محسوس نہ کر سکتے تھے۔ اور اس امر کا اعتراف کرنا چاہئے کہ برٹش سرکاری عہدہ داروں کے اعمال و افعال اس قسم کے نہ تھے کہ ڈچ لوگوں کو ایک نئی حکومت میں تحویل ہونے سے اسکی نسبت اعلے خیال پیدا ہوتا۔ یا کہ وہ اسکی قدر کرتے۔ کیپ کالونی تہذیب کے پورے دائرہ میں نہ تھی۔ اور اسکی سفید آبادی ایسی پراگندہ طور پر دور دور تک منتشر ہو گئی تھی کہ ہر ایک کنبے کو مجبوراً ایک منفرد اور جداگانہ فرد بننا پڑتا تھا۔ ہر

کنبے کے لوگ اپنے پڑوسیوں سے بالکل بے تعلق رہتے تھے۔ پہلے سالوں میں ہر ایک دہقان کو اس قدر زمین دی جاتی تھی جس کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک وہ نصف گھنٹے میں پیادہ چل کر جا سکے۔ لہٰذا بہت سے فارموں کا قطر تین میل کا تھا۔ انکے حدود پر پتھر کے انباروں کے نشانات لگائے گئے تھے۔ اور زمین کے تھوڑے سے حصے پر کاشت ہوتی تھی ۔

عملاً مدرسوں کا کسی کو علم تک نہ تھا۔ اور نہایت دقتوں سے بچوں کو پڑھنا سکھلایا گیا۔ نوجوان پال کو اس سے زیادہ علم حاصل نہ ہوا کہ وہ اپنے نام کے حروف کے نشان کھینچ سکتا تھا۔ اور اپنی بیبل کو ہجا کر کے پڑھ سکتا تھا۔ معمولی استاد بوڑھے اور معزول شدہ سپاہی تھے۔ جو فارموں پر اس واسطے لئے جاتے تھے کہ وہ کسی اور کام کے لائق نہ ہوتے تھے۔ اور جو (جیسا کہ دہقان تمسخرانہ کہا کرتے تھے) "پڑھانے کے لائق ہی ہونے چاہئیں۔ کیونکہ وہ کوئی کام نہیں کر سکتے۔" اکثر لوگوں کو یہ یاد ہوگا کہ جب ایم سٹوبرٹ علاقہ بان ڈوبی لاروشی کے پادری کے حلقہ میں تعینات کیا گیا تو اس نے یہ کہا تھا کہ اس کو کوئی بڑا سکول دکھلایا جاوے۔ اور اُسپر اسکو ایک مکروہ اور خراب سا ڈربہ دکھلایا گیا۔ جہاں کہ متعدد بچے مرغیوں کی طرح جمع کر دئے گئے تھے۔ وہ برابر شور و غل اور وحشیانہ حرکات کرتے تھے۔ اور نوشت و خواند سیکھنے کی کوشش بالکل نہیں کرتے تھے۔ ایک مرجھایا ہوا بوڑھا آدمی ایک گوشے میں ایک بستر پر پڑا ہوا تھا۔ سٹوبرٹ اسکے قریب چلا گیا اور پوچھا "میرے اچھے دوست کیا تم سکول ماسٹر ہو؟" "ہاں جناب" "اور تم بچوں کو کیا تعلیم دیتے ہو" "جناب کچھ نہیں کچھ نہیں۔" اسکی کیا وجہ؟ بوڑھے آدمی نے صرف یہ سادہ جواب دیا "کیونکہ میں خود کچھ نہیں جانتا۔" "تو پھر تم سکول ماسٹر کیوں مقرر کئے گئے تھے؟" "جناب اس واسطے کہ میں نے کئی سال تک والڈ باچ کے سؤروں کی چوپائی اور رکھوالی کی تھی۔ اور جب میں نہایت ضعیف اور بوڑھا ہو گیا اور مجھ میں وہ کام کرنے کی سکت نہ رہی۔ تو انہوں نے مجھے بچوں کی حفاظت اور رکھوالی کے واسطے یہاں بھیج دیا۔"

وہی طریقہ کیپ کالونی میں بھی مروّج تھا۔ نوجوان کروگر نے تمام کتابی علم اس قسم کے ایک مسٹر ٹاڈ (استاد) اور ایک بوڑھی عورت سے حاصل کیا تھا۔ اب اس بات کا خیال کرنا

مشکل ہے کہ بچپن میں کروگر نے غلاموں کی آبادی میں نشوونما پایا تھا۔ فارم کے گرداور قرب وجوار میں حبشیوں کی ایک تعداد ہونی ضروری تھی۔ جیسا کہ وہاں کے اور تمام فارموں کا حال تھا کہ جن کی آئندہ قسمت بالکل اسکے باپ کے ہاتھوں میں تھی۔ اگر اسکے والدین اسکو منڈی کے روز شہر میں لے جاتے تھے۔ تو وہ دیکھ سکتا تھا کہ وسطی چوک میں غلاموں کو چوری اور دوسرے خفیف خفیف قصوروں کے واسطے علانیہ تازیانے لگا رہے ہیں۔ اور اس کی نظر سے اکثر اِس قسم کے اشتہارات گذرتے ہونگے ؛

ایک غلام عورت اور اُس کے چار بچے

میسرز جونز اور نکلس کی فروخت میں سنیچر کے روز صبح کو بیچے جائینگے۔ ان کے نام حسب ذیل ہیں ؛

ماڈوکا۔ اٹھائیس سال کی عورت۔ ہوس میڈ (ماما)

مگنلڈا۔ ایک چودہ سال کی عورت۔ ہوس میڈ (ماما)

نائیٹس۔ دس سال کا لڑکا۔ درزی کا شاگرد

جان۔ پانچ سال کا لڑکا

آگسٹ۔ عمر ایک سال اور تین ماہ۔

دونوں موخرالذکر بچوں کے ساتھ ان کی مائیں بھی فروخت کی جا ئیں ؛

بشرط قابل اعتبار ضمانت کے چھ ماہ اودھار کر لیا جائے گا۔ لیکن تاریخ خرید سے رقم سود لیا جائے گا ؛

المشتہر وولف اور بارٹمین۔ نیلام کرنے والے ؛

یہ نوآبادی انگلستان سے کم از کم دس ہفتہ کے فاصلہ پر تھی۔ اور یورپ کے کسی واقع کی خبر چند ماہ سے پہلے وہاں نہیں پہنچ سکتی تھی۔ کتابیں کمیاب تھیں۔ اخبارات متعدد۔ چھوٹے چھوٹے اور گراں تھے۔ ایک عجائب خانہ بھی تھا۔ لیکن قلت امداد کی وجہ سے بند

کیا گیا تھا۔ اور پبلک لائبریری (سرکاری کتب خانہ) بالکل بے کار اور غیر مفید جلدوں کے ایک ذخیرے پر مشتمل تھا۔ جس میں زیادہ تر مذہبی مباحث کی قدیم کتب تھیں۔ کیپ ٹون کے لوگوں کی تفریح صرف جلا وطنوں کے جہاز تھے۔ جو وان ڈیمینس لینڈ کی طرف جاتے ہوئے اس بندرگاہ پر لنگر انداز ہوا کرتے تھے۔

نوآبادی کے تمام باشندے افلاس و ناداری سے تنگ آئے ہوئے تھے۔ اور ڈالر کی برائے نام قیمت چار شلنگ تھی۔ حالانکہ اسکے تبادلہ میں صرف اٹھارہ پنیں مل سکتے تھے۔ سول ملازموں کی تنخواہیں کئی کئی ماہ تک واجب الوصول رہتی تھیں اور دھار کا رواج عام تھا۔ اور نوآبادی میں بمشکل کوئی فارم ہوگا جو رہن نہ کیا گیا ہو۔

گورے باشندے دو قسموں کے تھے۔ انگریزی منتظم اور ڈچ دہقان۔ جنکو ہر ساعت اپنی زندگی کا خطرہ رہتا تھا۔ فارموں پر ہر وقت مسلح رہنا ضروری تھا۔ کروگر بیشتر اسکے کہ طفولیت کے زمانہ سے متجاوز ہوتا۔ اور بندوق استعمال کر سکتا۔ ایسا توانا اور مضبوط تھا کہ تیر و کمان کے استعمال میں اسکو خاصی مہارت حاصل تھی۔ اور انکی مدد سے وہ اپنے باپ کے مویشیوں کو وحشی جانوروں کے حملوں سے بچاتا اور درندوں کو مار کر بھگا دیتا تھا۔ دہقانوں کو دو طرح کے خطرے درپیش تھے۔ کافر اور بشمین (جھاڑیوں میں رہنے والے لوگ) ہر وقت اپنے حدود سے باہر نکل کر ان گورے لوگوں کو مار ڈالا کرتے تھے۔ جو ان کے قابو چڑھ جاتے تھے۔ نوآبادی کے ۳۵ ہزار غلاموں پر ہرگز بھروسہ نہ کیا جا سکتا تھا۔ گورے آدمی اسی صورت میں اپنے مال ومتاع اور جان کی حفاظت کر سکتا تھا کہ اسکو رائفل چلانے میں مہارت ہو۔ اور سجامبوک (جنوبی افریقیہ کے اصلی باشندوں کا ایک حفاظت ذاتی کا آلہ) کے استعمال میں پھرتی حاصل ہو۔ دہقانوں میں سے زیادہ تعداد کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ اور بخصوص سرحدی دہقان افلاس کے ہاتھوں سے لاچار تھے۔ ۱۸۳۵ء میں ایک مقامی اخبار نے انکی حالت کا خاکہ یوں کھینچا ہے "لباس میں۔ فرنیچر میں کھانا کھانے کے برتنوں میں۔ کمروں میں انکی ناداری قابل افسوس ہے۔ بعض اوقات نصف درجن آدمی ایک ہی کمرے میں سوتے ہیں۔ ان کو تعلیم و تربیت تو کہاں۔ کتابیں بھی نصیب نہیں"۔ وہ نہایت سادہ طرز سے زندگی بسر کرتے

پریسیڈنٹ کروگر اور اسکی بیوی

ملاور جس چیز کی ضرورت ہوتی تھی۔ وہ خود ہی بنا لیتے تھے۔ انکے پاس ایسی اشیا بھی نہ
یں جو کہ آج شائستگی یا معمولی سلیقہ کی زندگی گزارنے کا ذریعہ خیال کی جاتی ہیں۔ بسا اوقات
انہیں کپڑوں میں سو رہتے تھے۔ جو کام کرنے کے وقت پہنتے تھے۔ اور اکثر اپنا لباس متواتر
ی ہفتوں تک تبدیل نہ کرتے تھے۔ بعض حصص میں یہ خوف تھا کہ وہ ناشائستہ لوگوں کی
ح قعرِ جہالت و توہم میں سرنگوں نہ گر پڑیں۔ اِس گمنامی اور سیہ بختی کی حالت سے انکو
باتوں یعنے آزادی کی از حد محبت اور مذہبی سرگرمی نے بچا لیا۔

کروگر کے گھرانے میں مذہب زندگی کا عین مقصد اور بھاری اور اہم معاملہ خیال کیا جاتا
تھا۔ اِس کا باپ جنوبی افریقہ کے ڈچ گرجا کے ایک نہایت محدود خیال فرقہ کا پیرو تھا۔ جو
ملیں ڈوپرس کے نام سے مشہور ہوا۔ غیر مذہب کے آدمی کے واسطے یہ سمجھنا بہت مشکل ہے
ڈوپرس اور مسلمہ گرجا میں واقعی فرق کیا ہیں۔ مگر اتنا بتانا کافی ہوگا کہ سب سے بڑا فرق یہ
ہے کہ ڈوپرس صرف زبور وغیرہ کے گیتوں کو ہی اپنی عبادت میں گاتے ہیں۔ اور انسان کے
نع کئے ہوئے گیتوں پر اسوجہ سے اعتراض کرتے ہیں کہ وہ "جسمانی" چیز ہیں۔ یعنے ان
ے شہوانی خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ ان کا ایک اور اعتقاد یہ تھا کہ ذاتی لباس میں فیشن کے
یر کی پیروی کرنا درست نہیں ہے۔ انکی شناخت ان علامات سے ہو سکتی تھی کہ انکے کوٹ
ے بٹن ٹھوڑی تک پہنچ گئے تھے۔ اوپر چھوٹی جاکٹ تھی۔ اور ٹوپی چوڑے کنارے والی تھی۔
بلن ڈوپر خیالات اس سے بھی پست تر تھے۔ ڈوپر ہونے کے لئے یہ لازمی تھا کہ کسی طرح کے تغیر
خواہ وہ کسی طریقے سے عمل میں لایا گیا ہو۔ اعتراض کیا جائے۔ ہر اصلاح کی مزاحمت کی جاتی۔
اہ اچھی ہو یا بری۔ محض اسوجہ سے کہ یہ اصلاح ہے۔ یہ کٹوری سپرٹ (پرانی لکیر کے فقیروں
یسے خیالات جو تجدید کو ناپسند کریں) کی رنگت آمیزی رگ و ریشہ میں سرایت کر جائے۔ اور
ن اصولوں کی اِس حد تک پابندی کی جاتی تھی کہ یورپ کے لوگوں کو سمجھ میں آنا تو در کنار وہ
سکو باور بھی نہ کریں۔

کروگر کے گھرانے کے لوگوں اور ڈچ دہقانوں نے انگریزی حکومت کو طوعاً و کرہاً گوارا کیا تھا۔
ن کی بہت سی شکایات تھیں۔ ہماری گورنمنٹ انکو دیسی قبائل سے پہلی ہی سختی سے لڑنے کی

اجازت نہ دیتی تھی۔ وہ ہم کو یہ الزام دیتے تھے کہ ہم نے سکہ کی قیمت کم کر دی ہے۔ وہ کہتے تھے کہ انگلستان کی ایک اور بدسلوکی یہ ہے کہ کیپ میں آنے والی شرابوں سے اپنا ترجیحی محصول لگانا بند کر دیا ہے۔ پھر آخری صدمہ کی نوبت آئی۔ ۱۸۳۳ء اور ۱۸۳۴ء میں انگلستان نے غلاموں کو آزاد کر دینے کا حکم دیا۔ ان کے مالکوں کو معاوضہ دینے کی اجازت ہو گئی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی قواعد و پابندیاں اس قسم کی تھیں کہ متعدد دہقانوں کو ہی وہ روپیہ ملا۔ جو پارلیمنٹ انگلستان نے اس غرض سے ان کو دینا منظور کیا تھا۔ کیپ کالونی میں کاہل آوارہ گردوں کا ایک سیلاب امنڈ آیا تھا۔ جو ہر ایک فارم کے گرد سر جھکائے ہوئے پھرا کرتے تھے۔ اور کام کرنے سے انکار کرتے تھے۔ انہوں نے ملک کو غیر محفوظ بنا دیا۔ صرف غلاموں کی آزادی سے ہی ڈوچ دہقان ہم سے برگشتہ نہ ہوتے۔ لیکن یہ امر دیگر شکایات کے انبار میں سب سے اوپر تھا۔ اس سے ان کا بارگراں اور بھی ناقابل برداشت ہو گیا۔ وہ کہتے تھے "ہم افریقہ کے گورے دہقان اس ملک میں حفاظت اور چین سے زندگی بسر نہیں کر سکتے۔ جہانکہ حضور ملکہ معظمہ فرمانفرمائے انگلستان کے زیر حکومت اس قدر سیاہ قبائل رہتے ہوں۔ ہم کو انگریزی حکومت نے جور و تعدی سے تنگ کر رکھا ہے۔ ہم تمام شدائد اور سختیوں کے نام بھی گنوا نہیں سکتے۔ کیونکہ یقیناً یہ کسی اخبار میں تو سما نہیں سکتیں۔ ان سے ایک جلد کتاب کی تو ضرور پُر ہو سکتی ہے" بہت سے لوگ اِکّا دُکّا کر کے شمالی غیر معلوم ملک میں اس طرح غوطہ زن ہو گئے تھے۔ جیسے کہ کوئی بے تھاہ سمندر میں کود پڑے۔ اب یہ مصمم ارادہ کر لیا گیا تھا کہ اس کام کو بڑے پیمانہ پر کیا جائے + پوٹگیٹر کی رہبری میں دہقانوں کی ایک بھاری جماعت نے اپنے وطن مالوف کو ہمیشہ کے واسطے خیر باد کہہ دیا۔ اپنا مال و متاع بڑی بڑی بیل گاڑیوں پر لاد لیا۔ اور جنوبی افریقہ کے دور و دراز اندرونی حصوں کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان کو عجیب و غریب تصورات اور خیالات آتے تھے۔ ان وحشت غربت کے آوارہ گردوں کو یقین تھا کہ وہ صرف انگریزی حکومت سے ہی اجتناب کر کے نہ چلے آئے تھے۔ بلکہ ان کو یہ امید بھی تھی کہ وہ ریگستانوں

اور جنگلوں سے گذر کر براہ راست فلسطین میں جا پہنچینگے۔ جو سرزمین اصل میں انکی ملکیت تھی۔ کیونکہ وہ خدا کے منتخب بندے تھے۔ اِن آوارہ گردوں میں کاسپر کروگر ایک ممتاز منصب پر تھا۔ اور نوجوان پال کروگر جسکی عمر اِس وقت صرف دس سال تھی۔ ایک بیل گاڑی کا ہانکنے والا تھا جو عین شمال کو جا رہی تھی۔

باب سوم

اس اولوالعزم کی عظمت کی بنیاد

جنوبی افریقہ میں تہذیب کا بہاؤ اور میلان مغرب کی طرف نہیں بلکہ شمال کی جانب ہے۔ دور شریحہ باشندے جانتے تھے کہ اس طرح صحراؤں اور بنوں میں غوطہ زن ہونے میں وہ اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کرے جا رہے ہیں۔ لیکن آوارہ گردی کا جوش انکی رگوں میں موجزن تھا۔ اور ان میں سے اکثر کبھی بھی ایسے خوش نہ ہوتے تھے سوا اسکے کہ جبکہ وہ اپنے تمام مال و متاع کو ایک دیل گاڑی میں لاد کر اپنے ریوڑوں اور گلوں کے ہمراہ دشت نوردی اور بادیہ پیمائی کر رہے ہوں ◆

کاسپر کروگر نسبتاً ایک متمول شخص تھا۔ اور اُسکے پاس بے شمار ریوڑ تھے۔ بس وہ اس مہم میں سب سے آگے نہ رہتا تھا۔ اور جان بوجھکر جاں بازی کا متلاشی نہ بنتا تھا۔ کچھ وقت تک وہ دریائے کالیڈن کے قریب رہا۔ اور ۱۸۳۶ء میں وہ ناٹال میں چلا گیا ◆

نوجوان پال کے کندھے پر توڑہ دار سنگ چقماق سے چلانے والی بندوق اور ہاتھ میں تازیانہ ہوتا تھا۔ وہ ہمیشہ اپنے باپ کے ریوڑوں کی حفاظت کرنے میں مشغول رہتا تھا۔ جیساکہ اس وقت کی تمام داستانوں سے پایا جاتا ہے۔ وہ جوشیلا۔ عالی حوصلہ۔ زندہ دل۔ اور خوش باش لڑکا تھا۔ اور نہ صرف اپنی رائفل کے ذریعے ہر ایک کام کے کرنے کی قابلیت رکھتا تھا۔ ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ جب اسکی عمر صرف آٹھ سال تھی تو اس نے

اپنے آپ کو اور ایک چھوٹی لڑکی کو محض ایک بڑے چاقو کی مدد سے کسی جنگلی درندے کے حملے سے بچایا تھا۔ وہ گھوڑے کی ننگی پشت پر ایسی اچھی طرح سوار ہو سکتا تھا جیسا کہ زمین پر چل سکتا تھا۔ جب وہ گھوڑے کو سرپٹ دوڑائے جا رہا ہوتا۔ اور اگر کوئی خشمناک جنگلی بھینسا اُس کا تعاقب کرتا تو وہ واپس لوٹ کر اپنی بندوق سنبھال اور شست باندھ کر اپنے تعاقب کنندہ کے سر کے عین وسط میں نشانہ لگا سکتا تھا۔ یہ ایسی زندگی تھی۔ جس سے نہایت جفاکشوں اور مصائب کے متحمل ہونے والوں کے سوا جانبر ہونا مشکل تھا۔ ہر ساعت لڑائی اور موت گفتگو کا مضمون ہوتے تھے۔ اسکو اپنے باپ کے ریوڑوں کی حفاظت کے لئے ہمیشہ مستعد اور چست رہنا پڑتا تھا۔ اور پیشتر اسکے کہ اسکی عمر دس سال سے متجاوز ہوئی۔ شیر افگنی میں اس کی جانبازیاں اس قدر کافی ہو گئی تھیں کہ انہوں نے بعض مشہور و معروف سیاحوں کے قتل شیر کے کارناموں کو مات کر دیا تھا۔ اب وہ اس قدیم زمانہ کے متعلق شاذونادر گفتگو کرتا ہے۔ اور وہ اس وقت کی جانبازیوں کو ایسا معمولی خیال کرتا ہے کہ ان کا ذکر کرنا تک وقیع خیال نہیں کرتا۔ وہ کہتا ہے وہ جب میں بچہ تھا۔ مجھے اپنے باپ کی بھیڑوں اور مویشیوں کی خبرگیری کرنی پڑتی تھی۔ ان ایام میں میں نے اتنے شیر۔ ہاتھی۔ بھینسے اور گینڈے شکار کئے کہ ان کی صحیح صحیح تعداد بتانا میرے لئے ناممکن ہے۔ مجھے ان کو مویشیوں سے دور رکھنا پڑتا تھا۔ اور میں اس میں کامیاب ہوا۔

اس کا باپ ایک مشہور شکاری تھا۔ اور اس نے اپنے بیٹے کے واسطے طبیعت کو مطمئن کر کے استقلال سے نشانہ کرنے کی مثال قائم کی اگر ایسی مثال کی کوئی ضرورت ہو سکتی تھی۔ ایک بوڑھے سیاح نے جو مدت سے فوت ہو چکا ہے۔ ذیل کی حکایت بیان کی ہے۔

"ملک کے اس حصہ میں نوجوان کروگر کا باپ اپنے بیٹے کے ساتھ شیر کے شکار میں لیاقت اور پھرتی دکھلانے میں مشہور تھا۔ مؤخر الذکر کا ایک مرتبہ خلاف توقع ایک شیر سے سامنا ہو گیا۔ اس نے بندوق داغ دی۔ لیکن نشانہ خطا گیا۔ اور جوان نے

اس پر تندی سے حملہ کیا۔ اس کا باپ جو فاصلے سے تمام واقعہ کو دیکھ رہا تھا۔ ایسے اطمینان اور وثوق اور بھروسے سے اپنے بیٹے کی مدد کو آیا۔ جو ان لوگوں کا ہی حصّہ ہے۔ جو اِس قسم کے مقابلوں کے عادی ہیں۔ اس جگہ سے چند گز کے قریب پہنچ کر جہانکہ شیر اپنے شکار پر گرج رہا تھا۔ اور اِس خوف سے اُس کو زور زور سے زمین پر دبا رہا تھا کہ مبادا اسکے چنگل سے نہ نکل جائے۔ اس نے اپنی بندوق شست لگا کر داغدی۔ گولی حیوان کے سر سے پار ہو گئی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا گر پڑا اور چند بار حرکت مذبوحی کر کے نوجوان لڑکے کے جسم کے قریب کہ جس کو کوئی سخت صدمہ نہ آیا تھا جان دے دی۔ یہ دیکھکر اسکے والد کو ازحد خوشی ہوئی۔ میرے یہ کہنے پر کہ یہ حیرت انگیز رہائی تھی۔ اس نے (کروگر) نے بجنسہٖ یوں سے جواب دیا، ہاں۔ وہاں خدا موجود تھا۔

حملہ آور بوئرڈوں کو وقتاً فوقتاً دیسی قبائل سے لڑنا پڑتا تھا۔ پال وچٹلکوپ (ایک لڑائی کی پہاڑی) میں تھا۔ جب کہ قوم مٹابل کی ایک بھاری جمعیت نے بوئروں کے لاگر (گاڑیوں کے عارضی حفاظتی مورچہ) پر دھاوا کر کے قابض ہونے کی کوشش کی۔ پچاس گاڑیاں ایک دائرہ میں باندھ دی گئی تھیں۔ اور انکی خالی جگہیں جھاڑیوں سے بھر دی گئی تھیں۔ جھاڑیوں کے پیچھے بوئر آدمی اور لڑکے کھڑے تھے۔ اور وہ اپنی جانوں کو گراں قیمت پر بیچنے کو تیار تھے۔ پانچ ہزار متابل معرکہ آرا لاگر میں برچھیوں کے بادل پھینکتے ہوئے حملہ آور ہوئے۔ اور اپنے دھاوے سے اس پوزیشن (مقام) کو سر کرنا چاہتے تھے۔ یہ گروہ آگے بڑھتا گیا حتے کہ انکی آنکھوں کی خون آمیز سرخی اور چمک حفاظت کرنے والوں کو دکھائی دیتی تھی۔ بلکہ انکے منہ کا گرم سانس تقریباً محسوس ہوتا تھا۔ انکے لڑائی کے نعرے اور شور و شغب ہوا کو چیر رہے تھے اور پیر فلک کے کانوں کے پردے پھاڑے ڈالتے تھے۔ بوئر استقلال کے ساتھ ان کی کالی کالی جماعتوں پر آتش باری کرتے رہے۔ حفاظت کرنے والوں میں نوجوان کروگر بھی تھا۔ جسکی عمر اس وقت صرف گیارہ سال تھی۔ لیکن وہ بھی باقی آدمیوں کی طرح صف مقابل میں اپنا فرض ادا کر رہا تھا۔ جنگلوں اور ویرانوں کے باشندوں کے لڑکوں کو اور لڑکوں سے بیشتر مجبوراً

نشوونما پانا اور ترقی کرنی پڑتی ہے۔ آخر شاہل دھکیلے گئے۔ لیکن اجنبیوں کے کچھ مویشی چرانے سے بیشتر نہیں۔ اس رات بوئروں کے خیمہ گاہ میں فتح کی خوشی میں خداوند کے حضور میں دعائیں کی گئیں اور راگ گائے گئے۔

۱۸۳۸ء میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا۔ جو اس ہونہار لڑکے کے تصور پر اثر ڈالے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ بوئر ناٹال کے ایک حصہ پر متصرف ہو گئے تھے۔ اور اب وہ اس فکر میں تھے کہ زولو سردار ڈنگان سے اس سرزمین پر جائز حقوق حاصل کرنے کے واسطے ایک عہدنامہ کریں۔ بوئروں کا سرِ حلقہ پیٹ رٹیف ایک بارعب جماعت کے ہمراہ بہت سے تحائف لیکر ڈنگان کے کرال (گاؤں) میں ملاقات کرنے گیا۔ ڈنگان نے ان لوگوں کا نہایت دوستانہ طریق سے استقبال کیا۔ اور انکی آو بھگت میں ضیافتوں وغیرہ سے اپنی سعی کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ ایک عہدنامہ مرتب کیا گیا۔ جسکے رُو سے یہ سرزمین بوئروں کے سپرد کی گئی۔ اس پر بادشاہ اور اسکے سرداروں نے دستخط کر دئے۔ تب ڈنگان نے رٹیف اور اسکے ساتھیوں کو مدعو کیا۔ اور کہا کہ اپنے اسلحہ ایک طرف رکھدو۔ اور کامل اعتبار دلانے کی غرض سے غیر مسلح صلح کے ایک جلسہ میں شریک ہو جاؤ۔ ان کو کیا خبر تھی کہ یہ لوگ غداری کرتے ہیں۔ وہ شراب پینے میں مشغول ہوئے۔ ابھی جام ہائے شراب ان کے ہاتھوں میں ہی تھے کہ ڈنگان کے جنگ جو بہادر ان پر ٹوٹ پڑے۔ اور ہر ایک شخص کو اسیجی (پھینکنے والے برچھوں) سے قتل کرکے کچل ڈالا۔ اور جسم کے اعضا کاٹ ڈالے۔ تب زولو لوگ اپنی کامیابی کے نشہ میں مست ہوکر دور افتادہ فارموں پر ہلہ بول کر گئے۔ اور سینکڑوں بوئروں کو قتل کر ڈالا۔ دہقانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت نے اکٹھے ہوکر اپنے چھکڑوں کا مورچہ بنایا۔ اور اپنی جانوں کو گراں قیمت فروخت کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ لڑکیاں اور عورتیں یا تو بندوقیں بھرتی تھیں۔ یا خود فائر کرنے میں شریک ہوتی تھیں۔ اور تین گھنٹوں تک لڑائی مسلسل ہوتی رہی حتے کہ بوئروں کی ایک پارٹی نے ایک غیر متوقع حملہ سے زولو امپی (دستہ) کو شکست دی۔ یہ اس لڑکے کے واسطے نرالی قسم کا سکول تھا۔ ایسا سکول جس میں خود ضبطی۔ خود

اعتباری ہوشیاری اور پیش بینی کا سبق حاصل ہوتا ہے۔ لیکن جہانکہ ملطف اور رحم جیسی نیکیوں کو مجبوراً پس پشت ڈالنا پڑتا ہے۔ ان دونوں بوئروں کو جبراً و قہراً یا تو دوسروں کو گولیوں کا نشانہ بنانا یا خود نشانہ بننا پڑتا تھا۔ کروگر خود اس وقت ان کافروں کی نظر میں یوٹلینڈر (اجنبی) تھا۔ اور یوٹلینڈر کی حیثیت میں اسکو تیر بہدف گولیوں کے سے حملہ آوروں سے اپنی حفاظت کرنی پڑتی تھی۔ مگر یہ پہلا ہی موقعہ نہیں تھا جبکہ پال کروگر کو گاڑیوں کے مورچہ کے پاس کھڑے ہو کر نیم وحشی باشندوں کے حملہ کی مزاحمت کرنی پڑی تھی۔

۱۸۳۸ء میں کروگر کا خاندان دریائے موئی پر چلا گیا۔ اور ۱۸۴۲ء میں وہ آخر ش اسٹنبرگ کے خوب صورت اور زرخیز ضلع میں جا کر آباد ہو گئے۔ تقریباً سات سال تک ان کا کوئی معین وطن نہ تھا۔ اس زمانہ کے متعلق کروگر کی کئی داستانیں ہیں۔ جو اب ہر رات سینکڑوں بوئروں کے کانوں میں بار بار بیان کی جاتی ہیں۔ شائد سب سے زیادہ زباں زد اس کے انگوٹھے کے ضائع ہونے کی حکایت ہے۔ وہ ایک روز شکار کرنے گیا۔ اور جب ایک گینڈے کو شکار کرنے کی فکر میں تھا۔ تو اس نے اپنی بندوق کی نالی میں معمول سے زیادہ بارود ٹھونس دیا۔ اور بندوق داغ دی۔ نالی پھٹ گئی۔ اور اسکے بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کا بالائی حصہ قیمہ ہو گیا۔ اسکو امداد نہ مل سکتی تھی۔ پس ویرانہ کی معمولی جراحی کے بعد اس نے اپنا انگوٹھا باندھ لیا۔ اور گھر چلا گیا۔ لیکن جلدی ہی انگوٹھے میں پیپ پڑ گئی۔ اور اسکے سڑ جانے کا خوف تھا۔ لڑکے کو بخوبی معلوم تھا کہ اب اسکے معنے موت ہیں۔ پس اس نے بلا تامل اپنی جیب سے چاقو نکالا۔ اور اپنے انگوٹھے کا بالائی حصہ کو خود کاٹ ڈالا۔ لیکن یہ بھی بے فائدہ تھا۔ کیونکہ خون میں زہر بہت نیچے تک سرایت کر گئی تھی۔ کروگر نے پھر اپنا چاقو استعمال کیا۔ اور انگوٹھے کا دوسرا پور بھی کاٹ ڈالا۔ خوش قسمتی سے اب کی دفعہ زخم بھر کر انگور آ گیا۔

کروگر خصوصاً دوڑنے میں بہت مشہور تھا۔ اور اسکی نسبت یہ کہتے تھے کہ وہ گھوڑے سے بھی تیز دوڑ سکتا تھا۔ ایک موقع پر ہم اٹھ سوگز کے فاصلے میں سچ مچ ایک سوار سے ہم اسکی

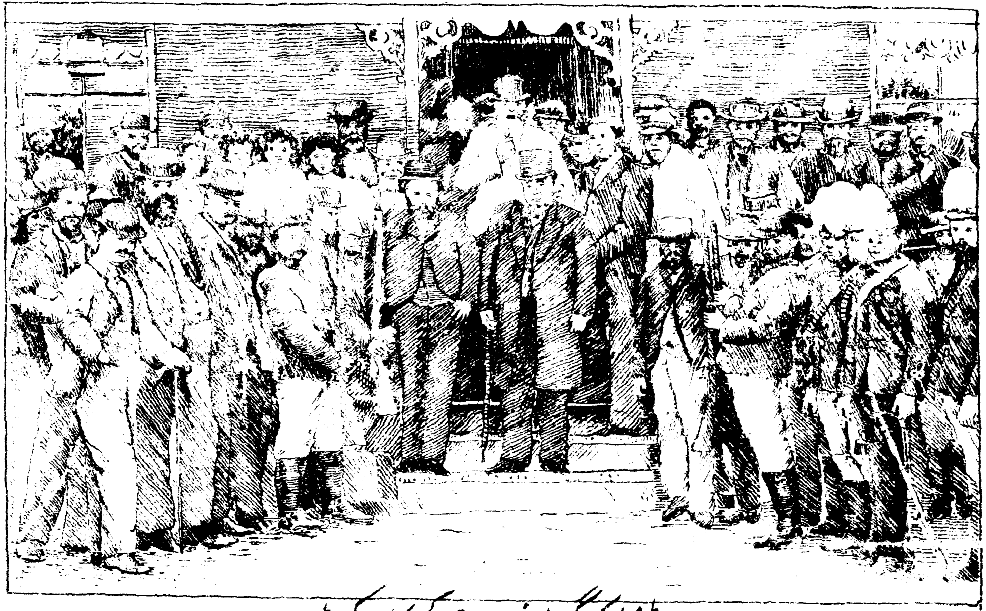

پریسیڈنٹ کروگر معہ اپنے دوستوں کے مکان کی سیڑھیوں پر

گھوڑدوڑ ہوئی۔ اور وہ بازی جیت گیا۔ ایک اور مرتبہ اسکی چند منتخب کافروں کے ساتھ پا پیادہ دوڑ ہوئی۔ شرط چند مویشی مقرر کی گئی۔ مسٹر پولٹنے بگیلو جس نے یہ داستان خود کروگر سے سنی تھی اپنی کتاب دو گورے آدمیوں کا افریقہ" میں اسکو بدیں الفاظ بیان کرتا ہے "یہ ایک طویل۔ مشکل اور پہاڑی دیہاتی راستہ پر دوڑنے کی شرط بدی گئی تھی۔ اسکے والد کا مکان بھی راہ میں ہی تھا۔ نوجوان کروگر اپنے تمام تعاقب کنندوں کو پیچھے چھوڑ گیا۔ اور جب وہ اپنے والد کے گھر پہنچا تو باقی دوڑنے والوں سے اس قدر فاصلے پر نکل گیا تھا کہ اس نے اطمینان سے بیٹھکر قہوہ کے ایک دو پیالیاں پیں۔ اس کا باپ اس سے سخت ناراض ہوا کہ دیہات میں بلا ہتھیار کیوں مارے مارے پھرتے ہو۔ بلکہ وہ اس کو تازیانے لگانے کو تیار ہوگیا۔ پھر اس نے کہا خیر میں اب درگزر کرتا ہوں۔ لیکن اپنی دوڑ پوری کرنے کے واسطے یہاں سے روانہ ہونے سے پیشتر ایک ہلکی سی رائفل ساتھ لیتے جاؤ۔

نوجوان کروگر نہایت تیزی سے آگے روانہ ہوا۔ اور بھیڑ کی طرح کافر جوں توں کرکے اسکے پیچھے پیچھے چلے جاتے تھے۔ جب ان کے اعضا اور قوت میں کمزوری لاحق ہونی لگی تو وہ جسم پر کی بھاری چیزوں کو پھینکنے لگے۔ جو ان پر گراں بار ہو رہی تھیں۔ ان کے راستہ پر جابجا ڈھالیں۔ برچھے۔ لاٹھیاں اور انکے ہاتھ پاؤں کی چوڑیاں بھی پراگندہ پڑی ہوئی پائی گئیں۔ لیکن باوجود اس کے پال کروگران سب سے آگے ہی نکلا جاتا تھا۔ اور جب آفتاب کی رنگت زرد اور پھیکی پڑنے لگی۔ اور وہ مغرب میں غروب ہونے لگا۔ تو کروگر کو اپنے جیت جانے کی یہاں تک امید ہوگئی تھی کہ وہ کسی ہرن کی تلاش میں مصروف ہوگیا۔ تاکہ گھر خالی ہاتھ واپس جانے کی نسبت کچھ شکار گھر لے جائے۔ اور مزے سے کھائے۔ اس نے لنبے لنبے گھاس میں سے کچھ رنگت سی دیکھی۔ اس نے خیال کیا۔ کہ یہ کوئی ہرن یا بارہ سنگا ہوگا۔ جو یہاں آرام کرنے کے واسطے بیٹھا ہوا ہے۔ اس نے شست باندھ کر بندوق کے گھوڑے کو گرادیا۔ لیکن نشانہ خطا کر گیا۔ اور بجائے ہرن کے ایک شیر ببر نے چھلانگ ماری۔ جو بندوق کی آواز سے چونک پڑا تھا۔ دونوں کا آمنا سامنا ہوگیا۔ شیر کروگر کی طرف ٹکٹکی باندھے کھڑا تھا۔ اور وہ اپنی بے دھڑک آنکھوں کو اسکی طرف جماکر تاڑ رہا تھا۔ شیر چند قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اور کروگر اتنے ہی قدم آگے

بڑھ گیا۔ پھر کروگر نے آہستہ آہستہ ایک ایک قدم پیچھے ہٹانا شروع کیا۔ وہ ایک دو تین قدم تو پیچھے چلا گیا۔ لیکن شیر کروگر کی ہر ایک حرکت کے پیچھے پیچھے جاتا تھا۔ مگر پہلے فاصلے سے قریب نہیں آتا تھا۔ یہ مشغلہ بے حد پریشان کرنے والا تھا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ پُر خطر ہو گیا۔ خصوصاً اِس وجہ سے کہ دمبدم تاریکی چھاتی جاتی تھی۔ اور امداد کا نام و نشان تک قریب نہ تھا۔ کروگر نے آہستہ آہستہ اور احتیاط سے اپنی بندوق دوبارہ چلانے کے لئے تیار کی۔ اور اسکو اٹھا کر شست باندھی اور گھوڑا کھینچ دیا۔ پھر کھٹ سی ہوئی اور بس۔ اب کروگر کا ایک شیر سے آمنا سامنا تھا۔ اسکے پاس سوائے ایک بیکار رائفل کی نالی کے کوئی ہتیار نہ تھا۔ گھوڑے کی آخری کھٹ سے جنگل کے بادشاہ کو اتنا غصہ آیا کہ اس نے ہوا میں چھلانگ ماری اور کروگر کے پاؤں کے قریب آن پڑا۔ اتنا قریب کہ اسکے چہرے پر اُسکے پاؤں کی مٹی پڑی۔ اب اس کو یقین تھا۔ کہ بس شیر کے چنگل میں آ گیا۔ اس نے بندوق کا کندہ استعمال کرنے کے ارادہ سے بندوق اٹھائی۔ لیکن اسپر شیر پس پا ہو گیا۔ اور بار بار مڑ کر دیکھتا رہا۔ حتےٰ کہ وہ پچاس گز کے فاصلے پر چلا گیا۔ تب گویا کسی ناگہانی تحریک سے خونخوار درندے نے نہایت تندہی سے جست لگائی۔ اور سامنے کی پہاڑی پر نظروں سے غائب ہو گیا۔

کروگر نے خوشی سے پھر دوڑنا شروع کیا۔ اور باوجود مذکورہ بالا واقعات کے پیش آنے کے اس نے کا فرسرداروں سے بسہولت انعام جیت لیا۔ اس کی طاقت دس آدمیوں کے برابر تھی۔ ٹرینسوال کے ایک سرکاری عہدہ دار مورّخ کا قول ہے کہ ایک دفعہ اس نے کسی بھینسے کو سینگوں سے پکڑ لیا۔ اور زور سے اسکا سر پانی میں ڈبو دیا حتےٰ کہ وہ غرقاب ہو کر مر گیا۔ خواہ روایات میں ان حکایات کو کتنی ہی مبالغہ آمیزی سے بیان کیا گیا ہو۔ اسمیں کسی طرح کلام نہیں کہ پال کروگر شکاریوں کا بادشاہ تھا۔ اور آدمیوں میں ایک دیو تھا۔

باب چہارم

دہقان اور جنگ بو

ٹرینسوال کے بوئروں کی خواہش اور آرزو کا انتہائی مقصد یہ تھا کہ اپنے آپ کو ہر ایک غیر جنس قوم سے بالکل علٰحدہ کر لیں۔ وہ تنہائی اور ایک طرح سے گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرنا چاہتے تھے۔ وہ بیرونی دنیا سے آمد و رفت تو کیا کچھ واسطہ تک نہیں رکھنا چاہتے تھے۔ اور وہ کسی طرح کی گورنمنٹ سے بہت کم بلکہ بالکل سروکار نہ چاہتے تھے۔ وہ ٹیکس ادا کرنے پر از حد اعتراض کرتے تھے۔ اور انکا خیال تھا کہ اگر کوئی گورنمنٹ نہ ہو گی تو ٹیکس بھی نہ ہونگے۔ یہ ہر ایک دہقان حسب منشا اپنی جاگیر پر حکومت کرے اور اُسکے کاروبار میں کوئی شخص مخل نہو۔ مگر آزادی کا یہ خیالی نمونہ عملاً ناممکن ثابت ہوا۔ کیونکہ حبشیوں کے مقابلہ میں اپنی حفاظت کرنے کے واسطے انضباط کی ضرورت محسوس ہوئی۔ کسی نہ کسی صورت و شکل کی گورنمنٹ ہونی چاہئے تھی۔ لیکن اِس قسم کے قوانین نافذ کر دئیے گئے کہ کسی انگریز یا اہل جرمنی کو اس ری پبلک میں زمین کی ملکیت نہ مل سکے۔ غیروں کے لئے معدنیات کے نکالنے اور کھودنے کی ممانعت ہو گئی۔ اور ان لوگوں پر سخت تاوان اور جرمانے مقرر ہو گئے۔ جو دیگر ممالک کی طرف کوئی سڑک کھولیں۔ غرضکہ وہی پالیسی جاری کر دی گئی۔ جو اسوقت سے اب تک مروج رہی ہے +

کروگر کا خاندان رسٹنبرگ میں آباد ہو گیا۔ اور وہاں ان لوگوں کو بہت کچھ فارغ البالی اور مقدرت نصیب ہوئی۔ یہ مقام محفوظ۔ عمدہ سیراب اور زرخیز اور نو آبادی میں ایک نمونہ ثابت ہوا۔ بوئروں کے معمولی فارموں کے طرز پر ایک گھر تعمیر کیا گیا۔ مقابل میں ایک نو نشست بنایا گیا۔ عقب میں ایک باورچی خانہ۔ اور جتنے خوابگاہ کے کمروں کی ضرورت تھی ہار د گرد تعمیر کئے گئے

اصلاً سب کے محاذ ہی ایک بڑا برآمدہ بنایا گیا۔ کینیے کے لوگوں کو شکار کی مطلوبہ مقدار حاصل کرنے کے واسطے صرف سوار ہو کر باہر جانے کی دیر تھی۔ بھیڑہرن۔ بارہ سنگے۔ بھینسے۔ زرافے۔ شترگاو پلنگ اور نیز ہاتھی بھی بکثرت مل سکتے تھے ؛

اس منتشر اور وسواسی باشندوں کی جماعت میں بھی کرو گر بہت جلد ممتاز شخص ہو گیا جب اسکی عمر صرف تیئیس سال کی تھی۔ تو وہ اسسٹنٹ فیلڈ کورنیٹ (مددگار جنگی علم بردار) مقرر کیا گیا۔ اس عہدہ کی حیثیت سے اس کو امن کے زمانہ میں بھی بعض مجسٹریٹی کے اختیارات مل گئے ۔ اور جنگ کی حالت میں ایک کمپنی کی کمان مل گئی۔ چونکہ اسسٹنٹ فیلڈ کورنیٹ کو اسکے ماتحت منتخب کرتے ہیں۔ یہ امر حیثیت اور درجہ کی ایک عمدہ محک تھا۔ ایک سال بعد کرو گر فیلڈ کورنیٹ بنایا گیا کہ جس منصب پر وہ پانچ سال تک تعلینات رہا۔

بعدازاں اسکو کمانڈنٹ کے عہدہ پر ترقی دی گئی۔ جس زمانہ میں وہ فیلڈ کورنیٹ تھا۔ وہ سیشل کے خلاف مہم میں شریک ہوا۔ اور اس نے ڈاکٹر لونگ سٹون پر حملہ کرنے میں بھی حصہ لیا۔ جس کا ذکر آگے چل کر کیا جائے گا۔ ایک دفعہ وہ بال بال بچا۔ اس نے یہ داستان خود اس طرح بیان کی ہے۔ " مجھے حبشیوں نے گھیر لیا۔ اور چونکہ میں نے سیاہ کوٹ پہنا ہوا تھا میرے اپنے لوگوں نے بھی مجھے حبشی خیال کیا۔ جب میں نے دشمن میں سے رستہ نکالنے کی کوشش کی تو ہماری پارٹی کے لوگوں نے توپ فائر کی۔ اور اس کا گولہ ایک چٹان سے جا لگا۔ جو میرے سر کے اس قدر قریب تھا کہ میں اسکی آواز سے نیم بہرہ ہو گیا۔ تاہم میں وہاں سے نکل بھاگا" ؛

نوجوان بوئروں کے رواج کے مطابق کرو گر نے بھی ابتدائے عمر میں اپنا الگ گھر بنا لیا تھا۔ مس ڈو پلیسس نامی ایک عورت کو بیوی بنانے کے لئے منتخب کیا عمر بھر میں صرف ایک بار اس نے اپنی جسمانی بناؤ سنگار میں احتیاط کی۔ اور اس غرض سے معمول سے زیادہ سر پر پانی استعمال کیا۔ اس نے اپنا نہایت عمدہ اور شجاعانہ لباس زیب تن کیا۔ اسکے سازوسامان میں ایک نمائشی رومال سب سے نمایاں تھا۔ تب وہ اپنے بہترین گھوڑے پر سوار ہو کر اپنی معشوقہ کے مکان کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ اسکے گھر کے قریب پہنچا۔ تو اسنے

بنظر تصنع اپنے گھوڑے کو سرپٹ ڈال دیا تاکہ اپنے شہسواری کی خوبیاں دکھائے۔ اور گھوڑے سے کود کر نیچے اترا۔ اور ایسی ہی لاف و گزاف سے اندر چلا گیا۔ جو ایسے وقت میں نوجوان لڑکوں کا ہی حصّہ ہے۔ اہل خانہ جانتے تھے کہ اس کے آنے کا مدعا کیا ہے۔ اور انھوں نے اس کو وہاں ٹھیرا لیے اور ماحضر تناول کرنے کو کہا۔ جب دسترخوان بڑھایا گیا۔ تو کنبے کے لوگ جان بوجھکر دوسرے کمروں میں کھسک گئے۔ اور عنقریب نوشہ بننے والے امیدوار کو اپنی بیٹی کے ساتھ نشست کے کمرہ میں تنہا چھوڑ گئے۔ اب اس ملک کی بڑی رسم یعنے بیٹھنے کی رسم" کی نوبت آئی۔ یہ رسم کسی دوسرے ملک میں پائی نہیں جاتی۔ مومی شمعیں رکھ دی گئیں اور انکے جلنے تک نوجوان عاشق و معشوق کو اکٹھے بیٹھنا پڑا۔ غالباً اسکی معشوقہ نے پہلے سے ہی ان کی خاص مقدار کی لنبائی اور موٹائی رکھی ہوئی تھی۔ اور اس طرح دونوں یکجا نشستن کے صیغہ کی گردان میں مصروف ہوئے۔ گھنٹے پر گھنٹے گذرنے لگے۔ نوجوان بوٹر کی کسی قدر سویرے ہی سونے کی عادت تھی۔ اس نے دقتوں سے اپنی نیند کے خمار کو دور کیا۔ لیکن موم بتیوں کے سرتاپا جلنے سے پیشتر اپنے گھر کو چلے جانا گویا عشق و محبت کی فقدان کو ظاہر کرتا تھا۔ اور یہ ایک طرح سے اپنی معشوقہ دلربا کی دل شکنی اور بے ادبی شمار کی جاتی۔ ان طویل گھنٹوں میں ان کو گفتگو کے واسطے کیا مضامین مل گئے ہونگے۔ اسمیں شک نہیں کہ وہ حکومت انگریزی ہی سے اپنی نفرت کا تذکرہ ضرور کرتے رہے ہونگے؛ لیکن یہ قرین قیاس نہیں کہ خواہ انھوں نے آئندہ کے متعلق کتنے ہی منصوبے اور تجاویز سوچی ہوں نوجوان پال نے اس قسم کی زندگی کا خیال تک بھی کیا ہو۔ جو اسکے مقدر میں لکھی ہوئی تھی÷

ملک کی حالت تنازعات سے بدتر ہو رہی تھی۔ بوٹر جو چاہتے تھے کرتے تھے۔ وہ مطلق العنان تھے۔ ان کو کوئی شخص قابو نہ کرسکتا تھا۔ اندرون ملک میں متعدد شائستہ آدمی ان کے پاس جا پہنچتے ہونگے۔ وہ اپنے پاس پڑوس کے تمام پادریوں سے از حد نفرت رکھتے تھے۔ حتےٰ کہ وہ انکی زندگی کو ناقابل برداشت بنا دیتے تھے۔ اب چونکہ انکے پاس کوئی بہترین مشغلہ نہ رہا تھا۔ انھوں نے آپس میں ہی جھگڑنا شروع کیا۔ جیسا کہ عام دستور ہے۔ ان

میں مضامین متنازعہ فیہ مذہب اور پالیٹکس (تدابیر ملکی) تھے۔ کیا فلاں مذہب کے پابند آدمی کو چوڑی یا تنگ ٹوپی پہننی چاہئے۔؟ کیا ایک واقعی بیتے عیسائی کو چھوٹی جاکٹ یا لمبی جاکٹ پہننی چاہئے؟ کیا کمیونین آف دی لارڈس سروس (عشائے ربانی کی دعا) میں وہی کپڑا استعمال کرنا چاہئے جو گرجا کی معمولی نماز کے وقت پہنا جاتا ہے؟ کیا ایک مذہبی آدمی کے واسطے ضروری ہے کہ وہ اپنے ویسٹ کوٹ (صدری) کے بٹن عین گلے تک لگائے؟ کیا کیپ ٹون سائنوڈ (جماعت مدبران) کے اختیارات ایک دوے وال کے ملک میں بھی تسلیم کئے جانے چاہئیں؟ یہ فرضی اور خیالی سوالات ہیں۔ یہ وہ نکات اسرار ہیں جن پر بوئروں کے سالہا سال تک استدلال اور تنازعات ہوتے رہے۔ بلکہ لڑائیاں ہوئیں۔ اور یہ ایسے سوالات تھے جن سے پڑوسی دشمن ہو گئے۔ اور ملک کے علیحدہ علیحدہ حصے اور ٹکڑے ہو گئے÷

پھر ملک کے پولیٹیکل آئین اور انتظام کے بکھیڑے کھڑے ہو گئے۔ ان گورنمنٹوں کا شمار کرنا مشکل ہے جو ایک ہی وقت میں موجود تھیں۔ بعض اوقات دو اور بعض اوقات تین تین گورنمنٹیں موجود ہوتی تھیں۔ بعض اوقات یہ تجویز کی جاتی تھی کہ ان تمام کو متحد کرکے ایک کر دیا جائے۔ خود کروگر ایک سربرآوردہ مصلح تھا۔ ۱۸۴۴ء میں پوٹ شیفسٹروم میں دو لکسراڈ نے تینتیس دفعات کا ایک ضابطہ مرتب کیا۔ جو جمہوری سلطنت کے آئین قرار دئے گئے۔ ۱۸۵۸ء میں معاملات کی حالت میں بہتری کی صورت نظر آتی تھی۔ پریٹوریس مشہور بوئر سرغنہ کے بیٹے کو محسوس ہوا کہ آئین میں کسی نہ کسی قسم کا تغیر ضروری ہے۔ اور اسکے نہایت سرگرم معاونین میں سے پال کروگر بھی ایک شخص تھا۔ وہ ایک مستقل اور بے تعلق گرجا کے خواہاں تھے۔ جو کیپ ٹون کی سائنوڈ یعنے (جماعت مدبران مذہبی) سے بالکل آزاد ہو۔ اور وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ انکے ہاتھوں میں انتظامی اختیارات اور زیادہ ہو جائیں۔ لیڈنبرگ کی حکومت باقی ملک پر فائق تھی۔ یہ شہر نہایت ابتدائی نوآبادگاروں کا وطن تھا۔ جیسا کہ پریٹوریا بعد ازاں جوہانسبرگ پر فائق ہو گیا۔ مگر اسوقت کروگر اتفاق سے فائق فریق کا طرف دار نہ تھا۔ تمام پبلک میں ایک تحریک شروع کی گئی۔ اور

پریٹوریٹس اور کروگر ہر مقام پر جلسے کرتے اور اصلاح طلب کرتے تھے۔ قائمقاموں کی ایک نئی جماعت آئین سازی کے واسطے منتخب کی گئی۔ جس نے اس بات کا فیصلہ کردیا اور یہ فرمان نافذ کیا کہ آئندہ کو ریاست کے تمام یورپین نسل کے باشندے ایک دوالکسر اڈو مجلس شوریٰ منتخب کیا کریں۔ نہ کہ پہلے کی طرح ان کا صرف ایک حصہ مجلس شوریٰ کا انتخاب کیا کرے ملک کے پرانے حصوں کے باشندوں نے جن کو اسوقت تک فائق و اعلیٰ اختیارات حاصل کر رہے تھے نئے آئین کو برملا برا کہنا شروع کیا۔ اور علانیہ کہدیا کہ ہمکو اس سے کچھ واسطہ نہیں۔ اسپر پریٹوریٹس نے ان کو باغی مشتہر کر دیا۔ اور اسکا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں پبلک سلطنتیں بلحاظ آئین مرتب ہو گئیں۔ لیڈنبرگ کے باشندے اپنی خود مختاری کا مطالبہ کرتے تھے۔ پریٹوریٹس کو یقین تھا کہ ایک مسلح حملہ کر کے وہ فری سٹیٹ اور لیڈنبرگ دونوں کو اپنا طرفدار بنا سکے گا۔ اسکو جیمسن کے حملہ" بھی کہتے ہیں۔ اس کے معاونین میں کمانڈنٹ پال کروگر بھی تھا۔ پریٹوریس اور کروگر کے فریق کو زیر ہونا پڑا۔ اور صلح کے عہد نامہ کی نوبت پہنچی۔ لیکن فری سٹیٹ میں انکے بہت سے دوستوں کی مفسدہ پردازی اور (غداری) کے واسطے تحقیقات کی گئی۔ اور ایک کو موت کا فتوےٰ بھی دیا گیا۔ مگر اس کی سزا میں تخفیف کر کے تھوڑے سے جرمانہ پر اکتفا کیا گیا۔ انجام کار ۱۸۶۰ء میں تمام ٹرینسوال ایک دفعہ پھر متحد ہو گیا *

لیکن چند سال تک تمام ملک میں ایک تہلکہ مچا رہا تھا۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ اتنے طویل عرصے تک لڑائی برابر جاری رہی۔ لیکن زیادہ خونریزی نہیں ہوئی۔ شائد اس کی ٹھیک وجہ پادری موفاٹ کے قول میں بیان کی گئی ہے۔ یعنے کہ مقابلہ کرنے والی افواج ایک دوسرے سے بعید فاصلے پر رہنے کی بہت احتیاط کرتی تھیں *

لڑائی اور کاشتکاری کے مشاغل نے کروگر کو زندگی کے دیگر کاروبار سے بے تعلق اور بے بہرہ نہیں کر دیا تھا۔ وہ اپنے تمام اہل وطن کی طرح اُس وقت اور اب بھی اپنے گھر پر جان و دل سے فدا ہے۔ اسکی پہلی بیوی مر گئی۔ مگر اس نے اُسکی چچازاد بہن سے شادی کر لی۔ اور کہتے ہیں کہ اُسکے بیٹوں۔ پوتوں۔ اور پڑپوتوں کی تعداد اب دوسو سے زیادہ ہے۔ گویا کہ بڑا بابرکت شخص ہے *

عنفوان شباب میں اسکے مذہبی خیالات میں ایک نہائت نازک انقلاب واقع ہوا۔ اعلےٰ وورڈز ورتھ کے راگوں اور دعاؤں اور اپنے والدین کی عمدہ مثال کی تقلید نے اسکو مجبوراً پابند مذہب رکھا تھا۔ لیکن مذہب عیسوی کی قدیم صداقت نے شادی ہونے کے بعد اسپر اپنا پورا پورا اثر دکھایا۔ اسوقت امریکہ کے مشنری مسٹر لنڈلے کے وعظ سے اسکے ضمیر کو گناہ کا یقین ہوگیا۔ اِس خیال سے وہ ایسا مغلوب ہؤا کہ اسکو کسی پہلو سے یقین نہ آتا تھا۔ گھر بار چھوڑ کر وہ بنوں اور جنگلوں میں چلا گیا۔ اور کئی روز تک باہر رہا۔ ایک جماعت اسکو تلاش کرنے گئی۔ اور آخرکار اُسکو بھوکا اور پیاسا پایا گیا۔ لیکن اُسکو اکل وشرب یا گوشت وشراب کا کچھ دھیان نہ تھا۔ بلکہ وہ اِس بات میں منہمک تھا کہ گناہ کی معافی بطور ایک امر واقعی کے نظر آجائے۔ اِس تجربہ سے اسکی تمام باقی ماندہ زندگی پر گہرا اثر ہوگیا۔ اور کچھ وقت تک اسکی یہ خواہش رہی کہ انجیل کے وعظ اور منادی میں ہی اپنی بقیہ زندگی صرف کردے۔ اسکے مذہبی عقائد پیوریٹن طرز کے ہیں۔ جو بائبل (کتاب مقدس) کے عہد جدید کی نسبت عہد عتیق پر زیادہ مبنی ہیں۔ لیکن باایں ہمہ انکی صداقت اور اصلیت میں کلام نہیں۔ جو لوگ اسکو تصنع اور ظاہرداری سے مذہب کا پابند خیال کئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے اس شخص کے متعلق رائے زنی کرنے میں مغالطہ کھایا ہے ؞

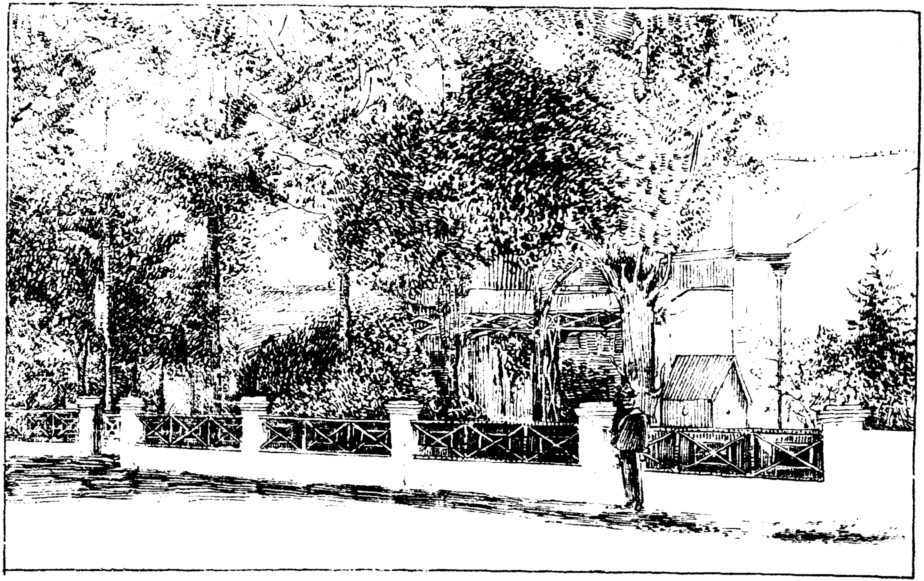

پریسیڈنٹ کردگر کا مکان پریٹوریا میں

باب پنجم

کروگر اور سیاہ چہرہ باشندے

کسی انگریز کے واسطے کروگر کی زندگی کا کوئی حصہ اس کے دیسی قبائل کے ساتھ سلوک کرنے کی نسبت کم دلچسپ نہ ہوگا۔ آئندہ ہم اپنے آپ کو اسکی جگہ میں خیال کریں۔ ٹرینسوال کے بوئروں کے گرد ایک طرف کے سوا باقی ہر تین طرف مضبوط۔ زبردست اور عمدہ مسلح دیسیوں کی افواج آباد تھیں۔ جن کی تعداد بوئروں سے سو اور ایک کے تناسب سے زیادہ تھی۔ جو ہمیشہ انکے فارموں پر تاخت و تاراج کرتے تھے۔ اور جو بے پناہ اور غیر محفوظ گورا آدمی مل جاتا تھا وہ اس کو قتل کرنے اور اسکے بند بند جدا کر دیتے تھے۔ فری سٹیٹ میں سفید لوگ اپنے حریفوں کے بعض سربرآوردہ قبائل سے لڑتے اور ان کو شکست دیتے تھے۔ اور پھر دوسروں کے ساتھ صلح کر لیتے تھے۔ لیکن اہل ٹرینسوال اتنے زبردست نہ تھے کہ ایسا کر سکتے ؛

یہ کہنا بے انصافی ہوگی کہ صرف سیاہ رنگ باشندوں کا ہی قصور تھا۔ بوئر ننگے جاہل دیسیوں کو اہل کنعان تصور کرتے تھے۔ اور چونکہ وہ اپنے آپ کو اسرائیلی سمجھتے تھے۔ وہ انکو ہر طریقے سے ستانا اور ان پر جبر و تعدی کرنا جائز جانتے تھے۔ ان کو یہ خیال نہیں تھا کہ کافر کی بھی روح ہوتی ہے۔ اور آج بھی چند ہی باتیں ایسی ہوں گی جن کو سنکر کروگر اپنے جامہ سے ایسا باہر ہو جاتا ہو جیسا کہ کسی شخص کے یہ کہنے سے کہ سیاہ باشندے بھی بلحاظ روح کے سفید لوگوں کے مساوی ہیں۔ وہ نہایت برہم ہو کر کہے گا "وہ انسان نہیں ہیں۔ وہ محض مخلوق ہیں۔ ان میں بندر سے زیادہ روح نہیں" یاد رکھنا چاہئے کہ جب پادری موفاٹ بوئروں

کے علاقہ میں سیاحت کر رہا تھا۔ وہ ایک رات بوئروں کے ایک فارم میں مقیم ہُوا۔ اسکی مہمان داری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا گیا۔ اور اُس سے درخواست کی گئی کہ کُنبہ میں دعا مانگے۔ وہ صاحب خانہ دہقان سے مخاطب ہو کر پوچھنے لگا کہ نوکر چاکر کیوں دعا میں شریک نہیں " ہاٹنٹاٹ (حبشی) کیوں عبادت کرنے کے لئے نہیں آتے " + دہقان اسکی طرف برہم ہو کر متوجہ ہوا اور کہنے لگا " ہاٹن ٹاٹ! کیا اِسسے تمہارا یہی مطلب ہے؟ تب پہاڑ کو نہیں جاؤ اور اگر تم اِس قسم کی جماعت کو نماز میں شریک کرنا چاہتے ہو تو بہتر ہے تم بندروں کو بلا لو میرے پاس یہ جماعت موجود ہے میرے بیٹوں کو کہو کہ ان کتوں کو بُلا لو جو دروازے کے سامنے پڑے ہوئے ہیں اور وہ اُنہیں بُلا لینگے

بوئروں کے بعض دوست آج بر افروختہ ہو کر ذیل کے قول پر اعتراض کرتے ہیں کہ غلاموں کی آزادی کو انکے کیپ کالونی چھوڑ کر چلے آنے سے کچھ تعلق تھا۔ اس کا بہترین جواب یہ ہے کہ جب وہ ٹرینسوال میں آباد ہو گئے تو اُنھوں نے نہایت مکروہ اور قابل نفرت غلامی کی رسم کو ازسرِنو تازہ کیا۔ انہوں نے وقتاً فوقتاً بعد وقت صلح امن پسند دیسی قبائل کو تاخت و تاراج کیا۔ اِن کی عورتوں اور بچّوں کو لونڈی غلام بنا کر لے گئے۔ وہ ان مشنریوں پر بھی حملہ کرتے تھے جو دیسیوں کی حفاظت کے لئے کوشش کرتے تھے۔ اور جب مشنری انکی گورنمنٹوں کی روبرو دادرسی کی فریاد کرتے تھے۔ تو بوئر ہر طرح سے ان کے چال چلن پر داغ بدنامی لگانے کی سعی کیا کرتے تھے یہ تو ہین نفس الامر میں کہاں تک صحیح ہُوا کرتی تھی۔ اِس کا اندازہ ڈاکٹر لونگ سٹون کے واقع سے ہو سکتا ہے۔ جسپر اِنھوں نے نہایت تندی سے حملہ کیا تھا۔ لونگ سٹون اپنی کتاب " زمانہ حال کے سفرنامے " میں بار بار بوئروں کے جور و تعدی کا ذکر کرتا ہے۔ اور یہ بھی بیان کرتا ہے کہ وہ مشنریوں کو اپنے ملک سے خارج کرنے کی کہاں تک کوشش کرتے تھے اِس کی کتاب سے ایک دو مقامات کا اقتباس کرنے سے اسکی داستان معلوم ہو جائے گی + "

" مسٹر پرٹیوریٹس نے چار سو بوئروں کو باک وین لوگوں پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ متعدد جوان آدمیوں کو قتل کرنے کے علاوہ وہ ہمارے مدرسوں کے دو سو بچّوں کو غلام بنا کر لے گئے۔ میں نہایت وثوق سے علانیہ کہہ سکتا ہوں کہ سیشل نے بوئروں کے قول و فعل

سے سوائے اسکے ہرگز گستاخی نہ کی تھی کہ وہ انگریز استادوں کی راہ میں رُکاوٹیں ڈالنا نہ چاہتا تھا۔ وہ تجارت کو اپنے ہاتھوں میں منتقل کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے میرا گھر اور مال ومتاع بھی لُوٹ لیا اور دیات کی بوتلوں کو چکنا چور کر دیا۔ میرے کتب خانہ کی تمام کتابیں پھاڑ ڈالیں۔ اور انگریزی شرفا اور تاجروں کا بہت سا مال ومتاع یا تو اپنے ساتھ لے گئے یا تباہ کر ڈالا۔ گرفتار شدہ عورات اور بچوں میں سابق الذکر بہت سی فرار ہو جاتی ہیں لیکن موخر الذکر اس طرح سے غلام بنائے جاتے ہیں کہ انکی حالت پر افسوس آتا ہے۔ میں نے خود ان لوگوں سے گفتگو کی ہے۔ اور اُن کو دیکھا ہے۔ جو دیسی قبائل سے گرفتار ہو کر بوئروں کے ہاں چلے گئے۔ اور وہاں بطور غلام رہتے تھے۔ کروگر بھی ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے اس حملہ میں حصّہ لیا تھا۔

یہ سچ ہے کہ پریٹوریس نے غلامی کے خلاف ایک اعلان شائع کیا تھا۔ لیکن یہ محض بمنزلہ ڈیڈ لیٹر (منطل الارادت) کے رہا۔ جو صرف بیرونی دنیا پر اثر ڈالنے کی غرض سے شائع کیا گیا تھا۔ کیونکہ اسکے شائع کرنے کے وقت خود پریٹوریس غلاموں کی سوداگری کرتا تھا۔ اور جب بیرونی رائے کا دباؤ اس قدر زیادہ ہو گیا کہ بوئروں کو غلامی کے رواج کی اجازت دینی مشکل ہو گئی۔ تو دیسی باشندوں کے بچوں کو کام پر شاگرد (؟) میں رکھنے کا طریقہ جاری کیا گیا۔ جو صرف در پردہ غلامی کی ایک قسم تھی۔

کروگر کے مزاج میں اس قسم کی کمزوری نہ تھی کہ جسکو انسانی ہمدردی کہہ سکتے ہیں۔ اور وہ دیسیوں کے حقوق کو چنداں تسلیم نہ کرتا تھا۔ جب اسکے مویشی کم ہو جاتے تھے۔ تو وہ سیاہ فام کافروں کو پکڑ کر ہل کے جوئے میں جوت دیتا تھا۔ اور سجامبوک (تازیانہ) ہاتھ میں لے کر انکو کام کرنے پر مجبور کرتا تھا۔ اب تک بھی ٹرنسوال میں ایسے دیسی مل سکتے ہیں جو کسی قدر فخر سے اپنی پشتوں پر تازیانہ کے نشانات دکھائینگے جو پریزیڈنٹ کروگر نے اُن کو اس وقت مارے تھے۔ جب کہ وہ اس کے بیلوں کی طرح کام کر رہے تھے۔

ہم صرف ایک اور مثال پیش کرتے ہیں جس سے نہایت وضاحت سے یہ ظاہر ہو جائیگا کہ سیاہ فام دیسیوں اور بوئروں کے مابین معاملات کی کیا حالت تھی۔ ۱۸۵۴ء میں پوٹگیٹر

ایک بوئر جو دیسیوں کے ساتھ نخوت سے سلوک کرنے میں مشہور تھا۔ ایک شکار کی مہم پر روانہ ہوا۔ کہتے ہیں کہ اس نے ایک پڑوسی کے قبیلے کے بہت سے بچے چرائے تھے۔ جب ٹونگیلر پاس سے گذر رہا تھا۔ تو یہ قبیلہ اپنے سردار مکابن کی سرکردگی میں مقابلہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ انہوں نے بوئر لیڈر۔ اور اسکی جماعت کو نہایت وحشیانہ طریقہ سے قتل کر ڈالا۔ پہلے جیتے جی اسکی کھال اتار لی۔ اور اسکے تمام رفیقوں یعنے زن و مرد اور بچوں سے بھی قریباً اسی طرح کا برا سلوک کیا۔

اس قتل کی خبر سے ٹرینسوال کے سفید باشندوں میں جوش پھیلانے والی سنسناہٹ پیدا ہو گئی۔ بوئر لیڈر پریٹوریئس نے اسکا انتقام لینے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اس نے اور مقتول ٹونگیلر کے بھتیجے نے ۵۰۰ آدمیوں کی فوج جمع کر لی۔ اور مکابن اور اسکے قبیلے پر حملہ کرنے کو روانہ ہوئے۔ خود کروگر بوئر فوج کا ایک کمانڈنٹ تھا۔ کافروں نے جب سفید لوگوں کے قریب پہنچنے کی خبر سنی۔ تو وہ نہایت وسیع زیر زمین غاروں میں گھس گئے۔ پریٹوریئس نے جنگ کی کونسل میں اجلاس کیا۔ اور یہ فیصلہ کیا کہ ان چٹانوں کو اڑا دیا جائے۔ جو غاروں کے اوپر ہیں۔ اور اس طرح ان نیم وحشیوں کو کچل کر کھنڈروں میں زندہ درگور کر دیا جائے۔ اس تجویز پر عملدرآمد کرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن یہ عمل کارگر ثابت نہ ہوا۔ آخر ان غاروں کو گھیر لیا گیا۔ اور شب و روز نہایت احتیاط و نگرانی سے انپر پہرہ رہنے لگا۔ تاکہ اندر سے ان کمبختوں کو باہر نہ نکلنے دیا جائے۔ اور نہ ہی کسی بیرونی امداد کو آنے دیا جائے۔ چٹانوں کے گرد حلقے اور باڑیں لگا دی گئیں۔ اور غاروں کے سوراخوں پر لکڑی اور پتھر کے بڑے بڑے وزنی کندے اور سلیں رکھ دی گئیں۔ کمبخت زیر زمین مرد و زن اور بچوں کے پاس پانی نہیں تھا۔ جب پیاس نے تنگ کیا تو وہ العطش العطش کہتے ہوئے باہر نکلے۔ ان میں سے اکثر تھوڑا تھوڑا پانی پینے کے بعد فوراً مر گئے۔ لیکن یہ امر صاف طور سے بیان نہیں کیا گیا کہ وہ بوئروں کی گولیوں یا کسی اور طرح سے بھی مرے۔ مگر یہ بات یقینی ہے کہ کافر جو غار کے منہ سے اپنا منہ باہر نکالتا تھا۔ فی الفور گولی کا نشانہ بنا دیا جاتا تھا۔ تین روز تک یہ محاصرہ رہا۔ جس میں فریقین کی حالت غیر مساوی تھی۔ تب بوئروں نے اندر کی طرف دھاوا کیا۔ لیکن ان کو مردوں کی متعفن لاشوں کی بدبو سے مجبوراً باہر آنا پڑا۔ غار کے دروازے پر نوسو کافروں

سے کم گولی سے نہ مارے گئے ہونگے - اور غار کے اندر جن لوگوں نے پیاس سے تڑپ تڑپ کر جان دی اُن کی تعداد تو خدا کے سوا کسی کو معلوم نہیں - یہ واقع گو بوئروں کے افریقہ کے اصلی سیاہ فام باشندوں کے ساتھ سلوک کرنے کی ایک نمایاں اور مشہور حکایت ہے - تاہم اپنی طرز میں یکتا اور لاثانی واقعہ نہیں - اِس محاصرہ میں پوٹگیٹر کا بھتیجا جو اسسٹنٹ کمانڈر انچیف تھا - قتل ہوگیا - ایک روز وہ غار کے بالائی دروازہ پر کھڑا ہوا اندر دیکھ رہا تھا کہ ایک گولی اُسکی گردن کو چیر کر نکل گئی - اور وہ غار کے اندر بے جان ہوکر جا گرا - کروگر بھی قریب ہی تھا - وہ بلا تامل گولیوں کی بوچھاڑ میں غار کے اندر دوڑا دوڑ گیا - اور صحیح وسلامت اپنے رفیق کی لاش کو باہر اُٹھا لایا ۔

ان تمام محاربات کا تذکرہ بہت طویل ہو جائے گا جن میں کروگر لیڈر تھا - یا بنفس نفیس شریک تھا - اس نے خود ان کی تعداد پندرہ بتائی ہے - بارہا وہ بال بال بچا - اسکے کپڑے اکثر اوقات گولیوں یا برچھیوں سے چھلنی ہو گئے - لیکن معلوم ہوتا ہے کہ گویا اسکے ہاتھ میں جادو تھا یا اُسکے قبضہ میں نقش سلیمانی تھا کہ اس کو ایک زخم بھی نہ لگا ۔

انہیں دنوں ایک مضمون نگار نے رسالہ " نیو ایج " میں اپنے ذاتی معلومات سے کروگر کے دیسیوں سے سلوک کرنے کے متعلق ایک کہانی بیان کی ہے جو اقتباس کرنے کے لائق ہے ۔

" ۱۸۹۰ء میں ایک دفعہ ایک سانحہ وقوع میں آیا - جس سے ٹرنسوال کی تاریخ کا بالکل متغیر ہو جانا ممکن تھا - کروگر کی فصل اِس سال معمول سے زیادہ ہوئی تھی - اور اسکے آدمی اتنے نہ تھے کہ اس فصل کو اکٹھا کرنے کے واسطے مکتفی ہوں - وہ گھوڑے پر سوار ہو کر باکھلا کے ایک قصبہ میں گیا - جو سردار خامن یانی کے ماتحت تھا - اور اس سردار کو تحکمانہ لہجہ سے مزدوروں کی ایک تعداد بھیجنے کا حکم دیا - خامن یانی نے افسوس سے کہا کہ " میں ایسا کرنے سے قاصر ہوں " اور وجہ یہ بیان کی کہ خود میری رعایا کے لوگ خود فصل کاٹنے میں مشغول ہیں - اور اگر وہ کروگر صاحب کی فصل کاٹنے کے واسطے

اپنا کام بند کردیں تو اُن کی اپنی فصل خراب ہو جائے گی ؟" کروگر سے غصّہ ضبط نہ ہو سکا۔ وہ گھوڑے سے کود پڑا۔ اور اپنے تازیانہ سے سردار کو بڑے زور سے مارنا شروع کیا۔ چند دیسی جو اس واقع کو دیکھ رہے تھے۔ وہ اپنی لاٹھیاں سنبھال کر اُس گورے آدمی کو مارنے کو آئے۔ کہ جس نے ان کے سردار پہ اس کے گھر کے احاطہ میں حملہ کیا تھا۔ لیکن خاں یافی نے ہر چند کہ وہ تازیانوں کی ضربوں سے پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ اپنے آدمیوں کو روک دیا۔ اس رات اُس قبیلے کے تمام لوگ جن کی تعداد کئی ہزار تھی۔ اپنا جان و مال اور وطن چھوڑ کر دریائے لمپوپو کے دوسری طرف فرار ہو گئے۔ اور سیشل کے علاقہ میں پناہ گزیں ہوئے۔ کیونکہ وہ ہراساں ہو گئے تھے۔ اور اس واقع سے انھوں نے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ اگر وہ وہیں ٹھیرے رہے تو ان کو ملیامیٹ کر دیا جائے گا۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ بوئروں کے دیسیوں سے سلوک کرنے کی اس مثال سے یہ استدلال کیا جائے کہ پریسیڈنٹ ظلم و ستم کا مجسم دیو تھا یا اب ہے۔ بر خلاف اسکے جس بات میں سفید لوگوں کا تعلق ہو پریسیڈنٹ کی مزاج نہائت حلیم اور فیاض ہے۔ وہ کسی وقت خواہ معاملات سلطنت کی ادھیڑ بن میں کتنا ہی مصروف کیوں نہ ہو۔ ایک بچے کے آنسوؤں کو خشک کرنے اور اُسکو تسلی دلانے کے لئے سڑک پر کھڑا ہو جائیگا۔"

یہ امر کہ بوئروں کا دیسیوں سے کیا سلوک ہے۔ سلطنت کے ایک آئینی قانون کی ایک دفعہ سے عیاں ہو سکتا ہے۔ جس میں یہ بیان کیا گیا ہے "یہ لوگ سفید باشندوں کے ساتھ رنگدار شخصوں کی مساوات کو نہ ہی سلطنت اور نہ ہی گرجا میں تسلیم کرینگے"

اس رہنما اصول پر اوم پال کروگر کاربند تھا اور اسوقت بھی ہے۔

باب ششم

کروگر وائس پریزیڈنٹ انگریزی افسر کی حیثیت میں

۱۸۵۲ء میں سلطنت برطانیہ کاہلی۔ بے دلی۔ لاپروائی اور استغنا کے ایک عجیب و غریب حملہ کی زحمت اٹھا رہی تھی۔ اس وقت معلوم ہوتا تھا کہ وزارت سٹریٹ (وزارت انگریزی کے دفاتر) کو سلطنت کے متوقع فلاح و بہبودی کی کچھ پروا نہیں۔ نہ ہی اسکو اپنے فرائض اور کمزور نسلوں اور قوموں سے جو وعدے کئے گئے تھے۔ ان سے دلچسپی ہے۔ انگلستان ایک تھکا ماندہ دیو ہیکل آدمی تھا۔ جو اپنی پشت سے عظمت کے بارگراں کو گرانا چاہتا تھا۔ نوآبادیاں باعث کمزوری نہ کہ قوت بازو خیال کی جاتی تھیں۔ اور افریقہ کی نسبت جو ہمارے واسطے کلید سلطنت ہے۔ ہمارے جواب دہ وزراء یہ خیال کرتے تھے کہ اسپر سنجیدہ توجہ کرنا لاحاصل ہے۔ اس حالت میں انگلستان نے دریائے ریگ کے معاہدہ پر دستخط کئے۔ اور ٹرینسوال کو مطلق العنانی اور آزادی عنایت کی۔ انگلستان سے یہ شرط بھی لی گئی کہ وہ دریائے وال کے شمالی دیسیوں کے معاملات میں مخل نہ ہوگا۔ اور نہ ہی ان سے کسی طرح کا عہدنامہ کرے گا۔ بوئروں نے انسداد غلامی کا بیڑا اٹھایا۔

بوئروں کی تمام خواہشیں اب پوری ہوگئیں۔ وہ بالکل با اختیار اور مطلق العنان تھے۔ لیکن وہ اب بھی خوش نہ تھے۔ ترقی کا خیال یا روح جس کو بند کرنے کی انہوں نے بے فائدہ کوشش کی تھی انکے ملک میں بھی سرایت کر گیا۔ نوجوان باشندے سب کے سب جاہل اور ناخواندہ رہنے پر قانع نہ تھے۔ وہ مدارس کے خواہاں تھے۔ وہ شائستگی

کی بعض آسائشوں کے خواہاں تھے جو ان کے آباؤ اجداد نے یک سوڈال دی تھیں دیگر ممالک کی صنعت و حرفت کی اشیاء حاصل کرنے کے واسطے جنس کے تبادلہ کی نسبت کوئی زیادہ سہل طریق ہونا چاہیئے تھا۔ پس اس ہونہار اور کم عمر ریپبلک کو اپنا سکہ بنانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ کروگر اب ایگزیکٹو کونسل کا ایک ممبر تھا۔ اس جماعت کے ہاتھ میں ملک کی عنان سلطنت تھی۔ پریسیڈنٹ اور کونسل نے خیال کیا جیسا کہ مغربی امریکہ کے بعض دہقان آج خیال کئے بیٹھے ہیں۔ کہ وہ حسب خواہش چھاپہ پر برائے نام قیمت کے نوٹوں کو چھاپ کر بے شمار روپیہ بنا سکتے ہیں۔ ان کو اسوقت یہ معلوم نہ تھا کہ کاغذی روپیہ کی قدر و قیمت صرف اسی وجہ سے ہے کہ یہ آخرکار ہر وقت سیم و طلا یا زر نقد میں تبدیل ہونے کی قابلیت رکھتا ہے۔

اس زمانہ میں جمہوریہ ٹرنسوال کی حالت ایسی ردی تھی کہ اسکو خواہ کتنے ہی برے الفاظ سے بیان کیا جائے۔ کسی طرح موزوں مبالغہ نہ ہوگا۔ جاپین کی کتاب "جمہوریات ڈچ" میں ۱۸۶۸ء کا ہو بہو خاکہ کھینچا گیا ہے۔ جس کا اقتباس ذیل دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

"ملک کے افلاس کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ اور سرکاری اعتبار اتنا کم ہو گیا ہے کہ کاغذی سکہ کی (جو جمہوری کا مروج سکہ ہے) قیمت ہیچ رہ گئی ہے۔ بعض اوقات منفعت بڑھانے کی غرض سے اشیاء کو انکی واقعی قیمت سے ۵۰ فیصدی زیادہ کے حساب سے فروخت کیا جاتا ہے۔ قوانین تو ہیں لیکن انکی اطاعت عام نہیں۔ حکام کی تعظیم بہت کم بلکہ بالکل نہیں ہوتی۔ کئی اعلیٰ آفیشل محکمے ہیں۔ لیکن ان میں کاروبار کرنے کے واسطے کوئی اتحاد نہیں۔ اور وہ صرف نمائش کے طور پر قائم رکھے جاتے ہیں۔ ایک یا دو ضلعے علانیہ بغاوت پر کمربستہ ہیں۔ اور ایسی گورنمنٹ کے برخلاف جو کمزور۔ اور فاتر العقل ہونے کے علاوہ جور و تعدی میں بھی از حد بدنام ہو رہی ہے۔ تعلیم سے از حد غفلت کی جاتی ہے۔ ریاست چار سکولوں سے زیادہ کو امداد نہیں دیتی اور استاد یہ شکایت کرتے ہیں کہ انکی تنخواہیں وصول نہیں ہوتیں جیسا کہ ایک اور مصنف

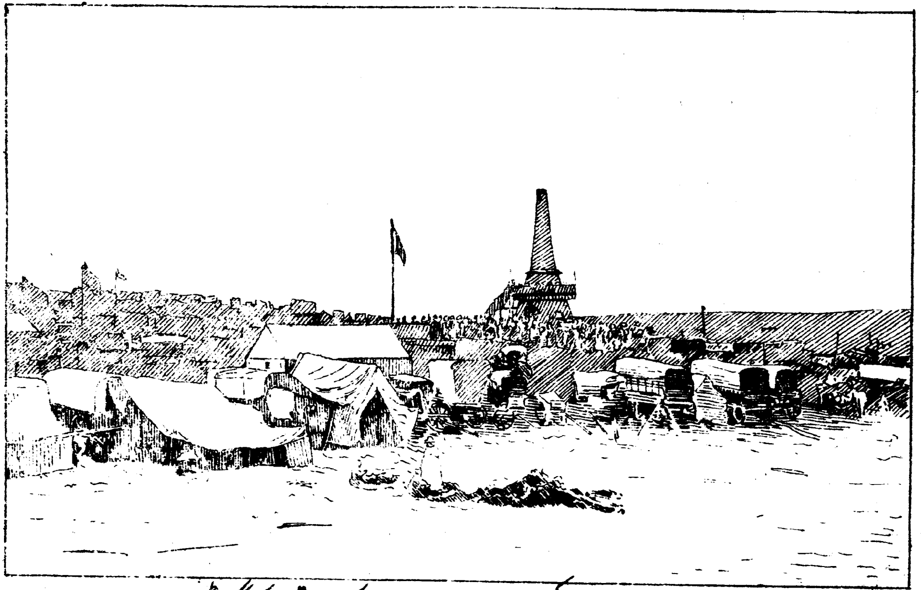

آزادی کا مذہبی میلہ بوئروں کے قومی یادگار (مینار) پارڈکرال (متصل کروگرس ڈراپ) پر

اسی زمانہ کا ذکر کرتا ہے۔ وو لکسراڈ میں قوانین وضع کرنے کی قابلیت نہیں۔ ایگزیکیٹو میں اتنی طاقت کہاں کہ قوانین موضوعہ پر عملدرآمد کرا سکے۔ اور باشندے فی الجملہ قوانین کی اطاعت کرنے سے لاپروا ہیں۔ یہاں بدانتظامی۔ ابتری اور اضطراب کی گرم بازاری ہے اور باب ترقی مسدود ہے ؎

گو یہ ملک بیرونی دنیا سے کچھ واسطہ نہیں رکھتا تھا۔ تاہم اس طرح تنہائی کی حالت میں اس کے کاروبار نہ چل سکتے تھے۔ اور نہایت متعصب اور بے جوش ووٹریکروں کو بھی یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر بدانتظامی سے ملک کی بڑی گت ہوتے ہیں کئی قباحتیں ہیں۔ تو کسی قسم کا تغیر ہونا لازمی ہے جب شہو بوڑھے صدر ٹریک کے بیٹے پریٹوریس نے استعفا دیا تو لوگوں نے اپنے مذہبی تعصبات کو بھی بالائے طاق رکھدیا اور اپنا پریزیڈنٹ ایک روشن دماغ اور ترقی کا حامی قوم ڈچ کے اصلاح شدہ گرجا کا پادری ٹامس برگر منتخب کیا جسکی لیاقت و فضلیت میں کسیکو کلام نہ تھا۔

برگرس اپنے فرائض منصبی کو سرگرمی سے انجام دینے لگا۔ وہ یورپ کو گیا۔ اور جمہوریہ ٹرنسوال کے لیئے اسکی نازک مالی حالت کا مقابلہ کرنے کی غرض سے قرضہ لیا۔ اس نے سکول کھولے۔ سڑکیں بنوائیں۔ گورنمنٹ کو از سرِنو منضبط کیا۔ بلکہ اپنی ذاتی دولت بھی قومی خزانہ میں ڈال دی۔ لیکن اس میں ایک مہلک قصور تھا۔ جس سے بوئر درگذر کرنے والے نہ تھے۔ وہ ڈوپر فرقہ کا پیرو نہ تھا اور نفس الامر میں وہ مذہب کا پورا پورا پابند بھی نہ تھا۔ بلکہ لبرالسن (آزاد) یا بہ الفاظ دیگر وسیع خیالات کا عیسائی) گو انتخاب کے وقت شکی دہقانوں نے اس امر کو نظرانداز کر دیا تھا۔ لیکن ان کو یہ بات ہمیشہ یاد رہتی تھی۔ اور وہ اس سے بدگمان رہتے تھے۔ اہلِ ملک کا ایک مخالف جتھا بن گیا۔ جس کا سرغنہ پال کروگر تھا۔ یہ لوگ برگرس کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کرنے لگے۔

کروگر وائیس پریسیڈنٹ منتخب کیا گیا۔ اور کچھ وقت وہ اور اسکے معاون اس حکایت کے مشہور کتے کا کام کرتے رہے۔ جو نہ خود کھاتا تھا۔ اور نہ بیل کو کھانے دیتا تھا۔ اور اس میں ان کو ایک حد تک کامیابی بھی ہوئی۔ وہ بڑبڑا رہے تھے۔ اور ملک تباہ ہو رہا تھا۔ اور اسکے بچانے کے کوئی تدبیر نہ کرتے تھے۔ اور نہ ہی خیرخواہان ملک کا ہاتھ

بتاتے تھے۔ ملک کو دولو قوم کا فرختہ لگا ہُوا تھا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ کچھ وقت تک بوئروں کو لڑائی سے بھی محبت نہ رہی تھی۔ کیونکہ وہ وفاداری سے پریسیڈنٹ کے طلب کرنے پر دیسیوں سے لڑنے کے واسطے بھی تیار نہ ہوئے۔ دہقانوں نے ٹیکس ادا کرنے سے انکار کیا اور گورنمنٹ اُن کو مجبور نہ کرسکتی تھی۔ تمام قرض لی ہوئی رقوم ہضم ہوگئیں۔ برگرس کی ذاتی دولت بھی غائب ہوگئی۔ اور لطف یہ ہے کہ اسکے بعد ایگزیکٹو حکام کے ذاتی اعتبار اور رسوخ پر بھی قرض نہ مل سکتا تھا ؛

کیٹی وایو سرزمین ٹرینسوال کو اپنے شیاطین کے ہمراہ تاخت و تاراج کرنے کی دھمکی دیتا تھا۔ اور سیکوکونی کے برخلاف ایک محاربہ میں بوئروں کو سخت زکیں اُٹھانی پڑیں۔ اب یہ بدیہی امر تھا کہ اگر چند ہفتوں تک کچھ بندوبست نہ کیا گیا۔ تو جمہوریہ ٹرینسوال سیاہ فام باشندوں کی سیلاب سے صفحہ ہستی سے معدوم ہو جائے گی ؛

اس وقت برطانیہ کلاں نے مداخلت کی۔ لارڈ کارنروون جنوبی افریقہ کو ایک عظیم متحدہ مملکت بنانے کی تجویز کر رہا تھا۔ جو کینڈا کی طرح زیر لوائے انگلستان ہو۔ جہاں کہ بہت سی قوموں کے باشندے وفاداری خیر خواہی اور امن و مساوات سے مل کر کام کریں۔ یہ بڑا اعلےٰ خیال تھا۔ جس کی تکمیل آج اس سے زیادہ قریب ہونی ممکن ہے۔ جیسا کہ لوگ خیال کرتے ہیں۔ کسی قدر تو اس تدبیر میں امداد دینے کی غرض سے اور کسی قدر ٹرینسوال کو اُس کی مشکلات سے سبکدوش کرنے کے ارادے سے سر تھیوفی لس شیپسٹون حضور ملکہ معظمہ کی طرف سے کمشنر ہو کر پریٹوریا میں بھیجا گیا۔ اور اُس کو یہ اختیار دیا گیا کہ اگر ضرورت ہو تو ٹرینسوال کو ملحق کرلے ؛

سر تھیوفی لس شیپسٹون کی اسوقت سے بہت مذمت ہوتی رہی ہے لیکن جو لوگ اس وقت کے پریٹوریا کے حالات سے ذاتی تجربہ کے ذریعے واقف ہیں۔ وہ سوا اس کے کچھ نتیجہ نہیں نکال سکتے کہ اس نے نہایت دانشمندی اور پیش بینی سے کام کیا۔ وہ خود بھی ایک افریقنڈر یعنے ڈچ نسل سے تھا۔ لوگوں کو اس پر اعتبار تھا۔ وہ نہایت منہ زور اور سرکش دہقانوں کو بھی قابو کرنے کا سلیقہ رکھتا تھا۔ اور

اسکو یہ بھی علم تھا کہ اُسکو کیا کرنا ضروری تھا۔ بحیثیت مجموعی لوگوں کو اسکی آمد پر خوشی ہوئی۔ جن لوگوں میں وور ٹریکروں کا رہا سہا جوش اب بھی باقی تھا۔ وہ ایسے بے حوصلہ ہو گئے تھے۔ کہ وہ بہ مشکل سرگوشی کے ذریعے بھی اعتراض کرنے کی پروا کرتے تھے چنانچہ عام اتفاق سے اس نے ٹرینسوال میں برٹش علم بلند کیا ؛

نہایت قلیل جماعت نے کہ جن میں کروگر بھی تھا۔ اس عمل پر اعتراض کیا۔ اور کروگر اور ایک اور ہالینڈر افسر ڈاکٹر جوریسن اس اعتراض کو دوہرانے کے لئے یورپ گئے۔ لیکن آخر وہ بھی مان گئے۔ اور واپس پہنچنے پر کروگر نے نئے انتظام کے ماتحت ایک عہدہ منظور کر لیا ؛

شیپسٹون نے کچھ وقت تک تو امن وامان کی صورت قائم کر دی۔ اسکے ذاتی اثر سے دیسی باشندے پیچھے ہٹے رہے۔ اور انجام کار کیٹی وایو کے ساتھ برٹش سپاہ ہی لڑی۔ اور اُسی نے اسکو مغلوب کیا۔ شیپسٹون نے ایک باقاعدہ اعلان میں مشتہر کیا کہ ٹرینسوال ایک علٰحدہ گورنمنٹ رہیگی۔ اور اُسکے قوانین اور توضیع قوانین الگ رہینگے۔ اور اُس کو توضیع قوانین کے پورے پورے حقوق عطا ہونگے جو کہ ملک کے حالات کے موافق ہوں۔ تمام موجودہ قوانین بدستور رہینگے۔ حتیٰ کہ اُنکو مناسب ذی اختیار حاکم تبدیل کرینگے۔ اور ڈچ زبان اور انگریزی یکساں دفاتر کی زبانیں تسلیم کی جائینگی۔ غرضیکہ شیپسٹون ایک خود حکمران نوآبادی کی فکر میں تھا۔ جہاں کہ یونین جیک (انگلستان کے شاہی علم) کے نیچے تمام سفید باشندوں کو یکساں حقوق حاصل ہوں ؛

اگر اسکے پروگرام پر وفاداری اور ہمدردی سے عمل کیا جاتا۔ تو آج ٹرینسوال کا سوال پیدا ہی نہ ہوتا۔ ٹرینسوال سلطنت برطانیہ کا ایک قانع با اقبال اور خوش نصیب حصہ ہوتا۔ اور ڈچ اور انگریزوں کی قدیم عداوت قدیم تاریخ کی بات ہو گئی ہوتی۔ جیسا کہ اہل انگلستان و فرانس کے مابین اب کنیڈا میں عداوت کا نام ونشان نہیں رہا۔ لیکن یہ بات نہ ہونی تھی اور نہ ہوئی۔

شائد انگلستان کے بڑے بڑے عہدہ داروں نے خیال کیا کہ سر تھیوفلس شیپسٹون کو از حد کامیابی ہوئی ہے۔ اور اس نے حد سے زیادہ عزت حاصل کر لی ہے۔ شائد سرکاری محکموں کے پابند وضع افسروں کو اس سے حسد تھا۔ بہرکیف اس کو واپس بلا لیا گیا۔ اور پرانے سکول کا ایک فوجی آدمی سر اوئن لینوں اسکی بجائے تعینات کیا گیا۔

انگریزی سرمایہ اور انگریزی نوآبادکار ٹرینسوال میں سیلاب کی طرح امنڈ آئے۔ اور ملک میں پھر خوش اقبالی کی صورت نظر آنے لگی۔ لیکن موعودہ ریپریزینٹیٹو گورنمنٹ (رعایا کے قائمقاموں کی حکومت) نے شکل نہ دکھائی۔ سر اوئن لینوں پر اسکا الزام عائد نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ وزرائے انگلستان کے ہاتھ نہیں پکڑ سکتا تھا۔ لیکن وہ بوئروں کی سرشت کو نہ سمجھا۔ وہ اور اس کے انگریز معاون ان لوگوں سے نفرت رکھتے تھے۔ وہ انکی شجاعت اور بہادری کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور ان کے ذاتی خصوصیات اور تعصبات کو علانیہ برا بھلا کہتے تھے۔ آزادی کی حامی پارٹی جو اوائل میں قریب قریب بے اختیار تھی۔ آئے دن اس کی تعداد اور طاقت بڑھتی جاتی تھی۔ دہقان اپنی بندوقوں کی طرف دیکھتے تھے اور کروگر۔ جوبرٹ اور پریٹوریس اطمینان مگر استقلال سے اپنی تحریک جاری رکھے چلے جاتے تھے۔ اس سے پیشتر کروگر نے اپنے سرکاری عہدہ سے استعفا دے دیا تھا۔

آزادی کی حامی پارٹی کو انگلستان سے اخلاقی اور مادی امداد مل گئی۔ مسٹر گلیڈسٹون نے اپنے مڈلوتھین کے محاربہ (وزارت کے لئے ووٹ حاصل کرنے کے معرکہ کی) بلندی کے زمانہ میں الحاق ٹرینسوال کو کنسرویٹو گورنمنٹ کی بدنامی اور بے عزتی کا داغ قرار دیا۔ ایک اور جماعت ان لوگوں کی خفیہ امداد کر رہی تھی۔ آئرلینڈ کی اس جماعت نے کہ جس کو قوت اسلحہ حاصل تھی) ٹرینسوال میں اپنا موقع بنتا دیکھا۔ اور بدلائل یہ یقین کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے کروگر اور اسکے معاونین کو الیفرڈ ایڈورڈ کی معرفت امداد و ترویج سازی دی۔ یہ شخص ایک لائق فینین جلاوطن تھا۔

ماہ بماہ ایجیٹیشن زور پکڑتی گئی - ابھی تک بوئر وہتعانوں کا ایک حصّہ تھا جو معاملات ملک کو انکی قسمت کے حوالے کرنا چاہتا تھا - لیکن اسکی کچھ پیش نہ گئی - غیر قانع باشندوں کو پریٹوریا کے انگریزی حکام کی بے پروائی اور سختی کے ساتھ ٹیکس وصول کرنے نے بھی مدد دی - اور اس میں شک نہیں کہ کئی حالتوں میں انتظامی حکام نے سخت بیجا انصافی سے کام لیا ‌‌‌۔

جب ۱۸۸۰ء میں مسٹر گلیڈسٹون وزارت کے واسطے منتخب کیا گیا - تو بوئروں کو وثوق سے بھروسہ ہو گیا کہ جس شخص نے فریق مخالف کی وزارت کے زمانہ میں انکی حمایت کا بیڑا اٹھایا تھا - اب وہ ان کو حسب خواہش آزادی عطا کرے گا - وہ انگریزوں کی اس پولیٹیکل سسٹم (تدابیر ملکی کے طریق) کو نہ سمجھ سکتے تھے - کہ جب کوئی تجویز پاس ہو جائے - تو فریق مخالف خواہ اسکی کتنی ہی مخالفت کرے - جب وہی فریق ذی اختیار ہو جاتا ہے - شاذ و نادر ہی اس کو منسوخ کرتا ہے ‌۔

پریٹوریا کے انگریز باشندوں نے بھی گورنمنٹ انگلستان کو ریپرزنٹیٹو گورنمنٹ کے عطا کرنے کے متعلق اپنے وعدے ایفا کرنے کی درخواست کی - لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ٹرنسوال کی پالیسی میں انگلستان پر جنوں (رکا جن) سوار ہو گیا تھا) ‌۔

باب ہفتم

اسلحہ حرب کے ذریعہ اپیل

اسکے بعد جو وقت آیا۔ اسکا ذکر کرنا ایک انگریز کے واسطے پر حسرت کام ہے۔ مگر خوش قسمتی سے ہمارا اس سے اتنا ہی تعلق ہے۔ جتنا کہ یہ خود کروگر کی حکائت سے وابستہ ہے +

گو کروگر نے ٹرینسوال میں فریقِ مخالف کو پیدا کر کے منضبط کیا تھا۔ مگر وہ جنگ کا خواہاں نہ تھا۔ وہ انگلستان کی قوت و طاقت سے بخوبی آگاہ تھا۔ اور ان خطرات کا بھی علم رکھتا تھا۔ جو ایسے محاربہ کا لازمی نتیجہ ہونے والے تھے۔ اور گو کسی کو اسکی ذاتی شجاعت اور حوصلے کا شک نہیں۔ مگر اسلحہ حرب سے انصاف کا خواستگار ہونا اسنے نہائت آخری ذریعہ قرار دے رکھا تھا۔ لیکن دہقان آئے دن زیادہ بے لگام ہوتے گئے۔ ہر ایک اجلاس میں ان کو انگریزوں کی بے انصافی کے متعلق نئی داستانیں سنانے کا موقع ملتا تھا۔ یہ کہ ان کی آزادی کو زیادہ قیود سے محدود کر دیا گیا ہے۔ انکے لیڈر گرفتار کیئے گئے ہیں۔ یہ کہ انگریز ان کی بزدلی کا خاکہ اڑاتے ہیں۔ اور جابرانہ ٹیکس لگائے گئے ہیں۔ یہ کہ ان کا ووٹ لکسر اؤ بچوں کا کھیل ہو گیا ہے۔ اور انپر اس طرح سے جور و ستم کئے جاتے ہیں کہ جن کو کوئی آزاد شخص گوارا نہ کرے گا۔ کروگر نے انکی دلجمعی کرنے کے لئے اپنے اثر اور اقتدار سے حتے الامکان کام کر لیا۔ اور ان کو صبر و تحمل کرنے کی نصیحت کی تا ہم ملک گویا بارود کی ایک کان تھی۔ اور جلدی ہی اسکو ایک مشتعل فلیتہ دکھایا گیا۔ بینر ہیو مونٹ کو حکام نے ٹیکس ادا کرنے کے لئے طلب کیا۔ یہ دہقان ایک ایسے شخص کا بیٹا تھا۔ جس کو تقریباً چھ سال پیشتر انگریزوں نے پھانسی دے دی تھی

فی الواقع اسکے ذمے ۱۴ پونڈ تھے۔ لیکن ٹیکس وصول کرنے والوں نے غلطی کی۔ جو کہ انکی معمولی عادت تھی۔ اور اس سے ۲۷ پونڈ ۵ شلنگ طلب کئے۔ بیزر ہیوڈینوٹ ۱۴ پونڈ دینے کو تیار تھا۔ لیکن مجسٹریٹ نے اس کو یہ حکم دیا کہ آپ اسکے علاوہ ۱۳ پونڈ ۵ شلنگ خرچہ عدالت بھی ادا کرے۔ اور اسطرح رقم خرچہ بھی اصلی رقم کے برابر ہو گئی۔ اس نے اس کے ادا کرنے سے انکار کیا۔ اس پر شرف عدالت نے اس کی گاڑی گرفتار کر لی۔ اور اسکو نیلام سے فروخت کرنے کا اعلان کر دیا +

اس شیوہ کی بے انصافی سے برآشفتہ ہو کر بیزر ہیوڈینوٹ کے پڑوسیوں کی ایک جماعت نے اسکی گاڑی عدالت کے پیادوں سے بزور چھین لی۔ اور خوشی اور فتح کے نعرے مارتے ہوئے گاڑی لے گئے۔ سر اومن لینوں نے سرغنوں کی گرفتاری کے لئے سپاہیوں کی ایک جماعت بھیجی۔ سپاہیوں کو مسلح بوئروں کی ایک جماعت ملی۔ جس نے سپاہیوں کو علانیہ للکارا +

بوئروں نے کروگر کو بلا بھیجا۔ جو بعجلت تمام آیا۔ وہ افسر سے ملا اور اس بارہ میں گفتگو ہونے لگی۔ کروگر نے کہا۔ میں صرف شب گذشتہ کو یہاں پہنچا ہوں۔ آنے سے پیشتر مجھے یہ خبر نہ تھی کہ معاملات کی صورت ایسی بگڑ گئی ہے۔ اور اس طرح کا خطرہ درپیش ہے۔ میں صرف کشت وخون کو روکنے کی کوشش کرنے کے واسطے آیا ہوں۔ تم دیکھتے ہو کہ یہ لوگ یہاں مسلح ہو کر آئے ہیں اور انہوں نے لڑنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ اگر یہ میری طاقت میں ہوگا۔ تو میں ان کو حتے الامکان لڑنے اور صدمہ پہنچانے سے روکونگا میں نے سالہا سال سے یہ کوشش کی ہے۔ لیکن یہ میری آخری سعی ہے۔ اگر وہ میری بات توجہ سے نہ سنینگے۔ تو میں اس سے بری الذمہ ہو کر خون ناحق سے اپنے ہاتھ دھوڈالتا ہوں۔ اور میں حلفیہ کہہ سکتا ہوں کہ میں اپنی سعی کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرونگا +

پھر مجرم حوالے نہ کئے گئے۔ بلکہ بوئروں نے پارڈیبرگ آنرال میں ایک بڑا جلسہ کیا۔ اور ۱۶ دسمبر کو انکے سرغناؤں نے بسرکردگی کروگر اعلان آزادی وخود مختاری پر دستخط کئے۔ پریسیڈنٹ تو کوئی منتخب نہ کیا گیا۔ لیکن کروگر وائیس پریسیڈنٹ مشتہر کیا گیا۔ اور اسنے

بمعیت جوبرٹ و پرٹیوریش کے عارضی گورنمنٹ کے معاملات کے انصرام کی غرض سے یہ اتحاد ثلاثہ قائم کر لیا۔ بوئر اس معاملہ میں بخوشی شامل نہ ہوئے۔ کیونکہ وہ بمشکل حسب پسند نتیجہ کی توقع کر سکتے تھے۔ جیسا کہ ان کے کسی اخبار نویس حامی نے چند ہفتے پیشتر کہا تھا "اس میں کچھ شک نہیں کہ بوئروں کو بہت توقع نہیں۔ لیکن ان کا منشا یہ ہے کہ کوئی شخص لوگوں کے واسطے جاں فدا کرے" اوّل اوّل لیڈروں کو بھی اپنی بدترین شکایات کے رفع کرنے سے زیادہ امید نہ تھی۔ یا یوں کہو کہ وہ بیرونی دنیا کو اپنی شکایات کے واقعی ہونے کا پورا پورا یقین دلانا چاہتے تھے۔ اور بمجبوری اپنے بارہ میں انگریزی پالیسی کو مشتہر کرنا چاہتے تھے۔ جب زمانہ گذرتا گیا۔ اور ان کے اسلحہ کو غیر مترقبہ کامیابی حاصل ہوئی۔ تو ان کی ہوس بھی وسیع ہوتی گئی۔ اور ان کو تمام جنوبی افریقہ کے افریقنڈر مملکت بنانے کا خیال ہوا "ہم اعتبار اور بھروسے سے اپنی حالت تمام دنیا کے روبرو پیش کرتے ہیں۔ خواہ ہم فتح پائیں یا ہم کو موت نصیب ہو" انہوں نے کہا "افریقہ سے آزادی اس طرح نکلیگی جیسا کہ آفتاب صبح کے بادل سے طلوع ہوتا ہے۔ جیسا کہ آزادی صوبجات متحدہ شمالی امریکہ میں نمودار ہوئی تھی۔ تب دریائے زمبیزی سے خلیج سمن تک سرزمین افریقہ افریقنڈر لوگوں کی ہوگی"

پہلے پہل انگریزوں نے بحیثیت مجموعی اور فرداً فرداً خوب جی بھر کر اپنے حریفوں کی تحقیر کی۔ ان پر بزدلی کا الزام کھلا بہ کھلے لفظوں میں عائد کیا جاتا تھا۔ اور اس سے زیادہ کوئی چیز بوئروں کو دل پسند نہ تھی۔ جب چند روز بعد انہوں نے فتح پر فتح حاصل کی تو وہ نعرے مارتے تھے "کیا تم انگریز اب بھی ہم کو بزدل کہوگے۔ بلکہ سرگارنیٹ وولزلی نے بھی ان لوگوں کی بدیں الفاظ تضحیک کی تھی "یہ جاہل لوگ ہیں۔ جن کے سرآوردہ چند منصوبہ پرداز ہیں۔ جو حماقت سے گفتگو کرتے ہیں۔ اور بغاوت آمیز بکواس کرتے رہتے ہیں +

اب کروگر بوئروں کا مسلم لیڈر تھا۔ اور وہ اپنے صدر مقام ہیڈلبرگ سے ہر ایک چیز دیکھ رہا تھا۔ محاربہ کے اوّل سے آخر تک اس کا انداز اس شخص کا سا تھا۔ جو

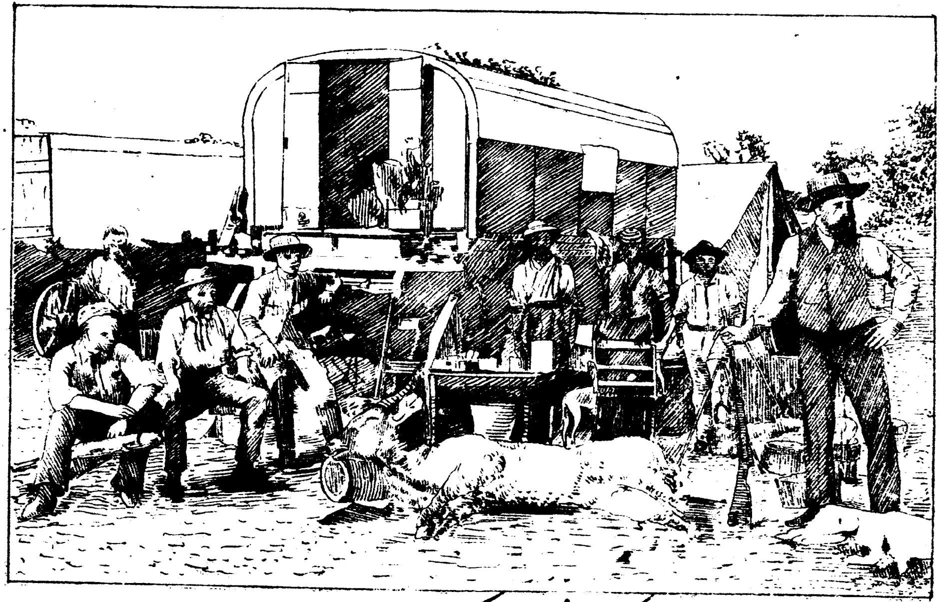

ایک بوئر شکاریوں کی جماعت

خداوند عالم اور آزادی کے واسطے لڑتا ہو۔ یہ امر ایک اعلان سے نہایت اچھی طرح ظاہر ہوتا ہے۔ جو مجوبہ پہاڑی کی لڑائی کے بعد اس کی افواج میں مشتہر کیا گیا تھا ؎

آج دن کا حکم

کمانڈنٹ جنرل۔ کمانڈروں۔ افسروں۔ اور برگروں کے واسطے۔ جو ڈرکینبرگ میں مع ٹربیتوال ہیں ہیں ؎

سپاہیو اور بھائیو۔

ہمارے دل ہم کو برانگیختہ کرتے ہیں کہ تم کو ایک لفظ کہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ جنوبی افریقہ کی تمام جمہوریہ۔ تمہاری طرف ممنونیت اور مشکوری کی نظر سے دیکھتی ہے۔ ہم کو اپنی طاقت بشری پر ناز نہیں۔ جس نے ہماری مدد کی ہے وہ ہمارا خدا ہے۔ ہمارے آباواجداد کا خدا۔ جس کی جناب میں ہم گذشتہ پانچ سال سے دعائیں مانگتے رہے ہیں۔ اور اسی کی درگاہ میں اظہار مدعا کرتے رہے ہیں۔ اس نے ہمارے واسطے بڑی بڑی باتیں کی ہیں۔ اور اس نے ہماری دعاؤں کو سن لیا ہے ؎

اور تم اے شریف و شجاع بھائیو۔ اس کے ہاتھوں میں رہے ہو۔ اور ہماری حفاظت کا ذریعہ ثابت ہوئے ہو۔ تمہاری شجاعت اور جوانمردی اور حوصلہ نے اس زبردست سلطنت پر) جس نے ہم پر خلاف انصاف حملہ کیا تھا۔ یہ ثابت کر دیا ہے کہ اگر نہایت کمزور باشندے بھی اپنی آزادی کی خاطر لڑیں تو شجاعت اور جوانمردی کی حیرت انگیز اچنبے دکھلاتے ہیں گویا اب تم نے تین بار۔ لینگ نیک اور سینخیس ہوگیٹ پر۔ دشمن کی کثیر التعداد سپاہ کو پسپا کر کے ہزیمت دی ہے۔ اور قریب دہ اور خوفناک گولے پھینکنے والے آلات حرب نے تم کو مایوس نہیں کیا ہے ؎

تمہارا کمانڈنٹ جنرل تحریر کرتا ہے۔ اس نے اپنا ذکر نہیں کیا۔ وہ ایسا شریف ہے کہ اپنی تعریف نہیں کرتا۔ میں ان کی بہت عزت کرتا ہوں۔ انکے نام اس قابل ہیں کہ ولنگٹن اور نیپولین کے ناموں کے ساتھ ہمیشہ محفوظ رکھے جائیں۔ ہم ہز آنر کمانڈنٹ

جنرل) کی تقلید سے اسکو کر کہتے ہیں۔ اور اس تعریف و تعظیم کو کمانڈنٹ جنرل اور ہر ایک لڑائی میں شریک ہونے والے برگر کے واسطے عام کرتے ہیں۔ ہم تمہاری بہت عزت کرتے ہیں۔ آبائی زمین کے نام سے ہم تمہارا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ تم آبائی زمین کے بہت کچھ مستحق ہو۔

انتہا تک ایسے ہی رہو۔ وہ خدا جو بادشاہوں کے دلوں کو بہتے ہوئے چشموں کی طرح رہنمائی کرتا ہے۔ ہم کو خلاصی دے گا۔ اسپر بھروسہ کرو۔

جنوبی افریقہ کی جمہور کی گورنمنٹ

ایس۔ جے۔ پی کروگر والش پریسیڈنٹ

جمہوریہ جنوبی افریقہ گورنمنٹ ہوس۔

۷۔ مارچ ۱۸۸۱ء۔ از ہیڈلبرگ۔

برٹش گورنمنٹ کا کانشینس جس نے درخواستوں کو سننے کی تکلیف نہ کی تھی۔ اسلحہ حرب کے شور و شغب سے بیدار ہوگیا۔ وہ افواج جن کو بوئروں نے فتح کیا تھا بہت چھوٹی چھوٹی جماعتیں تھیں۔ مجوبہ پہاڑی کی لڑائی میں بھی ہمارے صرف چھ سو سپاہی مشغول معرکہ ہوئے تھے۔ سر ایولین وڈ کے ماتحت دس ہزار آدمیوں کی سپاہ بعجلت تمام مقابلہ میں بھیجی گئی۔ لیکن پیشتر اس کے کہ یہ بوئروں سے معرکہ آرا ہو۔ گورنمنٹ انگلستان نے عارضی صلح کرنے کا حکم دے دیا۔ اب اتحاد ثلاثہ کے تینوں آدمیوں کی جماعت جس کو فتح حاصل ہوئی تھی۔ جنرل وڈ سے مجوبہ پہاڑی کے سائے تلے ایک چھوٹے فارم ہوس (یعنی کھیتی کے مکان) میں ملے اور وہاں شرائط صلح پر بحث کرتی رہی۔ یہ ایک افشا شدہ راز ہے کہ سر ایولین وڈ نے گورنمنٹ انگلستان سے استدعا کی تھی کہ اس کو پہلے بوئروں سے لڑنے دیا جائے۔ اسکو یقین تھا کہ وہ اسکے ہاتھ کی مٹھی میں ہیں۔ لیکن اسکو صلح کرنے کا حکم دیا گیا۔ شرائط عہدنامہ سے فریقین کو نفرت پیدا ہوگئی۔ انگلستان نے ٹرنسوال کو اس کے اندرونی معاملات میں آزادی عطا کی۔ اور ممالک غیر کے تعلقات میں اپنی نگرانی قرار دی۔ بوقت جنگ

اس ملک میں سے اپنی سپاہ کو نقل و حرکت کرانے کا اختیار بھی انگلستان نے اپنے واسطے مختص کر لیا۔ اور فیصلہ کیا کہ اگر ٹرینسوال ایسا نہ کرے تو وہ برٹش حکومت کے ماتحت رہیگا +

سر ایولین وڈ کو اپنی گورنمنٹ کے مجبور کرنے سے ایسی صلح کرنے پر سخت افسوس ہُوا۔ لیکن بوئر برگردن کی خفگی اور برہمی اس سے بھی زیادہ تھی۔ اب ان کو اپنی طاقت پر اتنا بھروسہ معلوم ہونے لگا کہ وہ انگریزوں کو سمندر میں دھکیل سکتے تھے۔ پھر انکو ایسی مصالحت کے واسطے لڑائی بند کرنے پر کیوں مجبور ہونا چاہیئے ؟ کئی دنوں تک کروگر۔ پریٹوریش اور جوبرٹ کو ان کا اپنا فریق لگاتار طعن و تشنیع کرتا رہا +

لیکن کروگر سے بہتر کسی کو یہ بات معلوم نہ تھی۔ کہ چھوٹی چھوٹی انگریزی افواج کا مقابلہ کرنا ایک آسان بات ہے۔ اور ایک عظیم الشان برٹش آرمی کور کے ساتھ لڑنا اور بات ہے۔ اسکے سپاہی اُس وقت کسی آئینی فوج میں منضبط نہیں کئے گئے تھے۔ اور نہ ہی وہ ایسے زبردست تھے کہ جیسا کہ بعد کے سالوں میں ہو گئے۔ کم از کم اسکو یہ وہم اور دھوکہ نہ ہُوا تھا کہ اس نے انگلستان کو زک دے دی ہے۔ چند سال بعد جب وہ لنڈن کے کسی اخبار کے قائمقام سے گفتگو کر رہا تھا۔ اُس نے اِس امر پر بڑا زور دیا :-

پریسیڈنٹ نے نامہ نگار کے ایک سوال کے جواب میں "اماجوبہ" (مجوبہ پہاڑی) کو پُر جوش لہجہ سے مکرر کہا "اماجوبہ کے متعلق یہ خیال بالکل غلط ہے۔ مجھے یہ دیکھنے سے افسوس ہوتا ہے کہ لوگ اس کے متعلق ایسا بیہودہ خیال رکھتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہم خیال کرتے ہیں کہ ہم نے انگریزوں کو فتح کر لیا۔ میں تم کو بتاؤں گا کہ ہم کیا خیال کرتے ہیں۔ اور نہ صرف ایک یا دو بلکہ ریپبلک (جمہوری سلطنت) کے تمام آدمی "

پریسیڈنٹ نے ایک لحظہ بھر توقف کیا۔ اور بڑے زور سے پائپ کے دھوئیں کے ایک بادل کو پھونک کر ہٹا دیا۔ وہ گفتگو میں بلغمی مزاج ہرگز نہ تھا۔ یعنے آہستہ آہستہ بات چیت نہ کرتا تھا۔ بلکہ اس کا کلام پر زور۔ اور طرز گفتگو میں روانگی اور سلاست تھی۔ او

اسکو گفتگو میں اشارات کرنے سے بھی رغبت تھی۔" ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ جب انگریزوں نے ہم سے ملک لے لیا تو وہ نہ جانتے تھے کہ ہماری آرزوئیں اور خواہشیں کیا ہیں۔ تب ہم نے کہا۔ ہم ان کو دکھا دینگے۔ کہ ہم کو اپنے ملک سے محبت ہے۔ ہم جانتے تھے کہ انگلستان ہم سے بہت زبردست اور طاقتور ہے۔ لیکن ہم کہتے تھے بیشتر اسکے کہ ہمارا ملک ہم سے بے انصافی کے ساتھ لے لیا جائے۔ ہم تا دم مرگ لڑینگے۔ تب انگریزوں نے دیکھ لیا کہ وہ غلطی پر ہیں۔ اور انہوں نے ہم کو ہمارا ملک واپس دے دیا۔ تمہیں انگریزوں کو بتا دینا چاہئے کہ یہ کچھ ہے جو ہم خیال کرتے ہیں۔ یہ فطرتی لوگوں کی کارستانی ہے کہ وہ انگلستان کو یہ لکھتے رہتے ہیں اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہم ہمیشہ اماجوبہ کے متعلق شیخی بگھارتے پھرتے ہیں۔ یہی لوگ نقصان پہنچانے والے ہیں۔ لیکن تم خود جاکر دہقانوں سے گفتگو کرسکتے ہو۔ اور تم کو معلوم ہوگا کہ جو میں کہتا ہوں سب سچ ہے۔" پال مال گزٹ مورخہ ۶ فروری ۱۹۰۸ء)

باب ہشتم

جمہوریہ ٹرنسوال کی بنا

کروگر اور اسکے دونوں معاونین جوبرٹ اور پریٹوریئس کو ایک نہایت مشکل کام درپیش تھا۔ جو ان کی فراست اور قوت مدبرانہ پر ازحد زور ڈالنے والا معلوم ہوتا تھا: ان کو انگلستان سے بہترین شرائط حاصل کرنے کے لئے ڈپلومیسی (تدابیر ملکی) کی لڑائی کرنی تھی۔ اور ساتھ ہی اپنے برگروں کو ہتیار ڈالنے اور صلح و امن سے اپنے گھر واپس جانے کی ترغیب دینی تھی۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اگر برگروں کو یہ معلوم ہوتا کہ انگلستان کی تمام بقیہ طاقت کیا ہے۔ تو کروگر کے خلاف تقریباً بغاوت ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ یہ بات خلاف قانون فطرت نہیں کہ وہ اپنی فتوحات کے نشہ سے مست و مدہوش ہو رہے تھے۔

بوئروں کا قابل تعریف استقلال طبیعت اور کروگر کی قابلیت خداداد اور دانش و فراست سے صاف عیاں ہے کہ لڑائی کے بعد کے چند ماہ بخیر و عافیت گذر گئے۔ اب حالات و معاملات کی صورت جنگ سے پیشتر کے حالات سے بالکل مختلف تھی۔ ہر ایک شخص کو مجبوراً یہ تسلیم کرنا پڑتا تھا کہ اجنبیوں کو ملک سے نکالنا ناممکن ہے۔ لیکن ساتھ ہی ایک اور نیا سوال یہ تھا کہ ان کو قابو کس طرح رکھا جاسکے۔ کروگر نے اپنی پالیسی کا راستہ سوچ بچار کر اختیار کر لیا تھا۔ یعنے کہ وہ ایک دیہاتی کی حیثیت میں شہری کے مقابلہ میں دیہاتی کا معاون اور حامی رہے گا۔ رو سے زمین کے دیگر

ممالک و مقامات میں دیہات کی قوت کمزور ہوتی جاتی ہے - اور شہروں کی طاقت بڑھتی جاتی ہے - اِس ملک میں شہروں کو ناچیز گردانا جانا چاہیئے - اور معدودے چند دہقانوں کی طاقت و اختیارات کو فائق بنانا چاہیئے - چنانچہ بآرروز یعنے قصبات یا شہروں کو کہ جن میں باقاعدہ ووٹ دئے جاتے تھے - ووٹ دینے کے حقوق سے محروم کیا گیا - اور ہر ایک سفید آدمی کے ہاتھوں میں ووٹ دینے کا قدیم اختیار زیادہ محدود فرنچائز (ووٹ دینے کے حقوق) کے لئے مختص کیا گیا ٭

۱۲ اگست ۱۸۷۱ء کو نئی ریپبلک کا علم پریٹوریا میں بلند کیا گیا - اور کروگر اور اُس کے رفقاء نے ایک اعلان شائع کیا - جس میں یہ مشتہر کیا گیا کہ "ہمارا مقولہ اتحاد و مصالحت ہماری آزادی قانون اور صلح و امن ہے" - باوجود شکایات اور بڑبڑانے کے انہوں نے لوگوں پر ظاہر کر دیا کہ آئندہ گورنمنٹ ایک حکمران طاقت ہونے کا منشا رکھتی ہے - انکی بڑی مشکل روپے کی قلت تھی - دہقانوں کو ٹیکس ادا کرنے سے اب بھی وہی نفرت تھی جو ان کو ورثہ میں ملی ہوئی تھی - اور وہ اپنے حکام کو بھی ٹیکس نہیں دینا چاہتے تھے - اور محاصل چنگی سے گریز کرنے کے واسطے وہ اپنا اسباب اور اشیائے فروختنی حکام چنگی سے چھپا کر جاتے تھے - اور ٹیکس وصول کرنے والوں سے عہدہ برآ ہونیکے لئے وہ اُنکو دھوکھا دیا کرتے تھے شاید یہ پوچھا جائے کہ جن لوگوں کو اپنے مذہب پر ناز ہے وہ ایسا کسطرح کر سکتے تھے یہ میرا کام نہیں کہ فطرتِ انسان کی تشریح کروں پس میں اِس بارہ میں کچھ کہہ نہیں سکتا لیکن جو لوگ یہ سوال پوچھیں انکو یہ بھی پوچھنا چاہیئے کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ کوہستان سکاٹلینڈ میں نہایت متقی پریسبیٹیرین بزرگ کیوں ایسی وہسکی پینے پر فخر کیا کرتے ہیں جسکی پیمانہ لینے والوں کو ایک پینی بھی بطور محصول نہیں دیگئی - یا کیا وجہ ہے کہ نارتھمبرلینڈ کے شائستہ دیہاتی اِس ول مچھلی کو کھانے میں شرم نہیں کرتے جسکا حکام کو محصول نہیں دیا گیا - فطرتِ انسانی دنیا میں ہر جگہ قریباً یکساں واقع ہوئی ہے ٭

روپیہ پیدا کرنے کے واسطے کروگر کو مجبوراً ایسی پالیسی اختیار کرنی پڑی - جو اس وقت سے اسکی ریاست کی دست کاری اور صنعت و محنت کے واسطے ایک بڑی لعنت ہو رہی ہے - یعنے اس نے تاجروں کو رعائتیں اور اجارے عطا کئے -

اس سے تین مطلب نکل گئے۔ جس سے ہنکو صرف کچھ نقد رقوم ہی نہ مل گئیں۔ بلکہ اسکے پولیٹیکل مقربین اور معاونین کو معاوضہ دیا گیا۔ جس سے اس کے مخالفوں اور حریفوں کی مستعدی اور عصبیتی فرو ہو گئی۔ اس کے واسطے اسنے وولکسراڈ میں یہ عذر پیش کیا۔ کہ اس طریقے سے نوخیز صنعتوں کی حفاظت ہوتی ہے۔ اسکے ساتھ کروگر نے گویا محاصل کی ایک آہنی دیوار اپنے علاقہ کے گرد تعمیر کردی۔ اور اپنے قدیم معاونین فری سٹیٹ اور کیپ کالونی کے دہقانوں کو یہ انعام دیا کہ انکی پیداوار کو اس سے مستثنےٰ رکھا۔

سنہ ۱۸۸۳ء میں پریسیڈنٹ کا انتخاب ہوا۔ پانچ ہزار کے قریب ووٹ ڈالے گئے۔ اور کروگر دو اور ایک کی نسبت سے بکثرت رائے منتخب کیا گیا۔ اسکا حریف جوبرٹ تھا۔ وہ سالہا سال سے ٹرنسوال میں صرف اکیلا ہی آدمی ہے جسکی عام لوگ قریب قریب کروگر کے برابر قدر و منزلت کرتے ہیں۔ جوبرٹ عموماً کروگر کی نسبت زیادہ ترقی کرنے والا خیال کیا جاتا ہے۔ اور یہ بھی کہ اس کو انگریزوں سے زیادہ دوستانہ رغبت ہے۔ لیکن اس میں وہ قوت قیام۔ استقلال۔ انضباط کی لیاقت فراست۔ یا حسب منشاء خود لوگوں کو سانچے میں ڈھالنے کی قابلیت نہیں جو پریسیڈنٹ کی ذات سے ظاہر ہوتی ہے۔ یہ دونوں سلطنت کا اکٹھے کام کرتے ہیں۔ جیسے کہ ایک ساتھ شریک اور رقیب بھی ہیں۔

سنہ ۱۸۸۳ء میں کروگر نے انگلستان کا دوسرا سفر کیا۔ راڈ کو ۱۸۸۱ء کے معاہدہ سے ہرگز اطمینان نہ ہوا تھا۔ اور یہ خیال کیا گیا تھا کہ اب انگلستان سے بہتر شرائط حاصل کرنے کا موقع ہے۔ لارڈ ڈربے کالونیل (نوآبادیوں) کا سیکرٹری تھا۔ اس میں نہ ہی شہنشاہی (سلطنت برطانیہ) ترقی کی واسطے سرگرمی تھی۔ اور نہ ہی وہ ایسا دوربین تھا کہ آئندہ کی پیش بندی کے لئے ضروری تجاویز و تدابیر کو کماحقہ سوچ سمجھ لے۔ چنانچہ کروگر۔ سمٹ۔ اور ڈیو ٹوئٹ تینوں ڈیلیگیٹوں کو یہ تشخص حسب خواہش مل گیا۔ گو جتنا وہ چاہتے تھے۔ ان کو اتنا تو نہ ملا۔ مگر پھر بھی بہت کچھ حاصل ہو گیا۔ لندن

کے تئے معاہدے میں انگلستان کی سوزیرینٹی (حق فوقیت سلطانی) کا کچھ بیان ہی نہ کیا گیا۔ سوائے دیگر اقوام سے عہدناموں کو پسند یا ناپسند کرنے کے حق کے۔ اور اورینج فری سٹیٹ کو اس سے بھی مستثنےٰ کیا گیا۔ ٹرینسوال نے غلامی یا اسپوکنگ کی ممانعت کی پرانی شرط کو ازسرنو تسلیم کیا۔ اور انگلستان کے بوقت جنگ اس ملک میں سے جانے کا حق غائب ہوگیا۔ بعض چھوٹے چھوٹے معاملات کے واسطے فوج کشی کرنے کے حق سے اغماض کیا گیا۔ بعض خفیف معاملات کے واسطے قواعد معین کئے گئے۔ مثلاً سکہ جس میں کہ پرانا قرضہ ادا کیا جاتا تھا۔ اور اسی قسم کے اور امور۔ لیکن باستثناے تعین حدود مابین الاقوام آمد و رفت کے واقعی اہم معاملات سے تجاہل عارفانہ کیا گیا۔ معاملات کی صورت اس طور سے واقع ہوئی تھی کہ انگریزوں کی عاقبت اندیشی سے آئندہ مشکلات کا بہت کچھ رفع دفع ہو جاتا۔ لیکن ہماری جانب پر کوئی ایسا شخص معلوم نہ ہوتا تھا۔ جس میں ضروری پیش بینی موجود ہو +

اس سفر کے اثنا میں ایک چھوٹے سے واقع سے ٹرینسوالیوں کی مالی ناگفتہ بہ حالت ظاہر ہوگئی۔ میں اس داستان کو اسی طرح سے مکرر کہتا ہوں جس طرح کہ اس وقت سے جنوبی افریقہ کے حلقوں میں بیان کی گئی ہے۔ لنڈن میں کروگر اور اسکے رفقا کو معلوم ہوا کہ ان کے پاس زادراہ کے واسطے بھی کافی روپیہ نہیں۔ اور ہر روز اس میں کمی ہوتی جاتی ہے۔ ان کو اپنی حیثیت اور منصب کے لحاظ سے ایک عمدہ ہوٹل میں قیام کرنا پڑا تھا۔ لیکن ان کے پاس ہوٹل کے اخراجات ادا کرنے کے لئے بھی کافی روپیہ نہیں رہا تھا۔ وہ سخت کشمکش میں تھے۔ جب کہ بیرن گرانٹ ایک انگریز تاجر ان کی مخلصی کے واسطے آموجود ہوا۔ اس نے کہا میں تمہارا ہوٹل کا بل ادا کئے دیتا ہوں بشرطیکہ تم ایک خط پر دستخط کر دو۔ اس خط کا مسودہ گرانٹ کے سیکرٹری نے تیار کیا تھا۔ اور ٹرینسوال کے کمشنروں کے سیکرٹری نے حسب ضابطہ اسکی نقل مشتہر کی تھی۔ اس وقت کسی کو کیا خبر تھی کہ یہ خط بعد میں اس قدر اہم ثابت ہوگا۔ بیرن گرانٹ ٹرینسوال کی بعض اشیاء انگریزی منڈی میں فروخت کرتا تھا۔ اور وہ ان کی

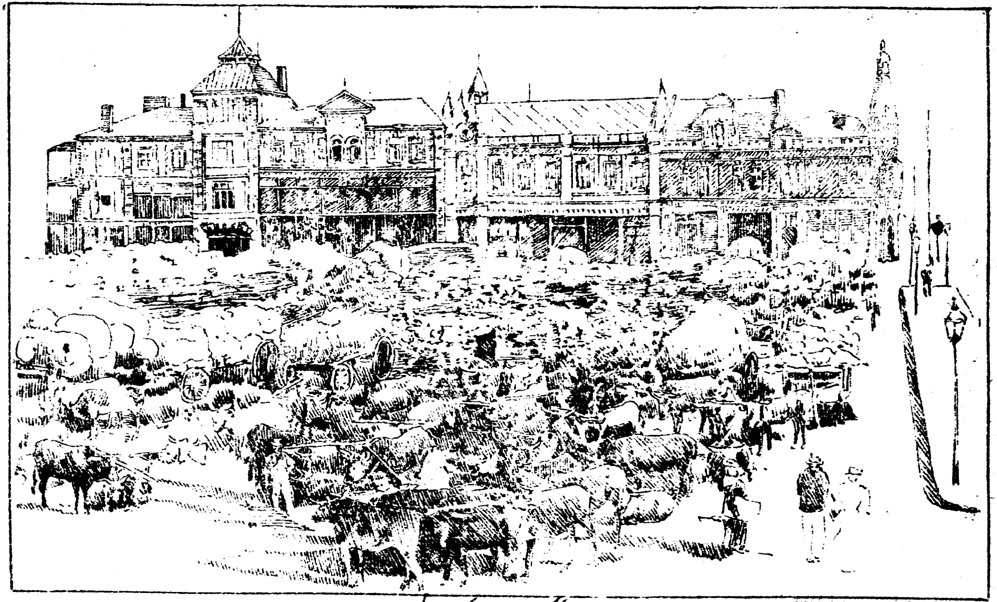

جوہانسبرگ میں صبح کی منڈی

حفاظت کی طرف سے بے خوف ہونا چاہتا تھا۔ لیکن اس خط سے اور بھی مفید مطلب نکل آئے۔ عملاً اس کا یہ اثر ہوا کہ یوٹ لینڈرون یعنے ممالک غیر اور انگلستان کے لوگوں کو ملک میں بلا لیا گیا۔ اور ان کے ساتھ عمدہ سلوک کرنے کا یقین دلایا گیا۔ اگر کروگر کو خبر ہوتی کہ اس کی نمائش کیا ہوگی۔ تو یقیناً وہ مالک ہوٹل کے اخراجات کے تقاضوں کی کچھ پروا نہ کرتا۔ اور اس چٹھی پر دستخط کرنے کی حامی نہ بھرتا۔

اس سفر میں ٹرنسوال کے ڈیلیگیٹ براعظم یوروپ کے کئی پایہ تختوں میں گئے۔ اور ہر کہیں ان کو وقعت کی نظر سے دیکھا گیا۔ کیونکہ یورپ بیدار ہو گیا تھا اور اسکو ٹرنسوال کی آئندہ قسمت کی کسی قدر آگاہی ہو گئی تھی۔ کروگر جو پہلے ایسا شخص تھا کہ انگریزی منتظم اس کی چٹکیاں لیتے اور اس کے مربی بننے میں خوش ہوتے تھے۔ اب اس نے اپنے آپ کو دفعتاً لوگوں کا مسلمہ لیڈر پایا۔ بے شک اس سفر سے وہ انگلستان سے زیادہ کنارہ کش اور ہالینڈ۔ جرمن۔ اور پرتگال کی طرف زیادہ مائل ہوتا گیا۔ جب ڈیلیگیٹ پیرس میں تھے۔ تو مشہور اخبار نویس مسٹر کرافورڈ نے ان سے ملاقات کی۔ اور ان کی طفولیت کے دلچسپ احوال سنے۔

"جوبرٹ نے کہا کہ ٹرنسوال کے بوئروں کو نشانہ بازی ورثتاً حاصل ہوئی ہے۔ گذشتہ قرنوں میں وہ اس بات کا خیال رکھتے تھے۔ خواہ نوآبادگار ارمنی عیسائی ہوتے کہ اپنے بچوں کو پڑھنا سکھلائیں۔ جو ان کی مذہبی تعلیم کا ضروری حصہ خیال کیا جاتا تھا۔ جنگلی حیوان اور درندے اور ان کے بداندیش اور بدسگال کافر لوگ ملک میں جابجا پھرتے تھے۔ ہر ایک بوئر لڑکے کے پاس ایک بندوق اور بارود اور گولیوں کی ایک تھیلی ہر وقت موجود رہتی تھی۔ جب وہ مدرسے یا کسی اور جگہ سے اپنے گھر کو آتا تھا۔ تو اس سے یہ توقع کی جاتی تھی کہ بطور ایک نشانہ باز کے اپنے ہاتھ اور آنکھ کی مشق کرتا آئے۔ اور بطور اس امر کی شہادت کے کہ اس نے ایسا کیا ہے۔ اسکو اپنا تھیلا شکار سے بھر کر لانا پڑتا تھا۔ ٹرنسوال کے ان بچوں سے خائف ہو کر کافر لوگ ایک دوسرے کا منہ تکتے الگ کھڑے رہتے تھے۔ لیکن لڑکوں کو یہ کہدیا جاتا تھا۔ کہ کسی کافر سے پوشیدہ تیغ

نہ کریں۔ اور خود مخالف کے حملہ کرنے کا باعث نہ بنیں۔ جوبرٹ نے ڈچ زبان میں کروگر کو کہا "پریسیڈینٹ کیا ایسا نہیں ہوتا تھا"؟ کروگر جو ایک بڑا سا پائپ پی رہا تھا بولا "ہاں ہم اپنے نوخیز لڑکوں کو یہ تلقین کرتے ہیں کہ حلیم الطبع لوگوں کو ہی خدا کی زمین کی وراثت ملے گی۔"

لیکن ممکن ہے کہ یہ باتیں جوبرٹ کے ایام مکتب پر صادق آتی ہوں۔ اور کروگر کے بارے میں درست نہوں۔ کیونکہ لڑکوں کی طرح سکول کی طرف دوڑے دوڑے جانا کبھی اسکے نصیب نہیں ہوا تھا۔

بابِ نہم

کروگر بحیثیت فرعون

۱۸۸۶ء میں ناگہاں دنیا اِس افواہ سے چونک پڑی کہ پریٹوریا سے قریب تیس میل کے فاصلے پر ایک دھات کے مرکب کی کان دریافت ہوئی ہے۔ جس میں سے سونا بھی نکلتا ہے۔ اوّل اوّل دنیا کے معدن زر کے ماہروں نے اِس خبر کی خوب ہنسی اڑائی۔ اور کہا کہ یہ صرف لودن کا اعجوبہ ہے۔ لیکن چند ایک تاجروں نے اس ضلع کے دائیں بائیں کئی فارم خرید لئے۔ تب یہ معلوم ہؤا کہ نیا میدان تو آفتاب جہاں تاب کے نیچے ایک نہایت زرخیز طلائی مرکز تھا۔ فی الفور حواس باختہ اہل یوروپ کا تانتا اس طرف کو بندھ گیا۔ کمبرلے کی کانہائے الماس کی خاطر بھی تو ہزارہا جانباز آ گئے تھے۔ لیکن الماس کے کھودنے کا کام بڑی بڑی کمپنیاں سنبھال رہی تھیں اور تاجروں کی انفرادی کوششیں سرد پڑتی جاتی تھیں۔ اسلئے ٹرینسوال میں جانبازوں کا سیلاب اُمنڈ آیا۔ اور ابھی ہزاروں اور چلے آتے تھے۔

گویا سحری طاقت سے ایک نیا شہر جوہانسبرگ فی الفور نمودار ہو گیا۔ اور لوگ بے سوچے سمجھے کمپنیوں کے حصے خریدنے کا جؤا کھیلنے میں منہمک ہو گئے۔ کروگر اور اُس کے دہقان براہ راست تو اس میں کچھ ایسے شریک نہ ہوئے۔ لیکن اِس نے ان کی کایا پلٹ ہو گئی۔ انکے افلاس کا ایک روز میں خاتمہ ہو گیا۔ دہقان اپنی اراضی کے ٹکڑے ٹکڑے کو ناقابل اعتبار بھاری رقوم لے کر فروخت کرتے تھے۔ اور وہ فارم جو چند سال پیشتر

صرف چند ہزار پونڈ میں فروخت ہو جاتے۔ اب پانچ پانچ چھ چھ لاکھ پونڈ میں ایک شخص کے ہاتھ سے دوسرے کے ہاتھ میں تبدیل ہونے لگے۔ پہلے تو اس ملک کے گورے باشندے اکیلے برگر ہی تھے۔ مگر اب ذکور گورے باشندوں کا وہ صرف ایک قلیل حصّہ ہو گئے۔ گورنمنٹ کے ٹیکس جو چند ماہ پیشتر بمشکل سے تنخواہوں کے ادا کرنے کو مکتفی ہوتے تھے۔ اب ان سے سرکاری خزانہ لبالب بھر گیا۔ اور جب وہ لکسراڈ ان واقعات سے خوب مستحکم ہو گیا۔ تو اس نے اجنبیوں پر زور ڈالنے کے واسطے فی الفور نئے ٹیکس لگا دئے۔ اور اس طرح سے اس کو اس قدر بے شمار دولت ہاتھ آئی۔ جس کا ان لالچیوں اور کنجوسوں کو کبھی خواب و خیال بھی نہ آیا تھا۔

برگر لوگ اس مداخلت کو ایک ساتھ اطمینان۔ نفرت اور خوف کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اطمینان اور دل جمعی تو اس وجہ سے ہوئی کہ مفلس سے دولتمند بن گئے۔ اور انکے کھیتوں کی پیداوار اور ان کی اراضی کے نئے گاہک مل گئے۔ اور وہ اس قابل ہو گئے کہ ٹیکس کی بلا اپنے سر سے ٹال دیں۔ لیکن انہوں نے دیکھ لیا کہ ٹرینسوال میں نئے ساٹھ ہزار گورے باشندوں کی موجودگی سے ایک نئی پولٹیکل حالت پیدا ہو جائے گی۔ حالانکہ وہ اجنبیوں کے طلا کو پسند کرتے تھے۔ تاہم ان سے تہ دل سے متنفر تھے۔ یہی نہیں کہ ان میں سے اکثر انگریز تھے۔ جن کو اب ڈچ لگ بحیثیت مجموعی وافرادی بے وقوف اور بزدل جانتے تھے۔ لیکن وہ مستقل مزاج بھی نہ تھے۔ جوہانسبرگ فضول خرچی اسراف عیش وعشرت اور شور وشغب کی زندگی کا مرکز ہو گیا۔ نئے شہر جہاں کانیں دریافت ہوتی ہیں۔ شاذونادر امن وامان اور قوانین کے مسکن ہوا کرتے ہیں۔ اور پہلے پہل ایسے سب شہروں سے جوہانسبرگ میں زیادہ فتور اور بدانتظامی مچ گئی۔ اس بارہ میں بوئر اور یوٹ لینڈر دونوں مستوجب الزام قرار دئے جاسکتے ہیں۔ لیکن زیادہ تر الزام پریسیڈنٹ کروگر کے انتظام پر عائد کرنا چاہئے۔ پریسیڈنٹ اور وولکسراڈ قوانین کے واضع اور منتظم تھے۔ اور اگر وہ اپنی نو یافتہ دولت کو ایک مناسب مقدار فوج پولیس کے منضبط کرنے میں صرف کرتے۔ تو کم از کم وہاں ایسی بیرونی شائستگی اور سلیقہ پیدا کر سکتے

جوڈاسن سٹی کی نہاشت شہرت کے زمانہ میں دیکھے جاتے تھے ۔

اسکی بجائے دولت جمع کرنے کی سرگرمی میں پریزیڈنٹ اور وولکسر اڈونے اپنا فرض فراموش کر دیا۔ حفظان صحت سے غفلت کی گئی - اور بہت سے اجنبی ٹائفائڈ بخار اور اور اسی قسم کی قابل انسداد امراض کا شکار ہو گئے - پریسیڈنٹ کے کہنے کے لوگوں نے مسکرات کے اجاروں میں حصے خرید لئے - جن کے ذریعے انہوں نے لاکھوں روپے پیدا کر لئے - لیکن خرید و فروخت کرنے والے اجنبیوں کو اپنے جسم وروح اُن سے قربان کرنے پڑے - ہر گردن نے اجنبیوں کو حسب خواہش بداخلاقی میں محو ہونے کی اجازت دیدی تا وقتیکہ وہ حقوق مسکرات کے واسطے گرانبہا رقوم ادا کرتے رہیں مقامی فوج پولس ان رشوت ستان اور ہیچ کارہ لوگوں کی ایک جماعت سے زیادہ وقعت نہ رکھتی تھی ۔

پہلے پہل تو اجنبیوں نے بھی کچھ پرواہ نہ کی - ان کو دولت سمیٹنے کا اتنا شوق چرایا ہوا تھا کہ وہ صحت یا عمدہ گورنمنٹ یا اسی قسم کے دیگر امور کا خیال تک نہ کرتے تھے - جب کوئی شخص ایک گھنٹہ میں اپنی دولت کو دگنا کر سکتا تھا - تو اس کو دولت کے پیچھے خراب ہونے کا کیا خیال ہوتا - لیکن بتدریج جوہانسبرگ میں امن کی صورت نظر آنے لگی - اور اس کا جوش و خروش سرد ہو گیا - اب وہ زمانہ گذر گیا تھا - جب کہ چشم زدن میں لاکھوں پیدا کر لئے جاتے تھے - پھر تو لوگوں کو اپنے گھر کا انتظام کرنے کی ہوش بھی آ گئی - وہ دیوانہ وار جوش کہیں کافور ہو گیا - اور کانوں کو کھودنے کی مشقت زیادہ پائدار بنیاد پر قائم ہونے لگی - اب ٹرینسوال میں کان کھودنے کا کام کان کنوں کی چھوٹی چھوٹی جماعتیں کدال اور بیلچے سے نہ کرتی تھیں - بلکہ باقاعدہ کمپنیاں جن کے پاس بے شمار سرمایہ اور قیمتی کلیں تھیں اس کام کے کرنے میں مصروف تھیں - جب منفعت حاصل کرنے کے خیال سے اندھا دھند روپیہ اڑانے کے جوش کے بعد مستقل محنتی ترقی کا زمانہ آیا - سرمایہ داروں نے نئے کام لے کر یہ دیکھنا شروع کیا کہ اشیاء کی موجودہ حالت میں کس طرح اصلاح ہو سکتی ہے - چند

ایک باتیں صریحاً ضروری تھیں - بطور کاروباری آدمیوں کے سرمایہ داروں سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ حفظان صحت اور اسی قبیل کی چیزوں سے بہت تعلق رکھینگے - لیکن وہ کاروبار انجام دینے کی وہ معمولی سہولتیں چاہتے تھے - جو ہر ایک شائستہ ملک میں مہیا کی جاسکتی ہیں - اوّل تو وہ ایک ریلوے چاہتے تھے - اس وقت ہر چیز بالائی ملک سے بیل گاڑیوں کے ذریعے لانی پڑتی تھی - جو نہائت آہستہ آہستہ چلتی تھیں - اور ان کے ذریعے اسباب لے جانے میں لاگت بھی بہت آتی تھی - وہ طبعاً یہ چاہتے تھے کہ ڈائینامیٹ اور اسی قسم کی اشیا کو یا خود بنائیں - یا بیرونجات سے لائیں - کیونکہ یہ اشیا کان کھودنے کے واسطے ضروری ہیں - وہ چاہتے تھے کہ ان کے کافرمزدور شراب نوشی کی مضر عادت سے محفوظ رکھے جائیں اور وہ ارزاں خوراک کے خواہاں تھے ✤

یہ مطالبات غیر معقول معلوم نہیں ہوتے - لیکن کروگر ان کی کوئی بات نہیں سنتا تھا - مدت تک اس نے ہر ایک ممکن طریقہ سے ریلوے کی مزاحمت کی - حتےٰ کہ آخرکار اس کو مجبوراً ماننا پڑا - وہ جانتا تھا کہ ریلوے لائنوں سے اجنبیوں کو اسکے ملک میں داخل ہونے کی اور بھی سہولتیں میسر ہو جائینگی - بلکہ اب بھی جب کہ یہ کتاب لکھی جارہی ہے (اسوقت انگریزوں اور کروگر کے مابین زور وشور سے لڑائی ہو رہی ہے) اگر اسکی طاقت میں ہو - تو وہ ان کو اپنے ملک سے خارج ہی کرکے چھوڑے - مگر اب بہت تاخیر ہو گئی تھی - لیکن کم ازکم وہ اتنا تو کر سکتا تھا کہ ان کے کثرت سے ملک میں چلے آنے کی راہ میں مشکلات اور رکاوٹیں پیدا کردے - اس نے کسی نامعلوم وجہ سے کان کنوں کی اس تجویز کی مخالفت کی - کہ وہ خود ڈائینامیٹ بنائیں یا آپ بیرونجات سے لائیں - وہ چاہتا تھا کہ ڈائینامیٹ خود ملک ٹرینسوال میں تیار کیا جائے - تاکہ جنگ کی صورت میں اس کا خاطر خواہ تہیہ کیا جاسکے - اس مقام پر مناسب معلوم نہیں ہوتا کہ ڈائینامیٹ کے سوال کے متعلق تمام ناچاقیوں اور باہمی خرابیوں کا ذکر کیا جائے - جو لوگ ان کے معلوم کرنے کے خواہاں ہیں انکو پریشیڈنٹ

کروگر کی پنچائتی کمیشن تحقیقات کی رپورٹ ۱۸۹۶ء سے پتہ مل جائے گا۔ گویہ خرابیاں اِس طرح علے رؤس الاشتہاد منکشف ہوگئیں۔ مگر ان کا تدارک نہیں کیا گیا۔ نہایت محتاط محقق کو معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ دیسی شراب کی خرید و فروخت کے نہ روکنے کی وجہ صرف یہ تھی کہ پریسیڈنٹ کے رشتہ داروں اور دوستوں کو اس سے بہت کچھ منفعت ہوتی تھی +

یوٹ لینڈروں نے وقتاً فوقتاً پریسیڈنٹ سے رفعِ شکایات کی استدعا کی بعض اوقات وہ ان کو چکنی چپڑی باتوں سے ٹال دیتا تھا۔ بعض اوقات سب وشتم سے واپس کر دیتا تھا۔ کیونکہ سن رسیدگی سے اسکی مزاج میں سختی اور فریب زیادہ ہوگئے تھے۔ اکثر وہ یہ وجہ پیش کرتا تھا۔ کہ میں بخوشی تمہاری حسب مرضی کرنے کو تیار ہوں لیکن میرے برگرنے الفور منظور نہیں کرتے۔ اور اُن کو راہ راست پر لانا پڑتا ہے۔ کچھ وقت تک بیرونی دنیا بھی اِس دم میں آگئی۔ اور انگلستان کے اخبار نویس ترقی کے حامی اور روشن دماغ پریسیڈنٹ کی افسوسناک تصاویر دکھاتے تھے جس کی پُر منفعت اور فیاض دورانِ حکومت میں ضدی اور منہ زور دہقان کا ویں پیدا کر دیتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے اِس بارہ میں ایک مشہور افریقنڈر مدبر اور علمِ اصول قانون کے ماہر سے مباحثہ کیا تھا۔ جو پریسیڈنٹ کا پرانا یار غار تھا۔ ہماری گفتگو میں اصلاح کا سوال بھی آیا۔ اور میرے رفیق نے بڑے زور سے علانیہ کہا "جب تک پال کروگر پریسیڈنٹ ہے۔ کوئی اصلی و واقعی اصلاح نہیں ہوگی" یہ سنکر مجھے حیرت ہوئی۔ میں نے اعتراض کیا "لیکن وہ تو ابھی ابھی یہ کہتا تھا کہ اگر اس سے ہو سکے تو وہ بخوشی اپنے یوٹ لینڈر دوستوں کی دلجمعی کر دے" مدبر نے جواب دیا "یہ بالکل فضول ہے۔ میں اوم پال کروگر کو بخوبی جانتا ہوں۔ جیسا کہ میں کسی اور شخص کو جانتا ہوں۔ اور بہت سی باتوں میں صدق دل سے اسکا مداح ہوں۔ لیکن وہ مصلح نہیں۔ اگر وہ اصلاح کا خواہاں ہو۔ تو کل ہی کر سکتا ہے۔ کیونکہ وہ حسب منشا اپنے وولکسراڈ سے کام لیتا ہے۔ جب وہ

مر جائے گا۔ تو اصلاح ضرور ہو گی۔ اور بہت جلد ہو گی۔ لیکن جب تک سیاہ و سفید کے اختیارات اُسکے ہاتھ میں ہیں۔ یوٹ لینڈروں کو ایک بھی واقعی رعائت نہ ملے گی"
یہ گفتگو اِس سے چند سال پیشتر ہوئی تھی۔ اُس وقت سے ہر روز میرے ہمراہی کی راے کی صداقت ثابت ہوتی رہی ہے ✚

پریسیڈنٹ کروگر جب چاہتا تھا۔ ڈیپوٹیشنوں سے بہت ترش روئی سے پیش آتا تھا۔ خصوصاً جب قیل و قال کے وقت اُس سے استدلال میں کچھ بن نہ آتی تھی۔ کسی اصلاح کے مطالبہ کے وقت اس کا مقررہ جواب یہ ہوا کرتا تھا کہ اس سے ملک کی آزادی معرضِ خطر میں پڑ جائے گی۔ جب یُوٹ لینڈروں کا ڈیپوٹیشن اعتراض کرنے کا ذکر چھیڑتا تھا۔ تو وہ تندی و درشتی سے نعرہ مارتا تھا۔ "اعتراض! اعتراض کرنے کا فائدہ ہی کیا ہے۔ میرے پاس توپیں ہیں اور تمہارے پاس نہیں" ایک اور موقع پر کسی جلسہ میں یوٹ لینڈر بھی موجود تھے۔ پریسیڈنٹ نے کہا۔
"دوستو! تم یہاں سب کے دوست نہیں تم میں بعض قاتل اور سفاک اور چور بھی ہیں۔ اِس لئے میں تم کو مخاطب کرتا ہوں۔ دوستو۔ قاتلو۔ اور چورو" ✚

پہلے پہل یوٹ لینڈروں نے خیال کیا کہ شہری ہو کر ممکن ہے کہ ان کو پولٹیکل اختیارات مل جائیں اور اس طرح وہ توضیع قوانین پر اثر ڈال سکیں۔ کروگر اِس خطرے کو تاڑ گیا۔ اور اسکی حفاظت او پیش بندی کر دی۔ ابتدا میں کوئی اجنبی ٹرینسوال میں پانچ سال تک سکونت پذیر ہونے کے بعد وہاں کا باشندہ خیال کیا جاتا تھا۔ ۱۸۸۶ء میں بہت سے اجنبی آ گئے۔ اور ان کو ۱۸۹۳ء میں پولٹیکل اختیارات حاصل ہو جاتے۔ پس ۱۸۹۰ء میں وولکسراڈ کی آئین اور ساخت میں تغیر کیا گیا۔ تمام واقعی اختیارات اول چیمبر کے ہاتھوں میں دے دئے گئے تھے۔ جو محض ان لوگوں نے منتخب کی تھی۔ کہ جن کو وولکسراڈ دوم کے واسطے ووٹ دینے کی غرض سے دس سال سے منتخب کیا گیا تھا۔ بالفاظ دیگر کسی قسم کا پولٹیکل اختیار حاصل کرنے کے واسطے یہ ضروری تھا کہ ہر شخص سرزمین ٹرنسوال

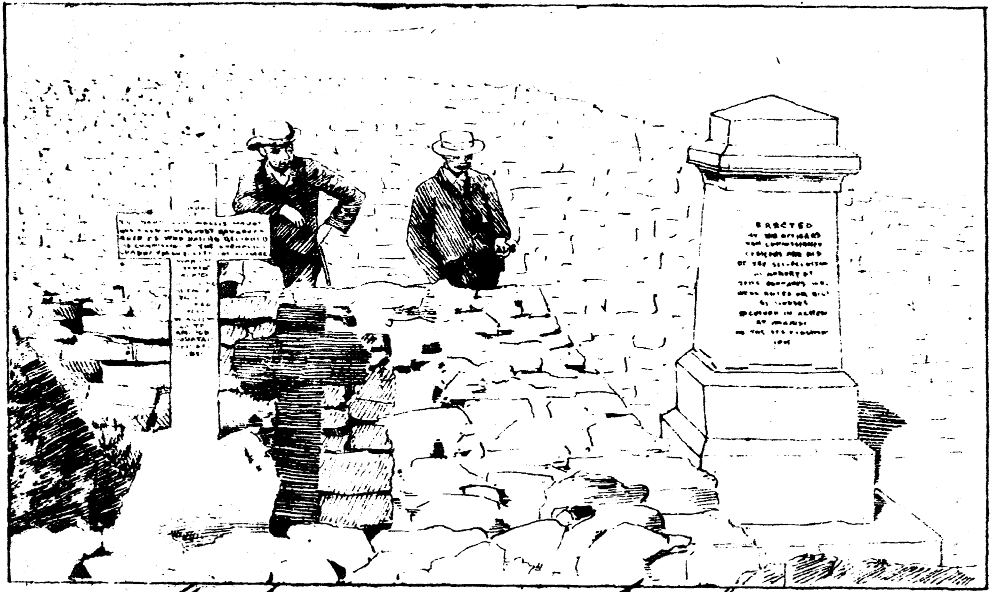

انگریز افسروں کی قبریں جو ماجوبہ پہاڑی پر فروری ۱۸۸۱ء کو مارے گئے

میں پندرہ برس سے قیام پذیر ہو۔ ظاہر ہے کہ اس قاعدے سے تمام پوٹ لینڈروں کو ووٹ دینے کے حق سے خارج کر دیا گیا۔ مزید قوانین نفاذ پذیر ہو کر مروّج ہوئے۔ جن کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ (جیسا کہ پریسیڈنٹ کا ارادہ تھا) کہ کوئی پوٹ لینڈر سوا سے متعدد چیدہ آدمیوں کے جن کی وہ خود تائید کرے۔ گورنمنٹ میں شریک نہ ہو سکے۔ یا بالفاظ دیگر یہ ریپبلک (جمہوری) اولی گاسکی (امیروں کی حکومت) ہو گئی۔ جس میں دیہاتیوں کو شہریوں پر فائق اختیارات حاصل تھے۔ معاملات کی یہ کیفیت تاریخ بنی نوع انسان میں نئی حالت نہ تھی۔ اور اگر پریسیڈنٹ کروگر دیگر ممالک کے تاریخی نوشتوں کا مطالعہ کرتا تو اس کو معلوم ہو جاتا کہ اس قسم کی کشمکش کا اختتام صرف ایک طریق سے ہوا ہے یعنے کہ شہر کو دیہات پر فتح حاصل ہوئی ہے ۔

پوٹ لینڈروں نے بار بار درخواستیں دیں۔ پریسیڈنٹ ایک مرتبہ خفگی سے چلایا۔ "گھر کو جاؤ۔ ہماری تخریب کے لئے اپنا زور لگاؤ۔" اس نے ایک اور موقع پر اپنے ایک دوست سے کہا "اگر میں ان کو وہ کچھ عطا کروں۔ جو یہ وہ چاہتے ہیں۔ اس سے تو یہ بہتر ہے کہ وہ علم یک لخت نیچے اتار لوں" جب وہ یہ گفتگو کر رہا تھا۔ اس نے ٹرنسوال کے پھریروں کی طرف اشارہ کیا۔ جو باہر اڑ رہے تھے۔ ایک اور وقت اس نے پوٹ لینڈروں کو اس آدمی سے مشابہت دی تھی۔ جس نے ایک گاڑی ہانکنے والے سے کہا تھا۔ "ہمیں تازیانہ اور باگ ڈور دے دو ہمارا سب ذخیرہ مال و متاع و اسباب ہمارے فوائد اور ہمارے گھر بھی اس گاڑی میں ہیں"۔ لیکن گاڑی ہانکنے والے نے جواب دیا "ہاں یہ سب سچا ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ تمہاری تمام ملکیت بھی اسی گاڑی میں ہے۔ لیکن تم مجھکو کہاں دھکیل دیتے ہو۔ اور مجھے یہ کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ تم مجھکو کان سے پکڑ کر الگ نہ کر دوگے"

"اسنے کہا" ایک انگریز وزیر نے ترقی کرنیوالی سلطنت کو ایک بچے سے مشابہت دی تھی جس کا فراک (کوٹ) ہر سال بڑا کرنا پڑتا ہے۔ یہ تشبیہ ہماری سلطنت پر عائد ہوتی ہے۔ ہمکو اپنے بچے کا کوٹ اتنی بیشمار دفعہ تبدیل کرنا پڑا ہے۔ کہ یہ خطرہ ہے کہ وہ اپنے والدین سے بھی نہ بڑھ جائے۔ مگر اسکی ضرور توقع رکھنی

چاہئے - کیونکہ بوڑھے آدمی ایک خاص عمر کے بعد ہمیشہ تنزل کرنے لگتے ہیں - اور اُس وقت نوجوان اُن کو آ لیتے ہیں " لیکن میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ حتی الامکان جمہوریہ ٹرنسوال کا تنزل روکنے کی پیش بندی کی جائے "

۱۸۹۰ء میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا - جس سے یوٹ لینڈروں کے خلاف اسکی بدگمانی زیادہ ہوگئی - کروگر جوہانسبرگ کو منجملہ دیگر امور کے اس بات کا یقین دلانے گیا کہ اب اِسکا ریلوے کی تعمیر کا ارادہ ہے - چونکہ بہت کچھ باہمی شکوک تھے - اِسکا استقبال بہت بری طرح سے کیا گیا - اور شام کے وقت ٹرنسوال کا جھنڈا گرا کر پھاڑ ڈالا گیا - بعض زیادہ مخبوط الحواس مفسدوں کی ایک اور بھاری تدبیر ابھی باقی تھی - اِن کا منصوبہ اِس سے سرمو کم نہ تھا کہ پریسیڈنٹ اور اس کی گارڈ کو گرفتار کر کے پریٹوریا کے قلعہ اور سلاح خانہ پر قبضہ کر لیا جائے - اور یوٹ لینڈروں کو مسلح کر کے انقلاب کا اعلان کیا جائے - لیکن ان کی خوش قسمتی سے انکی اِس تدبیر میں ناکامی ہوئی - ورنہ ڈاکٹر جیمسن کا حملہ اِس موہومہ نمائش جنگ کے مقابلے میں ناچیز ثابت ہوتا ؛

صلح اور امن کے دوستوں نے پریسیڈنٹ کے اِس معاملہ پر اغماض کرنے کی ترغیب دینے میں کوشش کی - دو سال بعد جوں توں کر کے وہ اس شہر میں اِس کو پھر لے آئے - اِس دفعہ جوہانسبرگ خوش نصیب نکلا - ایک عام تعطیل کا اعلان کیا گیا - اور پریسیڈنٹ کے اعزاز میں یوٹ لینڈروں کے نعرے مارتے مارتے حلق پڑ گئے - تب بوڑھے آدمی نے حقارت کے لہجہ میں کہا " تھوکیں چاٹنے والو " اور وہ اِس میں حق بجانب بھی تھا کیونکہ اُس نے اِس اثنا میں ان کو راضی کرنے کی غرض سے کچھ نہ کیا تھا ؛

ایک اور مرتبہ یعنی سنہ ۱۸۹۴ء میں ایک اور واقعہ سے خیالات کی حالت ظاہر ہوگئی سر ہنری (الحال لارڈ) لوک ہائی کمشنر کی حیثیت میں پریٹوریا گیا - امر متنازعہ فیہ فوجی ملازمت تھی - برٹش رعایا کے بعض آدمیوں کو ایک دیہی

مردوں کے خلاف بوئر افواج میں لڑنے کے واسطے مجبوراً ملازم رکھا گیا تھا۔ یہ واقع خونریزی لوک کے الفاظ میں خوب واضح ہو جائیگا۔

"پریٹوریا میں میری آمد پر پریسیڈنٹ کروگر مع مجلس اسٹیشن پر ملا۔ اور اسکے ہمراہ اسکے بہت سے ایگزیکٹو افسر بھی تھے۔ اسٹیشن پر ایک بڑا مجمع تھا۔ احتیاطی خیالوں سے پریسیڈنٹ نے گاڑی کی طرف جانے کے وقت اپنے اور میرے لیے راستہ صاف کیا۔ مجمع جوش میں بھرا ہوا تھا۔ انھوں نے پریسیڈنٹ کے گاڑیبان کو ہانکنے کی نشست سے الگ کر دیا۔ اور اسکے گھوڑے نکال لیے۔ دو آدمی یونین جیک (علم انگلستان) لیکر نشست پر چڑھ گئے۔ اور اس طریقے سے ہم کو پریٹوریا میں لے گئے۔ جو ایک چوتھائی اور نصف میل کے درمیان فاصلے پر تھا۔ جب ہم ہوٹل میں پہنچے۔ جہاں کہ میرے فروکش ہونے کے واسطے کمرے تیار کیے گئے تھے۔ تو بازاروں میں ایک بڑا ہجوم ہو گیا۔ اور لوگ ایڈریس پیش کرنے کے خواہاں تھے۔ میں نے ایڈریس پیش کرنے والوں کو یاد دلایا کہ میں ایک دوستانہ سلطنت کا مہمان ہوں۔ اور میں نے کسی ایڈریس کے قبول کرنے سے انکار کیا۔ جب تک کہ پریسیڈنٹ اس کی گورنمنٹ۔ اور جنوبی افریقہ کی ریپبلک کی قدر و منزلت کا مناسب لحاظ نہ رکھا جاوے۔ اس زمانہ میں جوہانسبرگ میں بہت اشتعال تھا۔"

بڑی خرابی کی بات یہ ہوئی کہ مجمع کے لوگ اتفاقیہ پریسیڈنٹ کروگر کو سینٹ ہینری ہوٹل کے دروازہ پر گاڑی میں چھوڑ گئے۔ اور اس کے گھوڑے جتے ہوئے نہ تھے۔ اور آگے جانے کی کوئی صورت نہ تھی۔ ہائی کمشنر نے جوہانسبرگ کے سیر کی تیاریاں بھی کی ہوئی تھیں۔ لیکن پریسیڈنٹ کروگر نے اس سے بطور بین الاقوام دوستی کے فعل کے یہ التجا کی تھی کہ اپنے اس متوقع سفر کا خیال چھوڑ دے۔ اگر وہ اس شہر میں چلا جاتا۔ تو بے شک انگریز ہنگامہ برپا کر دیتے۔ پریٹوریا میں سرہنری کی خدمت میں ایک ڈپوٹیشن حاضر ہوا۔ اور وہاں اس سوال پر گفتگو شروع ہوئی کہ آیا یوٹ لینڈروں کے پاس اسلحہ جنگ موجود تھے۔ اس سوال کے پوچھنے سے سرہنری کا منشا یہ تھا کہ ان کے مجنونہ فساد اور ہنگامہ برپا کرنے کی تقویت ظاہر کرے۔ لیکن انھوں نے اس کا منشا سمجھنے میں غلط

گیا۔ انہوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ اگر ہمارے پاس اسلحہ ہوتے تو اُسے ہمکو مزاحمت کرنے کی صلاح دینے میں عذر نہ تھا۔ ڈیپوٹیشن نے اِس کا یہی مفہوم لیا تھا۔ اور دو سال بعد ان کو یہ بات یاد آگئی۔ جس سے ان کی کسی قدر مقصد برآری ہو گئی ✽

اِن حالات کے معلوم کرنے کے بعد مشکل یہ حیرت باقی رہے گی کہ پریسیڈنٹ کروگر اِن لوگوں کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھتا تھا۔ اُس نے کہا مد اِن کو دیکھکر مجھے وہ بوڑھا لنگور یاد پڑتا ہے۔ جو میرے صحن میں زنجیر سے باندھا ہوا ہے۔ جب چند روز پیشتر کافروں کی آگ میں اُس کی دم جل گئی۔ تو وہ میری طرف مڑا۔ اور مجھکو کاٹ کھایا۔ حالانکہ تھوڑا عرصہ پیشتر میں اس کو کھانا کھلا رہا تھا ✽

باب دہم

کروگر اور اہل جرمن

انگلستان کے ساتھ سلوک کرنے میں کروگر کی پالیسی یہ ہے کہ ایک پولیٹیکل پارٹی کو دوسری سے ٹکرا دے۔ دنیا کے ساتھ بحیثیت مجموعی سلوک کرنے میں اس کی تجویز یہ ہے کہ ایک قوم کو دوسری سے ٹکرا دے۔ ۱۸۸۴ء سے وہ لگاتار اور حتی الامکان جرمنی کے اثر و اقتدار کو برٹش اثر و اقتدار سے ٹکرانے کی دھن میں لگا رہا ہے۔ تاکہ اپنی قومی آزادی کو قائم رکھے۔ بعض لوگوں نے یہ خیال کیا ہے کہ وہ ٹرینسوال کو جرمن پروٹیکوریٹ بنانا چاہتا ہے اور جرمنی کی حفاظت کو پسند کرتا ہے۔ مگر واقعی یہ بات نہیں۔ وہ بخوبی آگاہ ہے کہ اِس قسم کا خیال عملی پالٹیکس کی حدود سے بالکل خارج ہے۔ اس نے جرمنی سے حتی الوسع کام لیا ہے۔ اس نے جرمنی کو بے شمار تجارتی فوائد دئے ہیں۔ لیکن وہ جرمنی کی ٹرنسوال میں فوقیت حاصل کرنے کے خلاف ویسا ہی جان توڑ کر لڑے گا جیسا کہ اب وہ انگریزوں سے بے تعلق ہو جانے کی خاطر لڑ رہا ہے۔

جرمنی کے مقرب بننے کی کوشش اس نے پہلے پہل ۱۸۸۴ء میں کی۔ جب اس نے معاہدہ کو پختہ کرنے کی غرض سے نظر ثانی کے واسطے یورپ کا سفر کیا۔ تب وہ برلن کو گیا۔ اور اس نے جرمنی کی کالونیل (نوآبادی کی) فریق سے خوب تعارف پیدا کیا۔ جنوبی افریقہ اور انگلستان میں بھی انگریز مدبروں نے اسکے ساتھ کسی

قدر حقارت سے سلوک کیا تھا۔ یا کم از کم اس طرح پر کہ وہ اس پر اپنی فوقیت ثابت کرنا چاہتے تھے۔ اور اسکو چھپا نہ سکتے تھے۔ جیسا کہ کسی مضطرب اور بے چین آدمی کے خیالات ظاہر ہو ہی جاتے ہیں۔ گویا کہ وہ اپنے آپ کو اس دہقان سپاہی مدبر سے بدرجہا فائق خیال کرتے تھے۔ پرنس بسمارک نے اس کی نسبت علانیہ کہا تھا کہ وہ اس صدی کے سب سے بڑے ڈپلومیٹ (مدبر سلطنت) لوگوں میں سے ایک ہے۔ اور بوڑھے قیصر ولیم نے اس سے صرف زبردن جرمنی کی زبان میں گفتگو ہی نہیں کی بلکہ اسکو یہی معلوم ہوا کہ ان دونوں کے مذہبی خیالات میں مشابہت ہے۔ کروگر نے بھی دل کھول کر گفتگو کی۔ اس نے قیصر جرمنی سے کہا۔ حضور انور ایک عمر رسیدہ جنٹلمین ہیں۔ اور ایک زبردست سلطنت پر حکمران ہیں۔ ٹرنسوال جرمن کے مقابلہ میں محض ایک چھوٹا بچہ ہے۔ ایسا بچہ اپنے والدین اور ولیوں کی مدد کا دست نگر ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ گر پڑے۔ اور پھر اسکے اٹھنے میں مدد کی ضرورت ہو۔ اگر ہم لوگوں کو ٹرنسوال میں کبھی شدید ضرورت پڑے۔ تو کیا آپ ہماری مدد کرینگے اور ہم کو خلاصی دلائینگے۔

جرمنی کے کالونیل فریق کے ہوس پرست ممبروں نے کروگر کو ایک ایسا شخص خیال کیا۔ جو ان کو انگریزوں کے جنوبی افریقہ میں پیش قدمی کرنے سے روکنے میں مدد دے گا۔ کئی مباحثے اس بارے میں ہوئے کہ کیا کیا جانا اور کس طرح کیا جانا چاہیئے۔ اور کروگر کے وطن میں واپس آنے کے تھوڑے عرصہ بعد تجاویز افعال کی صورت میں ظاہر ہوئیں۔ ۱۸۸۴ء کے معاہدہ کے مطابق ٹرنسوال کی مغربی سرحد نہایت سختی سے معین کی گئی۔ یہ ارادتاً کیا گیا تھا تاکہ انگلستان کا بڑا تجارتی راستہ افریقہ میں سے کھلا رہے۔ مگر یہ بوئروں کے حسب منشا نہ تھا۔ جنہوں نے خاص حدود کے اندر قید ہونے پر بڑے زور سے اعتراض کیا۔ اہل جرمنی نے اس سے پیشتر ڈیمارالینڈ پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور بوئر بیچوانا لینڈ کے الحاق کا فکر کرنے لگے۔ تاکہ اس طرح عین افریقہ کی دوسری جانب

پختہ حد فاصل ہو جائے۔ جو انگریزوں کے شمال کی جانب پیشقدمی کرنے میں روک ہو۔ یہ مشکل کروگر پریٹوریا میں واپس آیا تھا جب کہ بوئروں کی جماعتوں نے کھلم کھلا مرتب ہو کر بیچوانالینڈ پر حملہ کیا۔ یہ مہم گورنمنٹ ٹرینسوال کی سرکاری حفاظت میں نہ تھی۔ لیکن اس کے سرغناؤں میں ٹرینسوال کے سرکاری عہدہ دار بھی شریک تھے۔ اور پریسیڈنٹ کروگر بخوبی جانتا تھا۔ کہ کیا ہو رہا ہے۔ بلکہ بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ اس مہم کے تمام بندوبست خود اسی نے کیئے تھے۔ ان غارتگروں نے ایک برٹش عہدہ دار کمانڈر بیتھیل کو نہایت بزدلانہ طریقہ سے مار ڈالا۔ انہوں نے میفکنگ پر حملہ کیا۔ اور زبردستی تمام ملک پر اپنی حکومت کا سکہ جمانے کی کوشش کی۔ انہوں نے دیسی سرداروں کو رغبت دے کر یا تشدد سے مجبور کیا کہ ان کو وہاں جمہوری سلطنتیں قائم کرنے کے واسطے مدعو کریں اور مناسب وقت کے بعد پریسیڈنٹ کروگر نے ایک اعلان کے ذریعہ ان نئی جمہوری سلطنتوں کو ٹرینسوال کی حفاظت میں لے لیا۔ یہ کام اپنے طور سے بہت عمدہ تھا۔ اور اگر اس میں کامیابی ہو جاتی۔ تو برطانیہ کلاں کلی طور پر توسیع حکومت سے رک جاتا۔ اس میں شک نہیں کہ جب کروگر نے انگلستان سے یہ علاقہ چھین لیا۔ تو اس نے خیال کیا کہ کسی قدر اور لینے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ لیکن اس دفعہ انگلستان چوکس ہو گیا تھا۔

پادری جان میکینزی انگلستان میں لیکچروں اور تصویروں کے ذریعہ ظاہر کرتا رہا تھا کہ بوئروں کے پیش قدمی کے کیا معنے ہیں۔ مسٹر روڈس نے جو انہیں دنوں میں شہرت حاصل کر رہا تھا۔ اس امر میں مدد کی۔ برٹش گورنمنٹ کو تمام معاملہ کی گستاخی پر تعجب ہوا۔ اور ٹرینسوال کو الٹیمیٹم (اعلان جنگ) دیکر کروگر کو مجبور کیا کہ اپنا اعلان واپس لے لے۔ اس نے بیچوانالینڈ میں ایک فوجی مہم بھی بھیجی جس نے باغیوں اور غارتگروں کو ان کے وطن کی طرف نکال دیا۔ اس غارتگری اور اسی قسم کی اور تاخت و تاراج کی مہموں کی یاد سے بہت سے پرانے انگریز بوئروں کی ڈاکٹر جیمسن کی غارتگرانہ حملہ پر سچا خفگی کرنے کے متعلق مسکراتے

تھے۔ اتحاد کو ربط وضبط دینے کے واسطے جرمنی کے ساتھ عہدنامہ تجارت قایم کیا گیا۔
لیکن اس سے بھی زیادہ کروگر نے حتی الوسع ہر ایک طریقہ سے جرمنی والوں سے
رعائتیں شروع کیں۔ وہ اہل ہالینڈ کے ساتھ عمدہ عمدہ اجاروں اور رعائتوں
میں شریک ہوتے تھے۔ تا بحدے کہ بہت سے قدیم بوئر بلند آواز سے بڑبڑانے
لگے۔ جب خلیج ڈیلیگیوا کی ریلوے تعمیر کی گئی۔ تو اہل جرمنی نے ہالینڈروں یا
رسے ہیلک دونوں کی نسبت زیادہ حصے لیئے۔ اس ریلوے کا انتظام بظاہر اس
طرح سے کیا گیا کہ جرمن تاجروں کی ہر ایک موقع پر طرفداری اور رعائت کی جائے۔
اہل جرمن بھی کروگر کی پشت پناہ بنے۔ اور اس کے ملک میں سرمایہ کا سیلاب بہا دیا۔
اور ڈائینامیٹ جیسی چیزوں سے ہر ایک کان کے مالک پر ٹیکس لگنا شروع ہوا۔
جس سے گورنمنٹ کی منفعت کی صورت نکل آئی۔ مگر کم از کم ایک حالت میں یعنے
گورنمنٹ کے شہر پریٹوریا کو برقی روشنی سے روشن کرنے کے معاہدہ میں صرف
چار جرمن کارخانوں کو مقابلہ کرنے کی اجازت دی گئی۔ اور جب ڈاکٹر لیڈس
۱۸۹۶ء میں سیکریٹ سروس منی (خفیہ ملازمت کی رقم) کے ۵۰ ہزار پونڈ لے کر
یورپ کو گیا۔ تو یہ عام طور پر یقین کیا گیا تھا کہ اس کا منشا براہ راست جرمنی کے
بوڑھے سپاہیوں کو ٹرینسوال میں نقل مکانی کرنے کی غرض اعانت دینا ہے +

۱۸۹۵ء میں قیصر کی سالگرہ کے روز کروگر نے علے رؤس الاشتہاد جرمنی
سے اپنی دوستانہ پالیسی کا اعلان کر دیا۔ اور اس سے کچھ عرصہ بعد جب خلیج ڈیلیگوا
کی ریلوے کھولی گئی۔ تو جرمنی کے چار جنگی جہاز جشنوں میں شریک ہونے کے
واسطے بھیجے گئے۔ اور کروگر کا انپر تقریباً شاہانہ اعزاز سے استقبال کیا گیا۔
لیکن جنوری ۱۸۹۶ء تک انگریز بحیثیت مجموعی جرمنی کی دھمکی کو سنجیدہ خیال
نہ کرتے تھے۔ مگر اب وہ نفس الواقع بیدار ہو گئے۔ جیمسن اور اسکے سپاہیوں کی
شکست کے بعد قیصر نے کروگر کو اسکی فتح کی تہنیت کا سرکاری تار دیا۔ قیصر نے
لکھا تھا "میں تمہارے روبرو تہ دل سے مبارکباد ظاہر کرتا ہوں کہ دوست طاقتوں

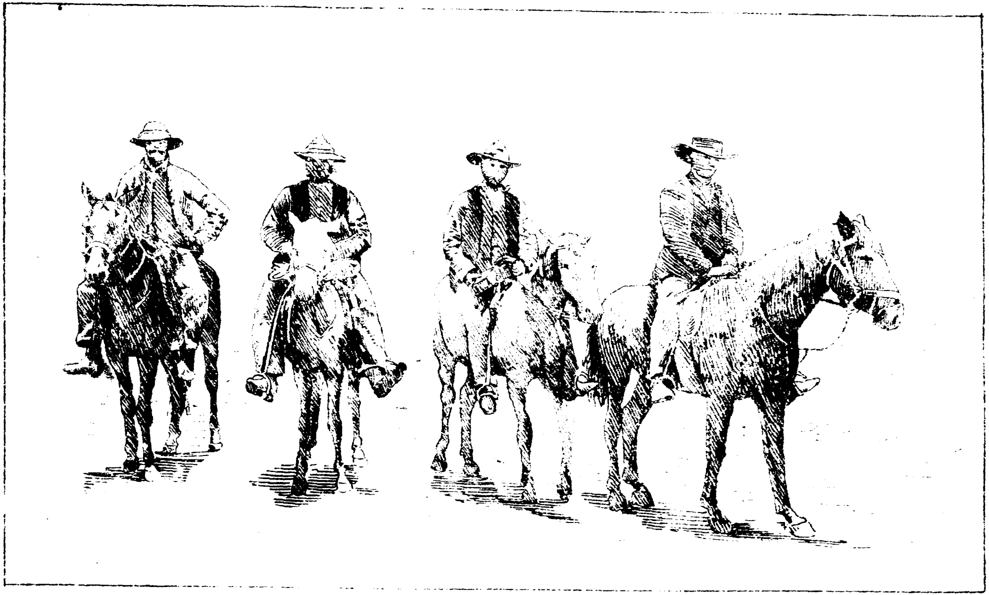

بوئروں کی ایک جماعت ویلڈ (میدان) پر

سے مرافع کرنے کے بغیر ہی تم نے اور تمہاری رعایا نے اپنی ہی افواج کے ساتھ - اِن مسلح جماعتوں کو پسپا کیا ہے - جو تمہارے ملک پر ٹوٹ پڑی تھیں - اور یہ کہ تم نے غیر ملک کی ناجائز پیش قدمی کے خلاف اپنے ملک کی آزادی قائم رکھی ہے" صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا - بلکہ جرمنی کے ایک اور جنگی جہاز کو خلیج ڈیلیگیوا کی طرف روانہ ہونے کا حکم دیا گیا - اور وزیر جرمنی نے گورنمنٹ پرتگال پر اِس بارہ میں ازحد زور ڈالا کہ ایک بحری فوج کو لنگر انداز ہو کر علاقہ پرتگال سے گذر کر ٹرینسوال میں جانے کی اجازت دے - پرتگیزوں نے اس سے انکار کیا ؛

اِس فعل سے انگلستان کی بیداری معمول سے زیادہ ہو گئی - اِس سے خود کرو گر کے کان کھڑے ہو گئے - اس نے صاف دیکھ لیا کہ اہل جرمنی کا ارادہ اِس کے ملک پر براہ راست پروٹیکٹوریٹ حاصل کرنا تھا - مگر اس وقت اُس کی حالت بہ مشکل ایسی تھی کہ وہ علے رؤس الاشتہاد قیصر کو جھڑکی دے - لیکن اِس کے دوست اور معاون مسٹر ہوفمیئر نے جو افریقینڈر بانڈ کا سرغنہ ہے شہنشاہ کے اِس تار پر کھلم کھلا قہقہہ اُڑایا - اور کہا اِس نے صرف شیخی بگھاری ہے - اور یہ پیشین گوئی کی کہ جرمنی کے انگلستان سے جنگ کرنے کا پہلا نتیجہ یہ ہو گا کہ جرمنی اپنے تمام مقبوضات افریقہ سے ساتھ دھو بیٹھے گا ؛

باب یازدہم

طوفانِ مصائب اور کشمکش

گذشتہ آٹھ سال سے پریسیڈنٹ کروگر کی حالت پھولوں کی سیج پر نہیں گذری اِس صدی کے آخری عشرہ کا افتتاح اسکے حق میں زبون ثابت ہوا۔ اس کے اپنے برگرمنہ زور ہو رہے تھے۔ اسکی ذاتی شہرت اور ہر دل عزیزی میں فرق آ رہا تھا۔ اسکا رقیب جوبرٹ جلد جلد با اقتدار ہو رہا تھا۔ انگلستان کے ساتھ تعلقات نہائت بے طرح تھے۔ اور یوٹ لینڈر لوگ بغاوت کرنے کی دھمکیاں دے رہے تھے۔ کچھ وقت تک فری سٹیٹ کے ڈچ بھی اِس کے مخالف ہو گئے تھے۔ افسروں کی ایک تعداد ہالینڈ سے بلائی گئی تھی۔ جس سے برگردن کو سخت نفرت اور ناراضگی ہوئی۔ جو ملک کے ہر گوشے کو اپنے فائدے کی خاطر چھانتے پھرتے تھے۔ پریزیڈنٹ کروگر کو اس بارے میں الزام دینا سہل ہے۔ اور اِس معاملے میں اسکی رعایا کی نسبت اور لوگ زیادہ سخت نکتہ چینی کرنے والے نہ تھے۔ لیکن اِس کو تربیت یافتہ اور قابل مددگاروں کا اشد ضرورت تھی۔ اس کی رعایا ایسی تنہائی کی حالت میں رہی تھی۔ کہ وہ اسکو قانونی اور حرفتی تعلیم میں حسب ضرورت امداد نہ دے سکتی تھی۔ وہ یہ جرأت نہ کرسکتا تھا۔ کہ انگریزوں پر بھروسہ کر کے ان کو تعینات کر دے۔ کیونکہ وہ انگریزوں کو پسند نہ کرتا تھا۔ اور وہ جانتا تھا کہ غالباً وہ اپنے عہدوں سے یوٹ لینڈروں کے حقوق بڑھانے میں فائدہ اٹھائینگے۔ ہالینڈر اور جرمن ہی ایسے لوگ تھے۔ جن پر وہ اپنے ہمراہ کام کرنے میں

اعتبار کر سکتا تھا۔

لوگ اُس پر بھی رشوت ستانی کا الزام تھوپ رہے تھے۔ یہ مناسب ہے کہ اس مقام پر ان وجوہات کی تفصیل کردی جائے جن پر اس الزام کی بنا کی جاتی ہے۔ اوّل امر یہ ہے کہ اس نے ایک شخص مسٹر نیلما ہیئس سے ایک مکان بطور تحفہ قبول کیا۔ جس میں وہ اب رہائش گزین ہے۔ اور تھوڑا عرصہ بعد اس نے اس جنٹلمین کو ایک آبکاری تعمیر کرنے اور خرید کردہ میوجات اور اناج سے شراب کشید کرنے کا خاص حق عطا کیا۔ رشوت ستانی کے دوسرے الزام کی بنا یہ ہے کہ اس نے وولکسراڈ کو اپنی جائداد کے گرد پانچ ہزار پونڈ کی لاگت سے سڑک بنانے پر مجبور کیا جو اس فارم کے مالک کے سوا کسی شخص کے کام نہ آسکتی تھی۔ دو ایک اور خفیف معاملات بھی ہیں جن کا بیان کرنا ضروری نہیں۔ ناظرین کتاب خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ یہ افعال کہاں تک رشوت ستانی کے ذیل میں گردانے جا سکتے ہیں۔ مگر یہ امر یقینی ہے کہ جب ان کا ٹرنسوال کے دیگر معاملات سے مقابلہ کیا جاتا ہے تو یہ بالکل ہیچ ہیں۔

۱۸۹۳ء میں ترقی کی حمایت کرنے والی پارٹی نے اپنے آپ کو ایک بڑی لڑائی کے واسطے تیار کیا۔ پہلی وولکسراڈ کا انتخاب اس سال وقوع میں آیا۔ اور پریسیڈنٹ کا مقابلہ بھی اُسی وقت ہوا۔ ترقی کے حامیوں نے جوبرٹ کو اپنا امیدوار پیش کیا۔ اور دونوں طرف سے کھلے دل سے روپیہ لٹایا گیا۔ کیپ کالونی اور نٹال میں پولیٹیکل شیوہ اور رشوت ستانی اور دیگر خرابیوں کی طرف لوگوں کا خیال اسی قسم کا ہے۔ جیسا کہ انگلستان میں ایک صدی پیشتر تھا۔ بظاہر کروگر صوبجات متحدہ امریکہ کے پولیٹیکل فریقوں کے طرز و انداز کا بخوبی مطالعہ کرتا رہا تھا۔ کیونکہ اس نے ان کے طریقوں کو اپنے ملک بطور کلی ملحق کر لیا تھا۔ بحیثیت پریسیڈنٹ کے اس کے ہاتھوں میں انتخابات کی کل تھی۔ اور اس نے اس کو اپنی مقصد براری کے واسطے استعمال کیا۔ معدودے چند بلکہ ایک شخص کو بھی یہ شک نہیں کہ اس انتخاب میں جنرل جوبرٹ نے فی الحقیقت ووٹوں کی کثرت رائے حاصل کر لی تھی۔ لیکن جب ووٹوں کے رجسٹر سے آخری دفعہ ان کی تعداد بتائی گئی۔ تو یہ اعلان

کیا گیا کہ کروگر کے ۷۸۸۱ اور جوبرٹ کے ۷۰۰۹ ووٹ ہیں۔ جوبرٹ کے فریق نے تو یہاں تک ٹھان لیا تھا کہ کروگر کے خلاف اسلحہ حرب سے دادرسی کا مرافعہ کیا جائے۔ لیکن پھر وہ لوگ بہترین مشورت پر کاربند ہوئے۔ اور کروگر کو ایک اور مرتبہ فتح حاصل ہوئی ؛

انگلستان کے ساتھ اکثر تنازعات ہوا کرتے تھے۔ بوئر سوازی لینڈ لینا چاہتے تھے۔ اور کروگر نے ہر طرح کے غیر سرکاری وعدے کئے کہ اگر اسکو یہ ملک مل گیا تو وہ بہت عمدہ اصلاحیں کرے گا۔ برٹش علاقہ میں بہت سی غارت گری کی مہمیں بھیجی گئیں۔ اور ایک سے زیادہ مرتبہ انگلستان اور ٹرینسوال کے لڑائی ہونے میں کچھ ہی کسر رہ گئی۔ اور لڑائی صرف کروگر کے دب جانے سے ہی ٹلی ؛

اِس اثنا میں ایک اور شخص سیسل روڈس نامی جنوبی افریقہ میں نامور ہونے لگا۔ اس کا اور کروگر کا پہلے پہل بیچوانالینڈ کے سوال پر مباحثہ ہوا تھا۔ اور جلدی ہی کئی اور طرح سے ان کی سٹ بھیڑ ہوگئی۔ انگلستان میں یہ ایک عام خیال ہے کہ جنوبی افریقہ کے پالٹکس کا مجموعہ روڈس اور کروگر صرف دو نام ہیں۔ یہ صحیح نہیں۔ لیکن یہ بھی یقینی امر ہے کہ یہ دونوں شخص دو مختلف اور معاند پالیسیوں کے قائمقام ہیں۔ روڈس برٹش تفوق اور دریائے زیمبیزی کے جنوب کی ملک میں تمام سفید آدمیوں کے واسطے مساوی حقوق حاصل کرنے اور کروگر ایک آزاد افریقینڈر قوم بنانے کی غرض سے کوشش کر رہا ہے۔ روڈس کیپ کالونی کا وزیر اعظم ہیرون کے کانوں کی متحدہ کمپنی ڈی بیرس نامی کا ہیڈ۔ ٹرینسوال کی بڑی کان کن کمپنی کانسو لیڈیٹیڈ گولڈ فیلڈ س" کا سردار علاقہ روڈیسیا کا بانی ہو۔ ایسا کم پایہ شخص نہ تھا کہ اس کو نظر انداز کیا جائے۔ سلطنت برطانیہ کے علاقہ کو شمالی لینڈ اور ماشونالینڈ تک وسعت دے کر اس نے بوئروں کو بطور ایک علیحدہ قوم کے شمال کی طرف محدود کر دیا۔ پہلے پہل وہ کروگر کے ساتھ مل کر کام کرنا چاہتا تھا جیسا کہ اس نے کیپ کے ڈچ لوگوں سے کیا تھا۔ لیکن بوڑھا پریسیڈنٹ اس سے کچھ واسطہ نہ رکھنا چاہتا تھا۔ کروگر کو جلدی ہی یہ خیال پیدا ہو گیا کہ روڈس ہی اس کی تمام مشکلات کا باعث تھا۔ اور موخر الذکر کی طرف سے اس کو سخت نفرت پیدا ہوگئی۔

گذشتہ چند سال میں اسکے نام کا ذکر کر دینے سے ہی بوڑھا بوئر برافروختہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کے واسطے اس نے اپنے حسب پسند "قاتل" کا صفاتی نام مختص کر رکھا ہے۔ معمولی گفتگو میں وہ مسٹر رہوڈس کا ذکر نہیں کرتا بلکہ کہتا ہے۔ "وہ قاتل" اور ہر ایک شخص کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس سے اسکا مفہوم کس شخص سے ہے ؎

کونسولیڈیٹیڈ گولڈ فیلڈس (متحدہ کمپنی کانہائے طلا) کے افسر اعلےٰ کے حیثیت میں مسٹر رہوڈس کو ٹرنسوال میں عمدہ گورنمنٹ حاصل کرنے میں بڑے بڑے مالی مفاد متصور تھے۔ اور بحیثیت کیپ کالونی کے وزیر اعظم کے اس کی خواہش تھی کہ ملک ٹرنسوال میں فسادات کا کلی انسداد ہو جائے۔ جوہانسبرگ کی معدنیات کے اور بڑے بڑے مالک اسکے ساتھ شامل ہو گئے۔ اور انہوں نے مل کر ایک خاصے سازش کی صورت پیدا کر دی۔ ڈاکٹر جیمسن روڈیسیا کا منتظم کمپنی کی سند یافتہ افواج کو خفیہ طور پر میفکنگ میں لانے کے لئے مقرر کیا گیا۔ جو سرحد ٹرنسوال پر واقع ہے۔ ساتھ ہی جوہانسبرگ میں بھی حکام کی اجازت کے بغیر خفیہ طور پر اسلحہ حرب پہنچائے جانے اور یوٹ لینڈرون کو چپ چاپ بطور فوج کے منضبط کرنے کی تجویز ٹھیر گئی۔ ایک مقررہ اشارے پر پریٹوریا کے سلاح خانہ پر قبضہ کیا جاتا تھا۔ یوٹ لینڈرون کو مسلح اور پریسیڈنٹ کو گرفتار کیا جاتا۔ اور ایک نئی عارضی گورنمنٹ کا اعلان دیا جاتا تھا۔ ساتھ ہی جیمسن نے ایک ہزار سپاہیوں کو ساتھ لے کر نئی گورنمنٹ کی مدد کرنے کے واسطے سرحد پر سوار ہو کر گزرتا تھا ؎

کروگر اپنی فراست سے تاڑ گیا تھا۔ کہ کیا ہو رہا ہے۔ گو اسکو اس سازش کی پوری پوری وسعت کا حال معلوم نہ تھا۔ اس نے ایک سخت اور چٹکی لینے والے جملہ میں اپنی رعایا کو بتا دیا کہ تمہیں اس وقت تک انتظار کرنا چاہئے جب تک کہ کچھوا اپنا سر چھلکے سے باہر نہ نکالے۔ اور پھر تم اس کو پاؤں تلے روند سکتے ہو ؎

لیکن مصلحوں نے اپنے آپ ہی اس بات پر جھگڑنا شروع کیا کہ آیا نئی حکومت برطانیہ کلاں کے ماتحت ہونی چاہئے یا اس سے آزاد۔ ڈاکٹر جیمسن کے پاس نہایت ضروری پیغامات بھیجے گئے کہ جب تک اس امر کا تصفیہ نہ ہو لے۔ وہ حملہ کرنے میں

تشویق کرے۔ لیکن اس منتظم نے ان کو ایک طرف ڈال دیا گویا کہ انسے بے خبر ہی تھا۔ وہ متہور اور شجاع تو تھا ہی اُس کو یقین تھا کہ ایک ہی عمدہ دھاوے سے کام تمام ہو جاویگا۔ اور ۱۸۹۵ء کے آخری اتوار کی شام کو وہ اور اُس کے سپاہی ٹرینسوال کے علاقہ پر ٹوٹ پڑے۔

اِس داستان کی تفصیل سب کو بخوبی معلوم ہے۔ اِس اثنا میں پریٹوریا میں معاملات کی کیا کیفیت تھی؟

کروگر کے جاسوسوں نے اس کا کام خاطر خواہ نہ کیا۔ کیونکہ اس کو سازش کے اتنی جلدی ترقی کر جانے کی توقع نہ تھی۔

انگریزی ایجنٹ سر جیکولس نوروز کی صبح کو پریزیڈنٹ کروگر کے روبرو کسی ضروری کام کے لئے طلب کیا گیا۔ اور وہ اپنے بستر سے اٹھکر حاضر ہوا۔ اس نے دیکھا کہ کروگر وسط میں اور اُسکے سربرآوردہ افسر ایک حلقہ میں اس کے گرد بیٹھے ہیں۔ اسکو بہت جوش آیا ہوا تھا۔ اور اُس نے علانیہ کہا جوہانسبرگ سے دو ہزار آدمی میکسیم توپوں اور بندوقوں کے ساتھ پریٹوریا کی طرف بڑھتے چلے آ رہے ہیں۔ ایک گھوڑا زین سے کسا کسایا اُسکے اصطبل میں تیار کھڑا تھا۔ تاکہ اسکو اور بیچارے مسٹر کروگر کو معرض خطر سے نکال کرلے جائے۔ کیونکہ اِس کی بیوی کو یہ حیرت تھی کہ اُس کا بوڑھا شوہر کس طرح سوار ہو سکے گا۔" کیونکہ وہ بیس سال سے زین پر کبھی سوار ہی نہیں ہوا۔"

پریٹوریا میں خوف وہراس پھیل گیا۔ لیکن لوگوں کو اپنی دہشت اور سراسیمگی کا غیر ضروری ہونا جلد معلوم ہو گیا۔ تمام اطراف کو قاصد باہر بھیجے گئے۔ اور بہت گھنٹے گذرنے نہ پائے ہونگے کہ بوئر دہقان سینکڑوں اضلاع سے اپنی جانوں کے ساتھ اپنے لیڈر کی حفاظت کرنے کو جمع ہو گئے۔ کوئی ضرورت نہیں کہ پرانی داستان سُنائی جائے۔ اور یہ بیان کیا جائے کہ بوئروں نے کس طرح فتح حاصل کی۔ کس طرح کروگر اپنے قیدیوں سے سلوک کرتا تھا۔ جیسا کہ بلی چوہے سے کیا کرتی ہے۔ اور کس طرح اِس ناکامی سے وہ جوہانسبرگ کو بالکل اپنے زیر اقتدار لانے میں کامیاب ہوا۔

فتح کے وقت اِس کو صرف ایک افسوس تھا۔ اِس کو یقین تھا کہ اِس معاملہ کا سب سے بڑا تحریک کرنے والا اسپیل روڈس تھا۔ اور وہ اِس کو سزا دینا چاہتا تھا۔ اس نے پوچھا وہ چھوٹے کتوں کو تازیانے لگانے کا کیا فائدہ ہے۔ جب کہ بڑے تک ہاتھ نہ پہنچ سکے۔"

باب دوازدہم

ناکامی

اب ہر ایک چیز کروگر کے ہاتھوں میں تھی۔ جوہانسبرگ پالیٹکس سے اکتا گیا تھا۔ اور انقلابات کی سرد بازاری تھی۔ انگلستان کو محسوس ہوا کہ اس کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ اور کہ کچھ وقت تک ٹرنسوال کو اپنی قسمت خود بنانے کے واسطے چھوڑ دینا پڑے گا۔ واقعی مدبرانہ طریق سے کاربند ہونے۔ اپنے مخالفوں سے دانشمندانہ سلوک کرنے اور فیاضی کا برتاؤ کرنے سے تمام باتیں ٹھیک ہو جاتیں۔ پندرہ سال پیشتر کروگر ایسا کر سکتا تھا۔ اب وہ بہت کچھ اپنی تجویز کردہ راستہ پر جا چکا تھا۔ اور وہ اس سے ایک انچ بھر برگشتہ ہونے یا ڈگمگانے والا نہ تھا۔

عمدہ مشیروں نے جو سالہا سال سے اسکو اپنی وفاداری کا ثبوت دے چکے تھے۔ اس سے درخواست کی کہ جوہانسبرگ کے بارہ میں اپنے اعلان صلح و امن کا پابند رہے۔ لیکن دوسرے مشیروں میں بھی کمی نہ تھی۔ اور بعض ہالینڈ آفیشل ایک آزاد جنوبی افریقہ کی تصویر خوشنما رنگوں میں دکھانے سے تھکنے میں نہ آتے تھے۔ جس میں اس قسم کی آزادی ہو کہ اس سے یورپ کو کچھ واسطہ نہ ہو۔ اور جسپر کروگر بطور پریسیڈنٹ حکمران ہو۔ بارہا کروگر کی تقریریں ایک طرف اور بعض اوقات دوسری طرف اشارہ کرتی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔ لیکن انتہا ہمیشہ وہی ہوا کرتا تھا۔ یوٹ لینڈروں پر پولیس کی بڑی بڑی سختی سے نگرانی کی گئی۔ حتّٰے کہ ان کے چھینے سے تمام روئے زمین پر واویلا کی

کافر حبشی کان کن لڑکوں کا ایک گروہ

صدا سنائی دینے لگی ؛

انگلستان میں بھی اب اہلِ جوہانسبرگ کے ساتھ لوگوں کو بہت کم ہمدردی رہ گئی تھی۔ یہ خیال کیا گیا تھا (مگر بالکل انصاف کے رُو سے نہیں) کہ اُنہوں نے بیوقوفوں کی طرح اپنے غنیمت موقعوں کو ظاہر کر دیا تھا۔ اور جس انعام کے وہ مستحق تھے ان کو مل گیا تھا۔ اُن کو علانیہ طور سے بزدلی کا طعنہ دیا جاتا تھا۔ اور کچھ وقت اُن کے شہر کا نام جنوبی افریقہ میں جوڈاز برگ (یہوداہ اسقریوطی کا شہر) مشہور ہو گیا۔ شاید ان کی سازش کا اِن سب سازشوں میں نہایت بُری طرح سے انتظام کیا گیا تھا کہ جن میں چند گذشتہ سالوں سے انگریز شریک ہوئے ہونگے۔ اور انھوں نے دشمن کو صدمہ پہنچانے کے بغیر ہی ہتھیار ڈالنے پر قناعت کی۔ اِس میں کچھ شک نہیں کہ ان کے عذر بے شمار تھے۔ اور اِس میں بھی شک نہیں کہ کروگر نے ان کو مودھو اور احمق بنا دیا تھا۔ لیکن دنیا اِس بات کو ترجیح دیتی کہ اُن کے لڑنے کے بعد ان کے عذر سنے جاتے ؛

جوہانسبرگ کی حالت اِس سے بھی زیادہ حیرت انگیز اور قابلِ ذکر ہے۔ کیونکہ کئی سربرآوردہ لیڈروں کے حوصلے اور شجاعت مسلّم الثبوت اور آزمائے جا چکے تھے لیکن اگر اُن سے دانشمندی کے خلاف کوئی امر سرزد ہؤا۔ تو اُن کو اِس کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ بوئروں نے نہایت ناقابلِ برداشت طرز اختیار کی۔ اہلِ انگلستان کو وہاں ہر طرح کی ذلتوں کے لائق سمجھا جاتا تھا۔ اور بوئر اِس میں بھی بڑی احتیاط کرتے تھے کہ اُن کو بکثرت ذلتوں کا مزا چکھایا جائے۔ برٹش گورنمنٹ اِن باتوں کو دیکھ رہی تھی۔ لیکن خاص وقت تک کچھ کر نہیں سکتی تھی۔ کروگر اب انگلینڈ کی حقارت کرنے کی حد تک پہنچ گیا تھا۔ وہ اور اُس کے مؤید و معاون باہمی مذاق کیا کرتے تھے:۔ "چیمبرلین ہاں ہاں چیمبرلین بہت زور سے بھونکتا ہے۔ لیکن تم کو اِس کا کاٹنا محسوس نہیں ہوتا۔ وہ ہر وقت تمہارے ٹخنوں کو تاڑ تاڑ کر بے چین ہو رہا ہے۔ لیکن وہ اِن میں اپنے دانت نہیں ڈالتا ؛

آخرکار جیسا کہ اُس وقت خیال کیا گیا تھا۔ ایک تھوڑی سی بات سے معاملات

کی حالت نازک ہو گئی۔ انگریزی رعایا میں سے ایک شخص اڈگر کو ایک بوئر پولیسمین نے ایسی حالت میں گولی سے مار دیا کہ ٹرینسوال کی برٹش رعایا میں سخت برآشفتگی اور جوش پیدا ہو گئے۔ انھوں نے براہِ راست ملکہ معظمہ کے حضور میں اپیل کی۔ اور ایک جلسہ کیا۔ جس کو بوئروں کے ایک اژدہام نے بڑی بُری طرح سے منتشر کر دیا۔ سر الفرڈ ملز جنوبی افریقہ کے ہائی کمشنر نے مداخلت کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے اور پریزیڈنٹ کروگر کے مابین بلوئم فونٹین پایہ تخت اورینج فری سٹیٹ میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس کا افتتاح ۳۱ مئی ۱۸۹۹ء کو ہوا۔

انگلستان اس کانفرنس میں صدقِ دل سے اس خیال سے شامل ہوا تھا کہ جنوبی افریقہ کی کشمکش کا امن وامان خاتمہ ہو جائے۔ پریسیڈنٹ کروگر اس میں اس غرض سے شریک ہوا تھا کہ نفس الامر میں کوئی رعایت نہ دے گا۔ پریٹوریا کے پالیٹکس کے اندرونی حالات سے واقف اس امر کو بخوبی جانتے تھے۔ ایک تھوڑی سی بات ہے جو میری نظر سے گذری اس امر کی تشریح ہو سکتی ہے کہ کروگر کے دوستوں کو کیا معلوم تھا۔ میرے واقفوں میں سے جنوبی افریقہ کے ایک لیڈر نے اپنے ایک دوست کو علے رؤ الاشہاد یہ کہتے ہوئے سنا کہ آخر کار کانفرنس کی وساطت سے صلح وامن کا زمانہ شروع ہو جائے گا۔ اس نے کہا "میں تمہارے ساتھ دس ہزار پونڈ کی شرط لگاتا ہوں کہ ایسا نہیں ہوگا۔ لیکن میں تم کو بتائے دیتا ہوں کہ اگر تم میرے ساتھ شرط لگاؤ گے تو اپنا تمام روپیہ ضائع کر بیٹھو گے۔ کیونکہ مجھے جیت جانے کا پورا یقین ہے" میں نے اس سے پوچھا تمہیں کیوں یقین ہے۔ اس نے جواب دیا "اس میں کسی طرح کلام نہیں۔ برٹش گورنمنٹ بھی اگر چاہے تو یہ معلوم کر سکتی ہے کہ کانفرنس منعقد کرنے میں صرف وقت ضائع ہوگا" کروگر نے یہ ارادہ مصمم کر لیا ہے کہ وہ استقلال سے قائم رہے گا۔ اور کوئی چیز بھی انگلستان کو نہ دے گا۔ وہ اس قسم کی گفتگو محض بطور تضییع اوقات کرنا چاہتا ہے۔ پریٹوریا سے مجھے جو خبریں ملی ہیں ان سے اس معاملہ میں

کسی طرح کا شک باقی نہیں رہا"۔

واقعات سے ظاہر ہو گیا کہ میرا اطلاع دینے والا درست کہتا تھا۔ سر الیفریڈ ملنر کی ایک تجویز کا یہی جواب دیا گیا کہ "تم میری آزادی پر حملہ کر رہے ہو"۔ اس طرح کروگر ایک ہی جگہ کھڑا رہا۔

کانفرنس کے برخاست ہونے کے کئی ہفتوں بعد تک مراسلات کی ذریعہ جنگ زرگری ہوتا رہا۔ انگلستان سے مراسلہ کے بعد مراسلہ جاتا تھا۔ ٹرینسوال سے جواب کے پیچھے جواب آتا تھا۔ حتےٰ کہ تمام دنیا اکتا گئی۔ جوں جوں دن گذرتے گئے تو تو یہ صاف ہوتا گیا کہ نتیجہ صرف جنگ ہی ہو سکتا ہے۔ بوئروں نے اپنی فصل اور گھاس کی حفاظت سے گھر میں لے آنے تک تاخیر کی۔ اور تب کروگر کے پچھترویں سالگرہ کے روز انہوں نے ایسا اعلان جنگ دیا کہ جس کا انگلستان کی طرف نیپولین کے زمانہ سے کبھی خطاب نہیں کیا گیا تھا۔

آج نہیں تو کل صبح ضرور لڑائی کے شور و شغب سے ہمارے کان بہرے ہونے لگیں گے۔ لیکن اس وقت کیا ہوگا جب کہ توپوں کی آواز ختم ہوتے ہوتے بالکل سنائی نہ دیگی؟ کیا یہ بوڑھا آدمی ہمیشہ ہمارا دشمن رہے گا؟ کیا وہ اپنی خیالی اور موہوم آزادی کی خاطر قبر تک لڑتا ہی چلا جائے گا۔ یا کیا افریقہ میں وہ دن آنے والا ہے جب کہ اس کو بھی واقعی آزاد جنوبی افریقہ میں برٹش علم کے نیچے وہ انصاف اور آزادی نظر آئے گی۔ جس کی وہ خواہش رکھتا ہے؟ ہمیں تسلیم کرنا چاہئے کہ اس کے مزاج میں ہماری طرف سے جو درشتی اور تلخی پیدا ہو گئی ہے۔ ایک حد تک اس کا باعث ہماری بھی غلطیاں ہیں۔ ممکن ہے کہ اسکو راضی کرنے کا وقت گذر گیا ہو۔ لیکن وہ وقت یقیناً آئے گا جبکہ ڈچ اور انگریز امن سے ہماری بڑی مملکت میں باہم مل کر رہیں گے۔ ہر ایک اس امر پر اتفاق کرے گا۔ کہ ایک دوسرے کو گذشتہ سالوں کی غلطیاں معاف کر دی جائیں۔ اور تمام اکٹھے مل کر واقعی افریقنڈر خیال سے انگلستان اور افریقہ کی بہتری کے لئے کام کریں۔

۔ جنگ ٹرینسوال سے چند روز پہلے وہ انگریزی کتاب لکھی گئی ہے کہ جسکا یہ ترجمہ ہے۔ چنانچہ جس جنگ کی امید کی گئی تھی وہ آجکل جنوبی افریقہ میں زور شور سے ہو رہا ہے۔

ضمیمہ اوّل

مسٹر کروگر متعصب نہیں

مسٹر ریگنیلڈ شیتھم نے اپنی کتاب پال کروگر اور اسکا عہد میں مسٹر کروگر کے مذہبی متعصب ہونے کے بیان کی تردید کی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ کروگر ایک گرمجوش دیندار آدمی ہے۔ اس کی تمام زندگی اور اس کے کاموں پر اس کے مذہبی خیالات کا نقش جما ہوا ہے۔ مگر باوجود اس کے وہ دیگر مذاہب کے معتقدوں کے ساتھ کوئی عناد نہیں رکھتا۔ اور ایسا تنگ خیال آدمی نہیں جیسا کہ اس کو ظاہر کیا جاتا ہے۔ اسلئے وہ اپنے بیان کی تائید میں مسٹر کروگر کی چند ایسی مثالیں پیش کرتا ہے کہ جن سے انکی تنگ خیالی کی تردید ہوتی ہے۔ وہ لکھتا ہے:

اس بات کی شکایت کی جاتی ہے کہ مسٹر کروگر کے مذہبی اصول ہم سے تنگ خیال بنانے کی طرف مائل ہیں ۔ یہ ممکن ہے کہ ایک معنوں میں یہ صحیح ہو۔ کیونکہ جن باتوں پر انسان کا اعتقاد پختہ ہوتا ہے ۔ وہ قدرتاً طبیعت کو ایک ہی قسم کے خیالات کی طرف مائل کر دیتی ہیں۔ لیکن کسی شخص کو تنگ خیال کہنا یہ معنے رکھتا ہے کہ اسکے خیالات وسیع نہیں ۔ اور مسٹر کروگر ہرگز ایسا تنگ خیال نہیں۔ بخلاف اس کے ایسا کوئی شخص نظر نہیں آتا کہ جس کے اپنے رائیں ایسی پختہ اور مستقل ہوں مگر تاہم وہ دوسرے لوگوں کی رائوں کی عزت کرتا ہو۔ اس کی اس صفت کی تائید میں کئی مثالیں بیان کی جاسکتی ہیں۔ ان میں سے ایک ڈاکٹر ریڈس کی شہادت پر مسٹر گب نے اپنی

کتاب "گورے آدمی کے افریقہ" میں حسب ذیل درج کی ہے۔ یہ واقعہ ڈاکٹر لیڈس کا اپنا ہے کہ جب اُس نے اپنے آپ کو ٹرینسوال کی ملازمت کے لئے پیش کیا تو اس نے خود ہی اعتراض اُٹھایا کہ میرے مذہبی معتقدات پریسیڈنٹ کروگر کے معتقدات سے مختلف ہیں۔ کروگر نے جواب دیا کہ جب تک تم ریاست کے لئے مفید ثابت ہو گے۔ مجھے تمہارے مذہب سے کچھ سروکار نہیں۔

"ڈاکٹر جارسین نے ایک اس سے بھی بہتر نمونہ کی مثال بیان کی ہے۔ پہلے ہی موقعہ پر کہ جب کہ سنہ ۱۸۷۶ء میں ڈاکٹر جارسین نے کروگر سے ملاقات کی جو کہ اس وقت وائس پریسیڈنٹ تھا تو کروگر نے اس سے سوال کیا۔ تمہارا مذہب کیا ہے۔ ڈاکٹر جارسین نے جواب دیا "میں تمہیں ہرگز نہیں بتلاؤں گا" کروگر نے فوراً کہا "مگر تم نہیں جانتے کہ ہر عیسائی کو اپنے اپنے مذہب کا حساب کتاب دینے کے لئے ہر وقت آمادہ رہنا چاہیئے؟" "یہ تو ٹھیک ہے" ڈاکٹر جارسین نے کہا "مگر ان لوگوں کو کہ جنہیں ایسا حساب لینے کا حق حاصل ہو" اور کیا مجھے یہ حق نہیں؟" "نہیں۔ کیونکہ میں نے تم سے تمہارا مذہب دریافت نہیں کیا" جن لوگوں نے یہ گفتگو سُنی تھی اُنکا خیال تھا کہ ڈاکٹر جارسین کسی قدر اعتدال سے متجاوز تھا۔ چند ماہ بعد ایک روز ڈاکٹر جارسین خود وائس پریسیڈنٹ کے گھر بمقام رسٹنبرگ گیا۔ کروگر نے اُسے دیکھتے ہی اپنی بیوی سے مخاطب ہو کر کہا کہ "یہ دیکھو ایک شخص ہے جو اپنا مذہب بتلاتے ہوئے شرماتا ہے"

"ایک دوسرے واقعہ سے جو وہ بھی ڈاکٹر جارسین کا بتلایا ہوا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کا مذہبی تحمل بھی اس کے اعتقادات کا جزو ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ انگلستان کے ایک بحری سفر کے دوران میں ایک شب چاندنی رات میں ڈاکٹر جارسین ایک دوست سے دنیا کی ساخت اور ترقی کے ایسے خیالات پر بحث کر رہا تھا جو علوم جدیدہ کے دعوی ہیں۔ اور مسٹر کروگر ان باتوں کو سُن رہا تھا۔ اس نے مخاطب ہو کر کہا "ڈاکٹر جارسین تمہارے دہن گلاب ہے۔ لیکن اگر وہ صحیح ہے جو تم کہتے ہو تو بہتر ہے کہ میں اپنی بائیبل کو سمندر میں پھینک دوں"

کچھ اور حکایات بھی اُس کی نسبت مشہور ہیں جن سے اُس کی طبیعت کی فیاضی۔ چھوٹی اور عالی دانشمندانہ حقارت اور لطیفہ سنجی کی لیاقت کی شہادت ملتی ہے۔ ڈاکٹر لیڈس نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ بعض انتظامی معاملات پر سخت اختلاف رائے کی صورت میں مسٹر کروگر طیش میں آ گیا۔ اور اپنے سکرٹری آف سٹیٹ سے چند سخت باتیں کیں۔ لیکن آدھی رات کو اس کے گھر جا کر اُس سے معافی مانگی۔ اور اُس سے التجا کی کہ جو کچھ جوش بحث کے درمیان کیا گیا ہے اُسے فراموش کر دے۔ اسی طرح کے اُس کے مزاج کی کیفیت بتلانے والا وہ قصہ ہے۔ کہ جب اُس نے ایک آئرلینڈ کے لارڈ کے اِس تکبر کا جواب دیا تھا کہ اُس کا باپ وائسرائے رہ چکا تھا۔

پریسیڈنٹ کروگر نے کہا "وائسرائے کیا ہوتا ہے؟" اور یہ جواب سُن کر کہ وائسرائے ایک قسم کا بادشاہ ہوتا ہے۔ مسٹر کروگر نے ہنس کر جواب دیا۔

"تم اُسے کہہ دو کہ میرا باپ گڈریا تھا"۔

ایک دوسری حکایت سے اسکی نکتہ چین طبیعت کے ایک اور پہلو کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے۔ اہل جوہانسبرگ نے ایک شکایات سے پُر درخواست اسکی خدمت میں بھیجی۔ تو مسٹر کروگر نے کہا "یہ تو بعینہٖ میرے بندر کا حال ہے۔ تمہیں معلوم ہے میرے مکان کے پچھلے طرف کے احاطہ میں ایک پالتو بندر رہتا ہے۔ اور کل کی بات ہے کہ ہم کچھ کوڑا کرکٹ جلا رہے تھے کہ بندر نے کسی طرح اپنی دم جلالی۔ اور اُلٹ کر مجھے کاٹ کھایا۔ بعینہٖ یہی حال جوہانسبرگ کے لوگوں کا ہے۔ یہ صرافہ پر جوا کھیل کر اپنی دمیں جلا لیتے ہیں۔ اور پھر مجھے کاٹنے کو آتے ہیں"۔

اِس قسم کی کہانیاں جو بیسیوں پیش کی جا سکتی ہیں کسی خود غرض اور طامع مزاج شخص کی خصوصیت نہیں ہو سکتیں۔ بلکہ یہ ظاہر کرتی ہیں کہ ان کا مصنّف امریکہ کے پریسیڈنٹ ابراہام لنکن سے گہری صداقت۔ کھُلی سادگی۔ اور اچھے مذاق میں کمتر نہیں ہو سکتا۔ اِن صفات پر مسٹر کروگر طبیعت کی بشاشت بھی اضافہ کرتا

ہے کہ جو دیکھنے والوں کو حیران کر دیتی ہے۔ یہ اس کی کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے کہ سرکاری محکمجات کے ورانڈوں میں سے گذرتے ہوئے کسی دوست آشنا (جو غالباً کوئی اعلےٰ عہدہ دار ہوتا ہے) کی پسلی میں چھتری کی نوک چبھو دیتا ہے۔ ایک بالکل مصدقہ واقعہ مشہور ہے کہ ایک دن اپنے دفتر سے باہر نکلتے ہوئے مسٹر کروگر کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی۔ جس سے اس نے ایک شخص کے سر پر خاصی چوٹ لگائی جو اس کے راستے میں ایک کمرے میں کھڑا ہوا تھا۔ ظاہرا یہ سمجھ کر اس کا کوئی کلارک ہوگا۔ یہ کون ہے ؟ اس شخص نے کہا جسکو چوٹ لگی تھی۔ اور یہ ایک پادری تھا جو بالکل اجنبی تھا۔ اس کو ٹھنڈول پریسیڈنٹ نے جواب دیا "میں پریسیڈنٹ ہوں۔ اور کون؟"

مگر بایں ہمہ جس صفت کے لئے مسٹر کروگر واقعی قابل تعریف ہے وہ اس کی سچی اور بے ریا حب الوطنی ہے۔ البتہ آج کل حب الوطنی کی تعریف کرنا مشکل ہوگیا ہے۔ بعض کے نزدیک یہ ایک پرجوش اور ناقابل تسکین آرزو کسی نہ کسی بہانہ سے جہاں تک ہوسکے سلطنت سے نئے علاقے ملحق کرنے کی ہے۔ مگر جن لوگوں نے پہلے اس فقرہ کو استعمال کیا تھا ان کا اس سے یہ منشا نہیں تھا۔ ان کی رائے میں حب الوطنی کے معنے زادبوم یا وطن سے مضبوط اور تادم مرگ قائم رہنے والی محبت قائم رکھنے کے تھے۔ اور اگر اس سرزمین کی تاریخ سے شجاعت ذاتی قربانی اور جفاکشی کے واقعات بھی وابستہ تھے تو یہ محبت وطن کی اور بھی مضبوط ہو جاتی تھی۔ اس زمین کے حفاظت کرنا۔ اس میں جو آزادی پیدا ہوئی ہے اس کو آئندہ نسلوں کے لئے محفوظ رکھنا۔ اور اس عزم سے زندہ رہنا کہ غارت شدہ ملک سے بے ملک ہو رہنا اچھا ہے۔ سچی حب الوطنی جن فرائض کو چاہتی ہے انمیں سے بعض یہ ہیں۔ یہ سچی حب الوطنی گو انگلستان میں کسی قدر رسم سے خارج ہے۔ مگر پال کروگر کی حب الوطنی بھی ہے . . . ."

اس مضمون کے حاشیہ میں یہ مصنف لکھتا ہے کہ مسٹر پال کروگر نے

پہلے شادی مس ڈوپلاسی سے کی تھی۔ مگر اُس سے صرف ایک لڑکا پیدا ہوا اور وہ مرگئی۔ اور یہ بچہ بھی جلدی ہی اُس کے بعد گذر گیا۔ لیکن دوسری مرتبہ پھر کروگر نے اپنی پہلی سسرال کے یہاں کی ایک لڑکی سے ہی شادی کی۔ جو اسکی پہلی بیوی کی بھانجی تھی۔ جس سے سولہ بچے پیدا ہوئے۔ کہ جن میں سے بہت سے اِسوقت عمر رسیدہ ہیں۔ اور اُس کے بچے اور پوتے کل ملا کر اِس وقت ایک سو بیس آدمی ہیں ؛

جنرل جوبرٹ سپہ سالار افواج ٹرنیسوال

ضمیمہ نمبر دوم

ملزم کا اپنا بیان

حال میں امریکہ کے ایک مصنف اور اخبار نویس مسٹر ہیلی کیس نے اوم پال کی رعایا کے نام سے ایک کتاب امریکہ میں شایع کی ہے۔ چنانچہ ۱۷ ستمبر ۱۸۹۹ء کے اخبار شکاگو سنڈے ٹریبیون سے اس کے مندرجہ ذیل مطالب اخذ کئے جاتے ہیں۔ جس میں پریسیڈنٹ کروگر کو زیادہ مہربانی کی نظر سے دیکھا گیا ہے۔

پریسیڈنٹ کروگر کے ساتھ جب ملاقات کی جائے۔ تو وہ ملاقاتی کے دل میں اپنے لئے فوراً عزت پیدا کر لیتا ہے۔ وہ ایک کسان کی سی پوشاک پہنتا ہے۔ لیکن دراصل بادشاہ ہے۔ وہ ایک سادہ سی ٹوپی رکھتا ہے۔ لیکن غضب کا عالی دماغ اور ذہین شخص ہے۔ جب اُسے پہلی ہی دفعہ دیکھا جائے۔ تو یہ غلط فہمی پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ کہ شائد دیہاتی کپڑے تو اُس کے ہیں۔ لیکن ریشمی ٹوپی اُس کی نہیں۔ اُس کا کوٹ اُس کے موٹے جسم کے لئے بہت چھوٹا ہوتا ہے۔ اور اُس کی پتلون سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا جوتی اور پتلون میں عداوت ہے۔ کیونکہ پتلون جوتی سے ہمیشہ اونچی ہی رہتی ہے۔

پریسیڈنٹ کروگر قد میں ایک چھوٹا سا آدمی ہے۔ اور اُس کی لمبائی کل پانچ فٹ سات انچ ہے۔ اُس کا سر اور کندھے مقابلتاً بڑے اور موٹے ہیں۔ لیکن اُس کی ٹانگیں چھوٹی اور پتلی ہیں۔ اُس کی چھوٹی آنکھوں سے مکاری اور ذہانت صاف نظر آتی ہے۔ جب وہ

مسکراتا ہے۔ تو اُس کے موٹے رخسارے اوپر کو چڑھ آتے ہیں۔ اور اُسکی چھوٹی آنکھوں کو چھپاتے ہیں۔ لیکن جب وہ خوش ہوتا ہے۔ تو خوب زور سے ہنستا ہے۔ اور اُس وقت اُس کی آنکھیں کُھلی رہتی ہیں۔ اُس کے چہرے کے دو جزو خاص طور پر قابل توجہ ہوتے ہیں۔ ایک ناک اور دوسرا منہ۔ یہ دونوں اجزا چہرہ کے تناسب سے بڑے ہیں۔ اور ان کی طرف خواہ مخواہ توجہ کھنچ جاتی ہے۔ چونکہ اُسے یہ ہمیشہ سے بڑی عادت رہی ہے۔ کہ وہ ہمیشہ پائپ پینے کا مشتاق تھا۔ اور لوگ اُسے جب دیکھتے تھے۔ وہ منہ میں ایک بڑا سا پائپ دبائے ہوئے ہوتا تھا۔ اس لئے اُس کے نچلے ہونٹ کا دایاں حصہ دب گیا ہے۔ جس سے تمام چہرہ بدوضع سا دکھائی دیتا ہے۔ لیکن اگرچہ وہ زیادہ خوب صورت شخص نہیں۔ تاہم اُس نے دو دفعہ شادی کی ہے۔ اور اُس کی موجودہ بیوی اُس کی پہلی بیوی کی بھتیجی ہے ؛

جب مسٹر ہیلی گیس نے پریسیڈنٹ کروگر سے دریافت کیا کہ موجودہ جنگ ٹرنسوال کی وجہ کیا ہے۔ تو اُس نے جواب دیا ؛

مدٹرنسوال اور انگلستان کی باہمی ناراضگی اور جنگ کا باعث مسٹر سیسل روڈس ہے۔ وہ چاہتا ہے۔ کہ دریائے زمبیسی کے تمام جنوبی حصے میں سلطنت جمہوریہ قائم ہو وے۔ لیکن اِس مدعا کو حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ پہلے ٹرنسوال اور فری سٹیٹ پر قابض ہو جائے۔ پس اُس کی تمنا کا غائت مقصد یہ ہے۔ کہ جنوبی افریقہ کی سلطنت جمہوریہ کا پریسیڈنٹ بنے۔ حملہ جیمسن اُس کی اختراع ہے۔ اور ہم لوگوں پر انگریزی قوم جو اظہار ناراضگی کر رہی ہے۔ یہ سب کچھ مسٹر سیسل کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ ہماری گورنمنٹ تمام آدمیوں کے ساتھ یکساں سلوک کرتی ہے۔ لیکن انگریزی باشندے ہرگز اُس سلوک اور مہربانی سے خوش نہیں ہوتے۔ جو کہ ہم اُن کے ساتھ کرتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں۔ کہ ٹرنسوال میں انگریزی جھنڈے کا پھریرا لہرائے۔ مسٹر سیسل نے ہمارا ملک غصب کرنے کے لئے لاکھوں پونڈ صرف کئے ہیں۔ اور

غالبًا لاکھوں پونڈ اور صرف کرے گا۔ لیکن ہم اِس سرزمین کو ہرگز نہیں چھوڑینگے جسے ہم نے تلاش کیا ہے۔ جسے ہم نے آباد کیا ہے۔ اور جسے ہم نے بچایا ہے"

اتنا لکھکر پریسیڈینٹ کروگر اپنی کُرسی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور اس نے آہستہ مگر سنجیدہ آواز میں کہنا شروع کیا:

"ہم اُس وقت تک بھی لڑینگے۔ جب کہ صرف ایک بوئر اپنا جھنڈا اور ملک بچانے کے لئے زندہ ہوگا۔ ہماری عورتیں اور بچے اپنی آزادی کے لئے لڑینگے۔ اور میں بھی اگرچہ ایک بڈھا آدمی ہوں۔ مگر اپنی بندوق کو سنبھالوں گا۔ جیسا کہ میں نے دو دفعہ پیشتر کیا ہے۔ اور اپنے پیارے ملک کو بچانے کے لئے اسے استعمال میں لاؤں گا۔ لیکن مجھے امید ہے۔ کہ کوئی جنگ نہ ہوگا۔ میں جنگ کو پسند نہیں کرتا۔ اور دیگر بوئر بھی جنگ کو پسند نہیں کرتے۔ اگر جنگ شروع ہو گیا۔ تو اِس کا الزام ہمارے ماتھے پر نہ ہوگا۔ جو کچھ میری طاقت میں تھا۔ میں نے امن کو قائم رکھنے کے لئے کر دیا ہے۔ اور انگریزی قوم کے طعنے بھی اِس مطلب کے لئے برداشت کئے ہیں۔ تاکہ میرے اہل وطن جنگ کرنے سے بچے رہیں۔ میں جنگ کا خواہاں نہیں ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ باقی زندگی امن اور صلح میں بسر کروں"

ضمیمہ نمبر سوم

ایک منصفانہ رائے

۱۸۔جنوری ۱۸۹۶ء کے لنڈن کے اخبار سینٹ پال میں ڈاکٹر جمیسن کے حملہ پر ٹیوریا کے بعد کی رائے پریسیڈنٹ کروگر کے نسبت حسب ذیل ہے:۔

پال کروگر جنوبی افریقہ کے جمہوری ریاست کا پریسیڈنٹ جو اپنے ہم وطنوں میں اوم (چچا) پال کروگر کے نام سے مشہور ہے۔ ۱۸۲۵ء میں کیپ کالونی میں پیدا ہوا تھا۔ اور اس حساب سے اب (سنہ ۱۸۹۶ء میں) اکہتر برس کا ہے۔ پبلک امور میں اس نے ہمیشہ نمایاں حصّہ لیا ہے۔ پریسیڈنٹ برگر کے ماتحت ۱۸۷۲ء میں کروگر جمہوریہ کی اگزیکٹو کونسل کا ایک ممبر مقرر ہوا۔ اور دس سال بعد خود پریسیڈنٹ منتخب ہو گیا۔ اس وقت سے لے کر اب تک پریسیڈنٹ کے عہدہ پر دو مرتبہ منتخب ہو چکا ہے۔ یہ بڑے مضبوط طبیعت اور مستقل چال چلن کا آدمی ہے۔ خدا ترس اور تند مزاج گویا کہ ہمارے اپنے کرام ویل کے زمانے کا ایک شخص ہے۔ بدنصیبی سے جو واقعات آج کل

ٹرنیوال میں پریشانی پیدا کر رہے ہیں ان میں اسنے اپنے آپ کو نہایت قابل محب وطن اور مدبر اور ساتھ ہی ایک معقول پسند دانشمند ثابت کیا ہے ؂

ضمیمہ نمبر چہارم

ایک ممبر پارلیمنٹ کا چشم دید اندازہ

مسٹر سٹینلی ممبر پارلیمنٹ اور وسطی افریقہ کے نامور سیاح نے جنوبی افریقہ کے نام سے ۱۸۹۸ء میں ایک کتاب لکھی ہے جس میں سے کروگر کے متعلق ایک باب ذیل میں درج کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے - خوش قسمتی سے ایک دن علے الصباح (ساڑھے پانچ بجے صبح کے) مجھے پریسیڈنٹ کروگر سے ملاقات کرنے کا موقعہ مل گیا - اُس دن شائد وہ اپنے آخری الیکشن کے بارے میں کہیں جانے کو تھا - اُس نے سیاہ پوشاک پہنی ہوئی تھی - سر پر پرانے فیشن کی گول ٹوپی تھی اور اپنے مکان کے برآمدے میں پائپ پی رہا تھا - بوڑھا پریسیڈنٹ آج شائد معمولی وقت سے ایک گھنٹہ پہلے جاگا تھا - گو اِس ملک کی گھڑیاں ہماری گھڑیوں سے پورے تیس منٹ پیچھے ہوتی تھیں تاہم وہاں صبح کے پانچ بجے کاروبار شروع کرنے کا رواج ہے -

دو مسلح سپاہی جنکی وردی لنڈن پولس کے انسپکٹروں سے مشابہ تھی - اُس مکان کی گلی میں کھڑے ہوئے تھے - اور آتے جاتے آدمیوں کو راستہ سے ہٹا دیتے تھے - مگر پریسیڈنٹ نے ہم کو ایک نظر سے دیکھ لیا اور اُس کا دیکھ لینا ہی ہماری ملاقات کا کافی وسیلہ ہو گیا -

اُس نے لاپرواہی سے گوڈ مارننگ (صبحکم اللہ بالخیر) انگریزی زبان

میں کہا اور مصافحہ کرکے ہمیں ایک فراخ اور وسیع دالان میں لے جاکر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ پہلی چیز جس نے میری توجہ کو اپنی طرف مائل کیا وہ پریسیڈنٹ کی بڑی اور بھدی آئل پینٹ تصویر تھی۔ اور اتفاقیہ طور پر مجھ کو بیٹھنے کی بھی ایسی جگہ ملی جہاں سے وہ تصویر بالکل میرے مُنہ کے مقابل میں رہی۔ اور مجھے پُورا موقعہ مل گیا کہ میں اصلی اور نقلی شکل میں اچھی طرح سے تمیز کرسکوں ۔

مجھ کو یہ تو معلوم نہ ہوسکا کہ یہ تصویر کس تقریب پر اس دالان میں آویزاں کی گئی تھی۔ لیکن میں نے یہ نتیجہ نکال لیا تھا کہ پریسیڈنٹ اور اُس کے دوست اُس کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور اُس پر اُن کا فخر بھی ہے۔ تب ہی تو ایسی نمایاں جگہ پر آویزاں کر رکھی ہے۔ گو صرف میری معلومات اِس افریقہ کی قسمت کے فیصلہ کرنے والے شخص کی نسبت صرف ابجد کے طور پر ہیں مگر اِس قدر مجھے معلوم ہوگیا تھا کہ نہ تو پریسیڈنٹ اور نہ اُس کے دوستوں کو فنِ تصویر میں کچھ دخل ہے۔ کیونکہ تصویر میں پریسیڈنٹ کی شکل بہت بھدی بنائی ہوئی تھی۔ اور ہونٹیں بدنما اور آنکھیں چھوٹی تھیں اور چہرہ نیچے کی طرف بہت سا پھیلا ہوا تھا۔ ورنہ پریسیڈنٹ بذاتہ بمقابلہ اِس کاغذی دیو کے خوب صورت تھا۔ اور مجھے افسوس ہوتا تھا کہ ایک ایسی چیز کی عزت کی گئی ہے کہ جس کو آگ میں ڈال دینا زیادہ مناسب تھا۔

میں ابھی اِس پیچیدہ معمہ پر غور کر ہی رہا تھا کہ پریسیڈنٹ کچھ بولا۔ اُس کا لہجہ عجیب تھا۔ وہ کچھ گلے میں بول رہا تھا۔ اُس کی آواز بالکل پانی کی صراحی کے غٹ غٹ کیسی تھی۔ جب کہ اُس سے پانی انڈیلا جاتا ہے۔ اُس کے بڑے بڑے جبڑوں کا کھلنا اُسکے چہرہ اور گالوں کا عجیب نقشہ بنا دیتا تھا۔ اور اُس وقت جب میں نے پھر اُس تصویر کو دیکھا تو میں نے اپنی پہلی رائے کو واپس لے لیا۔ کیونکہ اُس وقت اُس کے منہ کے کھلنے اور گالوں کا چوڑے ہو جانے سے مجھے اُس تصویر

اور اُس تصویر کے اصل میں ذرا بھی فرق نہ معلوم ہوتا تھا ۔

نصیب ٹریشوال

بعد ملاقات کے مجھے اپنے تعارف کنندہ کی زبانی معلوم ہوا کہ پریسیڈنٹ صاحب نے انجیل مقدس کا ابھی ایک باب پڑھا ہے۔ اور اُن کا اصول یہ ہے کہ دفتر میں جانے سے پہلے ہر صبح انجیل کے ایک باب کی تلاوت کرتے ہیں۔ مجھے اُس وقت یقین ہو گیا کہ جو کچھ یہ کہتے ہیں درست ہے۔ کیونکہ گفتگو میں پریسیڈنٹ صاحب نے ایک فقرہ انجیل کا بھی استعمال کیا تھا۔ یعنے جس وقت میں نے ڈائینامیٹ کمپنی اور ریلوے کمپنی کے نرخ کی طرف اُس کی توجہ دلائی تو اُس نے کہا کہ میں اِس معاملہ کو اٹرنی جنرل کے پاس بھیجونگا اور اگر مجھ کو یقین ہو گیا کہ اُس میں کسی اصلاح کی ضرورت ہے تو میں اُس پر خود غور کروں گا۔ اور جب ہم رخصت ہونے لگے تو انجیل مقدس کا یہ فقرہ استعمال کیا۔ جو کچھ میں نے ارادہ کیا ہے وہی ہوگا۔ اُس نے چلتے وقت جو الفاظ کہے تھے کہ جو کچھ میں کہوں گا وہ نوشتہ تقدیر ہے۔ وہ اکثر میرے دل میں کھٹکتے رہتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب انجیل کے ہی مطالعہ کا اثر ہے ۔

بگلا بھگت

مسٹر کروگر کا یہ پُرظرافت فقرہ جوں جوں وہ بوڑھا ہوتا جاتا ہے اُسی قدر صادق ہوتا جاتا ہے۔ اب وہ اُسی عمر کو پہنچ چلا ہے جس عمر میں مسٹر گلیڈسٹون کو مجلس شورےٰ کی حکومت کے ناقابل خیال کیا گیا تھا۔

پریسیڈنٹ میں یوں تو بے حد انسانیت اور تمیز ہے۔ مگر اِس قدر لغو رنج

ڈاکٹر لیڈس بوئیروں کا ایجنٹ یورپ میں

ہے کہ اگر اُس کی کسی بات کا مقابلہ کیا جاوے تو وہ برداشت نہیں کر سکتا۔ اگر کسی غلطی کی نسبت یا کسی حکمت عملی کی بابت اُس کو کہا جاوے تو وہ آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔ اُس کی آواز میں گڑگڑاہٹ پیدا ہو جاتی ہے اور اُس کا دہنا ہاتھ بڑے زور سے اِدھر اُدھر گھومتا ہے۔ اور اُس کی آنکھیں اُس کی بالائی پلکوں کے نیچے دھنس جاتی ہیں۔ مینے اُس کی تصویر کو جو پریٹوریا کے بازاروں میں بکتی ہیں دیکھا ہے۔ اُس میں وہ اوپر دو دیکھ رہا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی خیال میں محو ہے جب کوئی اجنبی اُس کی ملاقات لوآتا ہے تو اِس طرح ملتا ہے جیسا کوئی درویش خدارسیدہ اپنے مرید سے ملتا ہے اور اس کے آگے وہ ایسے اصول ریاست بیان کرتا ہے جو ایک سچے رئیس ملک کے شایاں ہیں۔ لیکن رفتہ رفتہ گرم ہو پڑتا ہے۔ اور اُسکی طرز گفتگو تحکمانہ ہو جاتی ہے۔ جسکی تعبیر اُس کے رفیق یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ روش اُس کے چال وچلن کی نہایت ہی عجیب ہے۔ اور نکتہ چین اُسکی اِس انداز کو نگلا بھگت کہتے ہیں۔ اگر نکتہ چینوں کا مطلب نگلا بھگت سے یہ ہے کہ لالچ کا مسودہ ہو اور وعدوں کے مکرر اقرار ہوں مگر وفا کی نوبت نہ آوے تو میں نکتہ چینوں سے متفق ہوں +

تصویر مذکورہ پر ایک نظر

اگر مجھے کوئی یہ دریافت کرے کہ میری مسٹر کروگر کی نسبت کیا رائے ہے اور جو کچھ مینے اُس کا حال پڑھا ہے اُس میں اور جو کچھ دیکھا ہے دونوں میں کتنا فرق ہے تو میں اسکے جواب میں صرف برائے مصنّف کا ایک فقرہ پڑھکر سناؤں گا۔ وہ کہتا ہے کہ "وکیا اس سے بڑھکر بھی کوئی تعجب خیز امر ہو سکتا ہے کہ ایک شخص جاہل بھی ہو اور اُسکے پاس دولت بھی نہو اور وہ رستم وقت بھی نہو اور وہ یہ کوشش کرے کہ اِس زرخیز ملک کو "ایک دنیا کی عظیم الشان سلطنت کے سخت گیر پنجہ سے بچاوے اور کامیاب بھی ہو اور" وہ ایک انگریزی جنرل کو اپنی عقلمندی سے شکست فاش دے اور میدان چھین لے رحالانکہ

اُس جنرل کو اپنے کامیابیوں پر ناز ہو) اور انگریزی گورنمنٹ کو کہدے کہ جو کچھ وہ افریقہ میں" حاصل کر چکی ہے اوسکو چھوڑ دے اور اِس برّاعظم میں خود مختار ریاست قایم کرے" اور پھر تھوڑے دنوں کے بعد صرف ریاست پر ہی قانع نہو بلکہ شہنشاہت قائم کرنے" کا خواہش مند ہو۔ اور پھر اِس کھلم کھلا مخالفت میں انگریزی قوم کو جس میں وہ پیدا" ہوا جس کی اُس نے خدمت کی تھی سخت مشکلات میں ڈال کر پریشان کر دے" اُن کے حقوق کو ملیامیٹ کر دے اور اُن کو" حسب اپنی مرضی کے پامال کرے" اور جو اُسکے مخالف ہوں اُن کی اچھی طرح سے گوشمالی کرے۔ اور جو لوگ مظلوموں" کے لئے داد خواہی کے خواہش مند ہوں اُن کو تمسخر میں اُڑا دے۔ اور جن لوگوں نے" اُس کے ہاتھ سے نقصان اُٹھایا ہو وہی اُس کے دوستوں کو سمجھاویں کہ ہمارا آقا ہے"۔ نو آبادلوگ جن کو اُس کی کامیابیوں سے نقصان پہنچا ہو وہی اُس کے دوستوں اور" دشمنوں میں یہ کہیں کہ جو کچھ ہو رہا ہے انصاف ہو رہا ہے" اور دنیا کے تین عظیم الشان" سلطنتوں کو باری باری سے منہ چڑھاوے۔ اور اُن کو للکار کر کہدے کہ ذرا دور رہو" غریب نو آبادوں کی خوب دباعنت کرے اور اُن پر اپنے گورنروں کی حکومت مقرر" کرے۔ اور گورنمنٹ اور قانون بنانے والوں کو حکم کرے کہ اُس کا شکریہ ادا کریں اور" اُس کو اُس کی کامیابیوں پر مبارک باد دیں۔

ایک شہنشاہ سے قریبی اقتدار حاصل کرے۔ اور جس ملک میں خود پیدا ہوا ہو" اُس کا ناظم بنے سلطنتیں اُس کی نازبردار ہوں۔ اور دنیا کے پڑھے لکھے آدمی اُسکی" ملاقات کو ترسا کریں اور اگر ملاقات ہو جاوے تو گھر تک اُس کے گن گاتے جاویں" اور اُس کی ظرافت اور رحم دلی کی تعریف کرتے پھریں۔ اور اُس کی عظمت اور عمدگی چال" وچلن کے مداح رہیں۔ چار مرتبہ پے درپے ایک سلطنت جمہوری کا پریسیڈنٹ بنے۔ اور" اپنے سپہ سالاروں اور وزیروں اور ارکان سلطنت کو حکم دے کہ اُسکے مداح ہوں۔ اور نو" آبادوں کے دل میں ذہن نشین کردے کہ صرف وہ اکیلا ہی سلطنت کا بچانے والا ہے" وہی سچا خیر خواہ ملک ہے اور اُن کو چاہئے کہ اُسپر بھروسہ رکھیں۔ کیا اِس طرح کے کام"

کرنے والا آدمی دنیا کے عجیب شخصوں میں نہیں ہے" غرض یہی میرے اُن خیالات کا عکس ہے جو میرے دل میں پریسیڈنٹ کروگر کی بابت ملاقات سے پہلے تھے۔ لیکن جب سے میں نے اُس سے روبرو ملاقات کی ہے تو میں اکثر اپنے سابقہ خیالات پر ہنستا ہوں۔ اور میں حیران تھا کہ کس طرح ایسے خیالات میرے دل میں جاگزیں ہو گئے۔ اور کیوں اُس قدر آدمی یک زبان ہو کر اس شخص کے کارنامے گاتے ہیں۔ صرف وجہ یہ ہے کہ ان تمام سراؤں کو اِس پریسیڈنٹ کی طرف سے پولٹیکل یا مالی فائدہ پہنچتا ہے۔ اور میرا خیال تو یہ ہے کہ اُس نے دوسرے کی کم ہمتی اور کمزوری سے فائدہ اُٹھایا ہے۔ مشہور مسئلہ ہے کہ "دانہ دانہ است غلہ درانبار" تو اِس شخص نے ہر امیدوار سے کہ جن کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے تھوڑا تھوڑا فائدہ اُٹھایا ہے۔ اور دوسروں کی نادانی اور غلطیوں سے اُس نے اپنی بڑی بھاری اصلاح کر لی۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ آج دنیا میں "بڑا آدمی" کہلانے لگا۔

ظاہری شکل سے وہ تنک مزاج وحشی اور جاہل معلوم ہوتا ہے۔ اور اُس کی پوشاک اب تک وہی پُرانے فیشن کا سیاہ کوٹ ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے سوا اُسے اپنے ملک کے باہر ذرا بھی واقفیت نہیں۔ نہ کوئی اُس کے پاس واقفیت کا وسیلہ ہے اور نہ اُسکو واقفیت حاصل کرنے کا مذاق ہے۔ اُس کی علمی لیاقت کا منتہا صرف انجیل مقدس اور اُس کی سلطنت جمہوری کے چند رسائل ہیں۔ اُس کی ذاتی لیاقت اتنی بھی نہیں کہ جو مجمع عام میں تعریف کے قابل ہو۔ اور باوجود اِس نادانی کے وہ اپنے آپ کو ہمہ دان سمجھتا ہے۔ وہ اپنی اور اپنی ہم قوم جماعت کے وحشیانہ پن سے بھی واقف ہے۔ اور اُن کی کمزوری سے بخوبی فائدہ اُٹھا رہا ہے۔ اور یہ بات اُس کے نیچر میں داخل ہے کہ کسی کے مطلب کی بات سُنکر جھٹ کہدیتا ہے "نہیں"۔ تمام جمہوری سلطنت کے باشندے اُس کو سخت گیر سمجھتے ہیں۔ حالانکہ باقی ماندہ کمزور ہیں۔

میں نہیں خیال کرتا کہ دنیا میں اور بھی ایسے آدمی ہیں جیسا کہ پریسیڈنٹ کروگر اکیلا آدمی ہے کہ جنوبی افریقہ کے سارے بوئروں کو قبضہ میں رکھا ہوا ہے۔ وہ خود بوئر ہے۔

بوئروں کی طرح اُس کی شکل ہے۔ بوئروں کی طرح اُس کا فہم و ادراک ہے۔ اور یہی خاص وجہ ہے کہ اِس طرح بوئروں پر اُس نے سخت قبضہ جمایا ہوا ہے۔ اُس کی سخت گیری کو بوئر قوم طاقت کے نام سے تعبیر کرتی ہے۔ اور اُس کی خودداری۔ نخوت اور طاقت کو کہتے ہیں کہ یہ خداداد عطیہ ہے ؛

وہ ترش رو تو پیدائشی ہے اور ترش رویوں ہی میں اُس کی تربیت ہوئی ہے۔ اُس کے مزاج میں انتہا درجہ کی ضد ہے۔ وہ خود غرض ہے اور اُس کا طمع نفسانی اب اِس قدر سخت ہو گیا ہے کہ قابلِ بیان نہیں۔ اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ بعض لوگوں نے اُس کے مقابل میں کھڑا ہونا چاہا اور ناکامیاب ہوئے ؛

سخت گیر۔ جاہل اور غیر مؤثر

یہ وہی پریسیڈنٹ ہے جس کو جوہانسبرگ والے۔ کہتے ہیں کہ ہم عرضیاں اور درخواستیں دے دے کر تھکا دینگے۔ مگر میرے خیال میں اُن کا یہ خیال محض غلط ہے۔ وہ ہزار درخواست دیا کریں مگر یہاں سنتا ہی کون ہے۔ کیونکہ درخواست سننے والا تو سخت گیر اور جاہل اور غیر موثر ہے۔ اور طرفہ بات یہ ہے کہ ایسے شخص کو ہمارا ہائی کمشنر متعینہ جنوبی افریقہ اپنی فصیح و بلیغ خطوں سے ملائم کرنا چاہتا ہے اور اپنی وسیع معلومات سے پھر دوستی پیدا کر کے قائم رکھنے کی امید کرتا ہے۔

مجھے کہتے ہوئے تو تامل ہوتا ہے مگر کہتا ہوں کہ ہائی کمشنر کی یہ کوشش فضول جائے گی۔ کیونکہ یہ وہی شخص ہے جس کے پاس تجربہ کار اور نیک نہاد برٹش ایجنٹ متعینہ پریٹوریا جیمسن کے حملہ کی نسبت گفتگو کرنے کو گیا تھا اور اُس لائق مقرر کی التجا نے بھی اِس کے پتھر سے زیادہ سخت دل پر کچھ اثر نہ کیا۔

اِس امر میں سخت ترین کوشش کی گئی کہ پریسیڈنٹ صاحب تھوڑا بہت پڑھ جاویں۔ لیکن عجیب بات ہے کہ سخت ترین کوششیں بھی ان کی حق میں ناکارہ ثابت ہوئیں۔ ہر شخص جس کا تھوڑا بہت بھی مسٹر کروگر سے تعلق رہا ہے سمجھتا ہے کہ اگر اس

کوشش میں ایک دن کامیابی ہوگئی - تو اس وقت وہ بڑی عقلمندی سے اپنے اختیارات کو برتے گا اور موجودہ ناراضگیوں کا خاتمہ ہو جائے گا ؛

مجھے جو ہانبرگ میں ہر قسم کے لوگوں سے گفتگو کا موقعہ ملا - مگر مجھکو صرف ایک شخص اس قسم کا ملا جس نے صاف طور پر مجھے کہہ دیا کہ یہ بالکل ناممکن ہے کہ پریسیڈنٹ کو کسی ارادہ کے بدلنے کو کہا جاوے اور وہ مان لے ؛

ہر چند کہ لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ شکست کھاتے ہیں اور سختیاں سہتے ہیں تاہم امید رکھتے ہیں کہ ایک دن بھلائی ہوگی -

ان لوگوں میں بہت سے تعلیم یافتہ ہیں اور عقلمند بھی ہیں لیکن مجھے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو کبھی اپنے پریسیڈنٹ کی نسبت غور کرنے کا موقع نہیں ملا - جس کے ہاتھ میں ان کی قسمت کا فیصلہ ہے - یا یہ بات ہے کہ اس شخص کے ہاتھ میں ان لوگوں کا ایمان ہے - یعنے جس طرف پریسیڈنٹ ان کو چلاتا ہے وہ چلتے ہیں - اتنا تو ہوتا ہے کہ ایک بار ان تعلیم یافتہ لوگوں نے کمیٹی بنائی اور کروگر کو اس کی تاہد بانہ برتاؤ پر جو اس نے سر سبزی لوح سے کیا تھا شرم دلائی - نیشنل یونین نے یوٹیلنڈروں کے حقوق اور واجبات قائم رکھنے کے لئے قسمیں کھائیں - جمیسن کا حملہ بھی ہوا - لارڈ روسمیڈ کے ڈپلومیسے سے بھی فائدہ اٹھایا گیا - اصلاح کی جماعت بھی قایم ہوئی - صنعت کی کمیٹی بھی بنی - کان کنوں کی مجلس کے انعقاد بھی ہوئے - سپیچیں بھی ہوئیں - لیکن پھر بھی یہ حال ہے کہ اگر پریسیڈنٹ کہدے کہ کل سب کانیں بند کردو تو میں یقین کرتا ہوں کہ سب اس کے سپرد ہو جاویں اور سر تسلیم خم کردیں - اور دوسرے امور میں بھی یہی حال ہے -

مسٹر چیمبرلین اور پریسیڈنٹ

مسٹر چیمبرلین نے اپنی لیاقت اور عقل کے ذریعہ سے بہتر قوانین جاری کرنے چاہے تھے - جیسا کہ بلیو بک کی مندرجہ چٹھیوں سے ظاہر ہوتا ہے - مگر کروگر نے سابقہ پالیسی کو جاری رکھنا ہی مناسب سمجھا - اور اب اپنی پالیسی کو باوجودے کہ

بہت سی باتوں کا فیصلہ بھی نہیں ہوا ہے بہت ملائمت سے برت رہا ہے اور اب ہم اسکو بھی مسٹر کروگر کی لیاقت پر اطمینان ہے اور یقین کرتا ہے کہ مسٹر کروگر جو کچھ کرے گا انگریزی مدبّران کی اصلاح سے کرے گا۔ سر الفرڈ ملنز کو بھی اکثر یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ اب دونوں سلطنتوں کی نئی دوستی میں شک کرنا فضول اور احمقانہ خیال ہے اور شاید مسٹر گرین نے بھی اپنی واپسی کے بعد ایسا ہی خیال جنوبی افریقہ کی نسبت ظاہر کیا تھا کاش کہ میں بھی اِن صاحبوں کا ہمخیال ہوتا لیکن بوئروں کی درشت طبیعت کا جو مجھے اندازہ ہوا ہے میں یقین نہیں کرتا کہ جب تک کروگر اپنی جگہ پر قائم ہے جوہانسبرگ والوں کی حالت کو سدھرنے دے گا۔ بوئروں نے کلی اختیارات کروگر کے سپرد کر دئے ہیں۔ اور خواہ وہ بوڑھا بھی ہو جاوے مگر جب تک وہ رہے گا اپنی پُرانی پالیسی ہی برتے گا۔ مجھے سخت تعجب ہوتا ہے اور میں حیران ہوں کہ ہم باوجودے کہ تجربہ کار بھی ہیں۔ اور انسانی ہمدردی کے معنے بھی سمجھتے ہیں۔ لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ کس طرح ہم ٹرنسوال والوں کی بیرحم پالیسی کو نہیں سمجھتے۔ مجھے مسٹر کروگر کی باتیں یاد ہیں اور صرف کل ہی مینے جوہانسبرگ والوں کی چند واجب شکایتوں کو سنا ہے۔ اور میں ابھی پریٹوریا کی عالیشان عمارتوں کو دیکھ کر آرہا ہوں اور میں آخری بلیو بک کھول کر اس میں سے چند باتوں کا اقتباس کرتا ہوں۔ جس میں بوئر قوم ہم کو لکھی ہے ؛

۱۔ ملکہ معظمہ کا یہ مدعا نہیں کہ دوستی کو خیرباد کہیں۔ اور ایسا خیال کرنا بہت بُرا ہے۔

۲۔ یہ سلطنت یقین دلاتی ہے کہ اسکا سوائے امن قائم رکھنے کے اور کچھ مدعا نہیں۔

۳۔ یہ سلطنت امید کرتی ہے کہ وہی دوستی وہی اعتبار وہی امن اور وہی نیک نیتی جو سابق میں تھی پھر قائم ہو جاوے گی ؛

۴۔ یہ گورنمنٹ اِس بات کے یقین دلانے کو موجود ہے کہ دوستی میں بگاڑ ڈالنے کا کوئی ارادہ نہیں ؛

۵۔ یہ گورنمنٹ ہر مجسٹی کی گورنمنٹ کو پورا یقین دلاتی ہے کہ ہر مجسٹی کی ارادے سننے کے لئے حتی الوسع طیار ہے ؛

۴۔ ہز آنر پریسیڈنٹ صاحب نے مجھے کہا ہے کہ میں آپ کو اس بات کا یقین دلا دوں کہ وہ لنڈن کنونیشن کی تجویزات سُننے کو ہر وقت آمادہ ہیں۔ اور ہر وقت نیک نیتی سے اُس پر عملدرآمد کرنے کو موجود ہیں +

بوئروں کی عیاری

جو لوگ جوہانسبرگ والوں کے حالات سے کسی قدر بھی واقف ہیں وہ پریٹوریا کی حالت کو مطلق دریافت کریں کہ کس قدر خرابیاں یہاں بھی ہیں۔ یہاں کی نسبت بھی پریسیڈنٹ کروگر کے سینکڑوں وعدے تھے۔ اُس نے ملاقاتیوں سے بھی کئی آنے جانے والے انگریزوں سے بھی گفتگو میں کہا۔ ڈپوٹیشنوں اور عام سپیچوں میں بھی کہا۔ مگر باوجودیکہ وہ انجیل مقدس روزمرہ پڑھتا ہے کبھی اُس کو اِس فقرے پر غور کرنے کا موقعہ نہیں ملا ہے کہ جھوٹوں کی کیا سزا ہے +

اگر مسٹر چیمبرلین کے مراسلات پر خیال کیا جاتا ہے تو انہیں سے محبت رفاقت اور نیک نیتی کے خیالات ظاہر ہوتے ہیں۔ اور اُن میں عرض کیا جاتا ہے کہ بوئر قوانین جو یوٹیلنڈروں کی نسبت جاری ہیں قدرے ملائم کئے جاویں۔ اور ادھر مسٹر کروگر اور اُسکے ساتھیوں کا جواب تو ہاں ہاں ہوتا ہے مگر جوہانسبرگ اور پریٹوریا میں اونچے اونچے قلعے تعمیر ہو رہے ہیں۔ اور انگریز اِس معمہ کو اب تک نہیں سمجھتے ہیں کہ بوئروں کا اصول ہے اچھا آدمی وہ ہے جو اولڈ فیشن ہو۔ گو سُست ہو مگر اپنے ارادے کا پکا ہو۔ مگر یہ خیال کبھی انگریزوں کے خواب میں بھی نہ آیا ہوگا۔ برخلاف اِسکے مسٹر کروگر جو کہ پورا بوئر عیار ہے یعنے منافق۔ ملحد۔ خچر کی طرح کینہ رکھنے والا۔ اور اپنے اختیارات اور طاقت کے نشہ میں چُور ہو رہا ہے۔ مثل دیگر بوئر قوم کے پورا لالچی ہے +

لنڈن کنونشن کو بھی دھتکار دیا

ایک بار مسٹر کروگر کے پاس یوئٹلنڈروں کی طرف سے ایک ڈپوٹیشن گیا تھا۔ تو اُس نے دھتکار کر کہا۔ جاؤ اور اپنے آدمیوں کو کہدو کہ میں اپنی پالیسی کو کبھی نہیں بدلوں گا۔

بس یہی ایک سچ ہے جو اُسنے عمر بھر میں بولا۔ میں یقین کرتا ہوں کہ وہ اپنی رائے کو اب کبھی نہ بدلے گا۔ جیسا کہ اُس نے کُھلے طور پر اپنے ارادے کا اظہار کر دیا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اب نوآبادی کا افسر بہبودی کی امید چھوڑ بیٹھے گا۔ میں یہاں پر لنڈن کنونشن کے دفعہ ۱۴ پر توجہ دلاتا ہوں جس میں لکھا ہوا ہے کہ وے لوگ جو جمہوری سلطنت افریقہ کے باشندے نہیں وہ رعایا کہلانے سے مستثنےٰ ہیں اور وہ خود اور اُن کی جائداد اور اُن کی سوداگری مال پر جنرل یا لوکل کوئی ٹکس نہیں لگایا جائیگا۔ جیسا کہ جمہوری سلطنت کے اصلی باشندوں پر لگایا گیا ہے۔ یا لگایا جاوے گا۔ اگر یہ بات ہے تو پھر ہم پنی کا ٹکس جو ۴ پونڈ کی روٹی پر لگایا گیا ہے اُس کے کیا معنے ہیں۔ یا ایک شلنگ کا ٹکس جو ۴ پونڈ گوشت پر ہوتا ہے۔ یا ایک شلنگ کا ٹکس جو چار پونڈ آلوں پر ہوتا ہے۔ یا چھ پنس کا ٹکس جو آدھے پونڈ مکھن پر ہوتا ہے جو ہر کان کن بال بچوں سمیت صبح کو کھانے کے وقت کھاتا ہے۔

قومی جنگ کا خبط

لنڈن کے رہنے والوں نے کبھی اِس بات کا خیال نہیں کیا ہوگا کہ قومی جنگ کیا ہے۔ اُن کو کبھی پسند نہو گا کہ جنوبی افریقہ میں قومی جنگ ہو اور ایک امن کے مقام میں خون کی ندیاں بہ جاویں۔ لیکن بلا اِس جنگ کے گذارہ بھی مشکل ہوگا۔ ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم موجودہ اور گذشتہ حالات کو دیکھیں اور یہ خیال کریں کہ آئندہ کیا ہو جاویگا جب ہم خود لنڈن کنونشن کے قوانین کو مانتے ہیں تو دوسروں سے کیوں نہ منوائیں۔

مسٹر سیسل رہوڈس جنوبی افریقہ کا کروڑپتی

یہ تو ایک معمولی بات ہے۔ کروگر نے خود ہی ان قوانین کو بنایا اور بالاتفاق پاس ہوئی تو عجیب بات ہے جو خود قوانین بنائے اور خود ہی نہ مانے وہ تو بے قصور اور معصوم ہو اور دوسری پارٹی کو کہا جاوے کہ وہ قومی جنگ کی خواہاں ہے ؛

زود رنج اور سخت گیر بڈھے کے قوانین

ایک اور مسئلہ بھی اسی بارے میں پیش نظر ہے۔ اور میں اُس پر بھی کچھ لکھنا چاہتا ہوں۔ دفعہ ۱۴ قانون لنڈن کنونشن میں لکھا ہے کہ تمام اشخاص سوائے اصلی باشندوں کے جو جمہوری سلطنت کے قوانین کو مانینگے اُن کو جمہوری سلطنت کے جس علاقہ میں اُن کا جی چاہے گا رہنے۔ سفر کرنے یا داخل ہونے کی پوری آزادی ہوگی اِس فقرہ میں جو لفظ قوانین ہے وہ میری سمجھ میں عجیب معلوم ہوتا ہے۔ اور میں اسکو مطلق نہیں سمجھا۔ کیا یہ وہ قوانین ہیں جو چوبیس ممبر ٹرینسوالی ممبروں نے بنائے ہیں یا وہ قوانین دیگر ممالک کے صلاح و مشورہ سے مرتب ہوئے ہیں۔ اگر وہ قوانین ٹرینسوالی ممبروں کی گھڑت ہیں تو جھگڑا کرنا بے فائدہ ہے کیونکہ ٹرینسوالی قانون کا منبع تو پریسیڈینٹ صاحب خود ہوتے ہیں۔ اور بلارائے عوام اپنے چوبیس حواریوں کو ساتھ لے کر پاس کر دیتے ہیں۔ اور اُس میں جس قدر نقائص رہ جاتے ہیں وہ قابل بیان نہیں۔

گرانڈ ویٹ نے اِس قانون کی خوب قلعی کھولی ہے جس کا منشا یہ ہے کہ پہلے باب میں لکھا ہے کہ یہ سلطنت جمہوری کہلائے گی اور علاقہ ٹرینسوال میں سب کو آزادی ہوگی۔ اور اخبارات کو بھی آزادی ہوگی۔ جب یہ بات تھی تو میں حیران ہوں کہ برٹش گورنمنٹ نے جب اِس قانون کو منظور کیا تو اُس نے "قوانین جمہوری سلطنت جنوبی افریقہ" کے کیا معنے سمجھے۔ میرے اِس خیال میں وہ تو اِس قانون کا منشا وہی سمجھے ہونگے جو قوانین مروجہ مہذب ممالک سے ہوتا ہے۔ مگر یہاں تو انگریزوں کو اصلی باشندوں کی طرح برگری کے حقوق ہی حاصل نہیں ہوتے۔ تاوقتیکہ وہ پندرہ سال رہایش کی میعاد نہ ختم کر لیں۔ میں یقین کرتا ہوں کہ برٹش کمشنر کبھی بھی اِن قوانین پر دستخط نہ کرتے اگر ہمیں صاف

ہو یہ "پوری آزادی" تو "آزادی پریس" کے دو لفظ نہ ہوتے۔ مگر آزادی پریس کا یہ نتیجہ ہے کہ کسی کو آزادانہ لکھنے کا مطلق اختیار نہیں اور یہ اکثر ہوا کہ ایک اخبار نویس کو مارکیٹ نوٹ لکھنے کی پاداش میں پانچ پونڈ جرمانہ ہوا۔ اور ذرا سی شکایت لے جانے پر علاقہ ٹرمینوال سے بدر کیا گیا۔ اور اگر کسی نے کافر کو بُرا سمجھا تو نتیجہ یہ ہوا کہ اُس کو ایک تختہ پہننا پڑا کہ "وہ بوئر سے رذیل ہے"۔ اگر اس امر کی برٹش کمشنر د کو خبر ہوتی تو وہ کبھی بھی ایسے مسودہ پر دستخط نہ کرتا۔ یہ سب عجیب ایجادیں اس سخت گیر اور زود رنج بڈھے کے دماغ سے نکلی ہوتی ہیں۔

وہ تو چھوٹا آدمی ہے

بعض انگریزوں نے جو افریقہ کی سیر کر آئے ہیں مسٹر کروگر کو "بڑا آدمی" کا خطاب دیا ہے۔ لیکن میرے خیال میں وہ اِس خطاب کا مطلق مستحق نہیں اُس کا خطاب "چھوٹا آدمی" زیادہ موزوں تھا۔ خدا نے جو اُس کو سلطنت کے اختیارات دئے ہیں وہ اُن کو بیہودہ طور سے استعمال کرتا ہے۔ اُس کا خاص اور دلی منشا ہے کہ جنوبی افریقہ کی جمہوری سلطنت کو چین کی سلطنت بناوے۔ وہ غیر ملک کے لوگوں کو جو بہر حال نوآباد بننے کے لائق ہیں اپنے ملک میں نہیں بننے دیتا۔ حالانکہ دوسرے ممالک ذرا بھی نہیں انکار کرتے۔ امریکہ والوں نے ہمیشہ نوآبادوں کو بننے دیا اور ہر ایک کاریگر کو انہوں نے دو سو پونڈ کے برابر قیمتی سمجھا۔ تیس سال کا عرصہ ہوا ہوگا کہ شہروں کی آبادی ولادت پر موقوف تھی۔ لیکن نوآباد شہروں میں اس سے پوری نہیں پڑتی تھی۔ یہ خیال دیرینہ ہے اور اب تو تہذیب یافتہ ملکوں میں یہ قاعدہ ہے کہ نوآباد لوگوں کو بلا لحاظ مذہب آباد کرتے ہیں۔ گو اُس کا چند سال تک امتحان لیا جاتا ہے جس کی میعاد تین سے پانچ سال تک ہوتی ہے۔ مگر جمہوری سلطنت افریقہ نے پندرہ سال کی میعاد لگا رکھی ہے۔ مسٹر کروگر نے غیر ممالک کے باشندوں کو اُن کے حقوق تک سے محروم رکھا ہوا ہے۔ حالانکہ ایک کمیٹی نے اُن کو حقوق دئے تھے اور اُن کو یہ سمجھا

دیا گیا تھا کہ وہ بھی مثل اصل باشندوں کے آزاد رہینگے - اسکے سوا ان سے ایک اور سختی بھی کی جاتی تھی ان اسی ہزار کو فصیل شہر کے باہر رہنے کا حکم ہوا ہے اور چوبیس آدمیوں کی ایک کمیٹی مقرر ہے جو ان کو گوناگوں ٹکسوں سے پیس رہی ہے - اگر ان لوگوں سے ویسا سلوک کیا جاتا جیسا کہ اصلی باشندوں سے ہوتا ہے - وہ جنوبی افریقیہ کا بادشاہ ہوتا - اور جو اس کی مرضی میں آتا کرتا - مگر بوئر طبقہ کو جو خوف دامنگیر ہو رہا ہے - وہ یہ ہے کہ کوئی اور شخص پریسیڈنٹ کے مقابلہ پر کھڑا ہو جاوے گا - مگر اتنا تو خیال ہوتا کہ اس سے جمہوری سلطنت کی مطلق العنانی کو کچھ صدمہ نہیں پہنچ سکتا تھا ۔

مسٹر کروگر مشہور کرتا ہے کہ وہ سلطنت کی بھلائی اور ترقی کا جویاں ہے - لیکن اس بات سے میں مطلق اتفاق نہیں کرتا - کیونکہ ڈوائنا میسٹ کمپنی اور ریلوے کمپنی وغیرہ کے جو حالات سننے میں آئے ہیں ان پر تو صرف بوئر قوم ہی یقین کرے تو کرے - سلطنت کے عام حالات بالکل خفیہ رکھے جاتے ہیں - کانون کا مہتمم سونے کی نئی کانوں کی نسبت کوئی اعلان نہیں کرتا - اور موجودہ کانوں پر اسقدر سخت ٹکس لگا رکھا ہے کہ سوا دو چار کانوں کے جن میں سے معقول آمدنی ہو سکتی ہے باقی کانوں کا چلانا بہت مشکل ہو رہا ہے - جمہوری سلطنت کی جو آمدنی ہے وہ بہت کم خرچ کی جاتی ہے - اور میں نے سنا ہے کہ آمدنی میں سے چوتھے حصہ کے سالانہ بچت ہوتی ہے - اگر صنعتی کمیٹی کی تجویزات پر غور کیا گیا تو موجودہ کام کے خرچ میں ایک ٹن میں ۹ شلنگ بچ جایا کرینگے - اور امید ہے جو کانیں زیادتی خرچ کے باعث بند کر دی گئی تھیں وہاں بھی کام کھل جاوے گا - اور سینکڑوں میل زمین جو ناکارہ پڑی ہوئی ہے کارآمد ہو جاوے گی - لیکن مسٹر کروگر کا تو خیال ہی اور ہے وہ تو خزانہ کو جو پچھلے دنوں میں بسبب کام بند کر دینے کے بند سا تھا اور قدرے خالی ہو گیا تھا اس کا ٹکس بڑھا بڑھا کر بھرنا چاہتا ہے - اور ٹکس زیادہ کرنے کو ریاست کی بہبودی سمجھتا ہے - وہ پہلے کسی چھوٹی سی کان پر ٹکس بڑھاتا

ہے اور جب وہ جبراً وقہراً قبول کرلیتی ہے تو پھر بڑی بڑی کانوں پر ٹیکس لگادیتا ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کانیں بند ہوجاتی ہیں۔

خرچ کن کی گرہ سے ہوتا ہے

مسٹر کروگر نے اپنی گورنمنٹ کو اپنے خیال کے مطابق دو قسم کے آدمیوں پر تقسیم کر رکھا ہے۔ ایک تو وہ لوگ جو زمین کی سطح پر سے کماتے ہیں (یعنے کاشت کار وغیرہ) اور دوسرے وہ لوگ جو زمین کے اندر سے بمشقت اور محنت کچھ حاصل کرتے ہیں (یعنے کان کن) مقدم الذکر لوگوں پر ترحم اس کی سنی بھی جاتی ہے۔ اور جمہوری سلطنت کے باشندے کہلانے کا حق رکھتے ہیں۔ مگر دوسری جماعت کا کوئی حق نہیں ہے۔ وہ تو اگر ملک سے چلے بھی جائیں تو ملک کو کچھ نقصان نہیں۔ بلکہ خس کم جہان پاک کا مصداق ہوگئے۔ بحالیکہ گذشتہ سال کی بجٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۳۱۲۹۹۷۷ پونڈ ریاست کے محاصل موخرالذکر جماعت سے حاصل ہوئے۔ اور مقدم الذکر جماعت جو زمین کے اوپر کام کرتی ہے۔ صرف ۱۰۸۶۵۸۶ پونڈ ریاست کے محاصل میں بڑھا سکی۔

کروگر کی بکواس

لیکن اگر ہم مسٹر کروگر کو پورے طور پر جاننا چاہیں تو ہمیں اسکے الیکشن کے گذشتہ تقریر کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ جس کو شایع ہوئے ابھی صرف ایک ہفتہ گذرا ہے جس میں اس نے کہا تھا ''جیسا کہ میں نے لوگوں سے پہلے ذکر کیا ہے میرا مدعا (جیسا کہ ہمیں انجیل سے سب آدمیوں سے انصاف اور راستی سے سلوک کرنے کی ہدایت ہوئی ہے) یہ ہے کہ اپنی سرزمین پر ان دائمی الہی اصولوں کی بنیاد رکھوں جن کی خدا نے ہے۔ انجیل کے سبقوں کو ذہن نشین کرنے سے ہمیں تمام مشکلات میں حوصلہ حاصل ہوتی ہے۔ وہ ہمیں پورے طور پر ٹھیر و صبر کرنے کی رہنمائی کرتے

ہیں نہ دنیا کے بڑے اور طاقتور آدمیوں پر بھروسہ کرنے کی۔ بلکہ اُس پر جس نے کتاب مقدس کو ہم پر بھیجا ہے۔ شہریوں اور ہموطنوں! اب وہ وقت آگیا ہے کہ ہماری امداد کے وسائل کا دانشمندی اور روشن ضمیری سے نشوونما پانا ہماری پوری توجہ طلب کرتا ہے۔ اسلئے اُن کی حفاظت کرنی چاہئے اور اُس میں ترقی کرنی چاہئے۔ اور جب کہ ہم کان کنی کی مدد کرتے ہیں تو ہمیں زراعت اور مویشیوں کی پرورش کرنے سے بھی بےفکر نہیں رہنا چاہئے۔ تاکہ خوش حالی اور ترقی صرف ایک جماعت کے دروازے تک ہی نہ پہنچے۔ بلکہ سب اُس سے مستفید ہوں۔ اور یہی میری دلی تمنا ہوگی۔ تم میں سے بہتوں کو مویشی کے منہ اور کھُر کی بیماری سے ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ اور تم جانتے ہو کہ اس مشکل زمانہ کو طے کرنے کے لئے تمہاری مدد کا کیا انتظام کیا گیا ہے۔ میں اِس بارہ میں ہر جگہ جہاں کہ ایسی مدد کی ضرورت ہے۔ یہی سلوک کرنا چاہتا ہوں تاکہ بہت سے آدمی جو کہ اہل ملک میں برگزیدہ ہیں اور بالفعل مصیبت اور نکبت کے نیچے پس گئے ہیں اُنکے کمزور گھٹنوں کو طاقت دے کر اُنہیں کھڑا کر دوں۔

مجھے ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ اس تقریر سے کچھ اور اقتباس کروں جیسا کہ پہلے فقرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر کروگر پولیٹیکل معاملات میں بئبل سے رہنمائی حاصل کرتا ہے اور جیسا کہ وہ بوئروں کو خدا کے منتخب بندے سمجھتا ہے ہم نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ بدنصیب کتھافی جو کہ راؔج کے دوسری طرف رہتے ہیں اُس طریقہ سے کیا فائدہ اُٹھا سکتے ہیں جو یشع نبی نے اُن کی قدیم ہمجنسوں کے خلاف اختیار کیا تھا۔ دوسرا فقرہ زیادہ تر دنیادارانہ ہے۔ لیکن مسٹر کروگر کی پالیسی اس سے بھی ویسی ہی صفائی سے ظاہر ہے۔ " برگزیدہ آدمیوں" اور " بوئروں کے کمزور گھٹنوں کو استقامت دینے سے اُس کی یہ مراد ہے۔ کہ اُن لوگوں سے روپیہ نکالنا چاہئے کہ جن کے گلوں اور ریوڑوں میں مری نہیں پڑی یعنے کان کنوں سے اور اُن میں تقسیم کرنا چاہئے جن کو کہ منہ کھُر کی بیماری سے کافی نقصان پہنچا ہے۔

مسٹر چیمبرلین نے موقعہ کھو دیا

مسٹر چیمبرلین نے ہمیں اب یقین دلایا ہے کہ جو کچھ اُن کی موجودہ پالیسی ہے اُس سے تمام معاملات درست ہو جاوینگے۔ مسٹر چیمبرلین کا سر الفریڈ ملنر کے رائے پر بڑا اعتبار ہے اور مسٹر گرین پر بھی ایسا ہی خیال ہے۔ اور اُن کو اپنے آپ پر بھی اعتبار ہے۔ مسٹر چیمبرلین کی جو موجودہ پالیسی ہے اُس میں نرمی اور مضبوطی دونوں باتیں موجود ہیں اگر میں اپنے تمام خیالات اور اُن کی وجوہات کو جو دل میں جاگزین ہیں بیان کرنے میں کامیاب ہوا ہوں تو وہ لوگ جو مسٹر چیمبرلین کی لیاقت کے قایل ہیں تعجب نہیں کرینگے۔ اگر میں اُن کے خیال سے اتفاق نہ کروں۔ تب وقت تھا جس کو بہت مہینے نہیں گذرے جب کہ جنگ کے سوا دوسرے وسائل سے (بلا جنگ ہوئی) مسٹر کروگر کا بگڑا اپن توڑا جا سکتا تھا اور اُس کو ہوش میں لایا جا سکتا تھا۔ لیکن افسوس کہ وہ موقعہ ہاتھ سے جاتا رہا اور اب بات پرانی ہو گئی ہے۔ وہ وقت بھی تھا کہ جوہانسبرگ والے مسٹر کروگر سے اپنے شرائط بلا امداد غیری اپنے حق میں طے کرا سکتے تھے۔ لیکن جیمسن کے جھگڑے نے وہ موقعہ بھی گنوا دیا۔

اخبارات نے مسٹر کروگر کو سمجھانے کی بہت صلاحیں دی ہیں چنانچہ مصنف ہوٹر اور خصوصیہ انگلستانی ایڈیٹر نے کچھ لکھا تھا اور میرے خیال میں اُس پر عملدرآمد ہونا ضروری تھا۔ جو ہانسبرگ والے بھی تھوڑی بہت غلطی پر تھے۔ مگر اُن میں سے بہت سے درست بھی تھے۔ مجھے ایسے وجوہات نہیں ملی ہیں جن سے میں اُس اُلجھے ہوئے مقدمہ پر پورے طور سے کچھ کہہ سکوں۔ ہمکو نو آباد لوگوں کے خیالات پر بھی غور کرنا چاہیئے۔ اہل انگلستان کو بھی نظر رکھنا چاہیئے اور تمام یورپ کو بھی۔ اسلئے سختی سے کام لینا یہاں بے محل ہوگا۔ اور جیسا کہ میں نے جوہانسبرگ کے باشندوں کی نسبت سنا ہے اگر اُن کو مصیبت سے خلاصی نصیب ہو گئی تو وہ ضرور مشکور ہونگے۔

بوئروں کے ظلم کو روکا جائے گا تو جوہانسبرگ والونکو نجات ملے گی

میں بالکل متفق ہوں کہ ہر حبشی کی گورنمنٹ کا یہ فرض ہے کہ اپنی طاقت کو جنوبی افریقہ میں مضبوط کرے۔ اور بوئروں کو جتلا دے کہ ہم بھی سخت گیر ہیں۔ اور ضرورت کے موقعہ کے لئے ہماری فوجیں بھی طیار ہیں۔ لیکن اگر ہماری سپاہ جاکر یونہی بیٹھی رہے تو ہمارا اثر اُڑ جائیگا۔ اور ایک نہ ایک دن بوئر ہم سے پھر مجبٹ پڑیں گے۔ تب کیا ہوگا؟ کچھ بھی نہ ہو سکے گا۔ اور بالکل کچھ نہ ہو سکے گا۔ تاوقتیکہ جوہانسبرگ والے خود نہ سخت گیر بنیں۔ اور متفق اور مضبوط ہوکر خود نہ آگے بڑھیں سب سے بھی ایک بات ہے کہ جوہانسبرگ والوں کے پاس ہتیار نہیں۔ لیکن اگر وہ ذرا سی تکلیف گوارا کریں اور جوانمرد بنیں۔ تو ہتیاروں کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔ نہتوں اور خود نہ حملہ کرنے والوں پر بوئر لوگ گولیاں تو چلا نہیں سکتے اس لئے ان کو جانوں کا کچھ خطرہ نہیں۔ وہ خود کہتے ہیں کہ ٹکسوں نے ہم کو تباہ کر دیا اور ادا نہ کرنے کی صورت میں ہماری جائدادیں ضبط ہو گئیں۔ تو وہ کیوں ٹکس دیتے ہیں اور ان لوگوں کو جن کا تھوڑا سا بھی اختیار ہے رشوتیں دیتے ہیں کیوں ایسے ظالم اور بیہودہ گورنمنٹ کی بھلائی میں کوشاں رہتے ہیں۔ حالانکہ اسی کی ہی شکایت کرتے ہیں۔

بوئروں کو بلاشبہ اختیار ہے کہ وہ اپنی ریاست کا جب انتظام کرنا چاہیں کریں لیکن اگر ان کے انتظام میں بے انصافی اور ظلم ہو تو مظلوموں کا حق ہے کہ وہ انصاف کے لئے آمادہ ہوں۔ کیونکہ طبائع انسانی کا یہ فرض ہے کہ انصاف کی خواہش مند ہو۔ اس طرح کی دادخواہی پر اکثر یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کو قید کیا جاتا ہے۔ لیکن اگر سلطنت کا ایک حصہ بھی قید کر دیا جائے اور کئی ہزار لوگوں کو روٹی کھانی پڑ گئی تو ایک دن سلطنت کا دیوالہ نکل جاوے گا۔

اور اگر کوئی جیل خانہ میں بھوک سے مرجاویگا یا کسی کا خون بے فائدہ بہایا جاوے گا یا یک قلم سب کی جائداد ضبط کر لی جاوے گی تو ہم کو انتقام لینے کی ایک وجہ مل سکتی ہے۔ میں نہیں کہتا کہ جوہانسبرگ والوں پر یہ اعتبار کرنا کہ وہ کچھ کر دکھائینگے عمدہ پالیسی ہے لیکن چونکہ گورنمنٹ کے احسانات سے لاپرواہ رہے ہیں اور چونکہ ہم نے اپنے ملک والوں کی شکایت پر بالکل توجہ کرنا چھوڑ دیا ہے۔ اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی غلام بن گئے ہیں۔ اور چونکہ جنوبی افریقہ اتنا جھگڑالو اور نکتہ چین ہے۔ اور چونکہ انگریز یوٹیلنڈروں نے خود ہمارے برخلاف بندوقیں اٹھائی ہیں جب کہ ہم نے بوئروں پر دباؤ ڈالنا چاہا۔ اسلئے میرا خیال ہے کہ اب ہم جوہانسبرگ والوں کو ہی کہیں کہ وہ خود اپنی راہ نکالیں۔

ہر مہذب ملک کے باشندے جانتے ہیں کہ انصاف کی فتح اور ظلم کی شکست کے کیا معنے ہیں۔ انگلستان۔ آئرلینڈ۔ ویلز۔ فرانس۔ ہسپانیہ۔ اٹلی۔ جرمنی وغیرہ سب جانتے ہیں کہ جب ظلم حد سے بڑھ جاوے تو ہمت کیا کچھ کر کے دکھا سکتی ہے تو اب جوہانسبرگ والوں کی باری ہے کہ وہ کر کے دکھا دیں کہ وہ کیا کر سکتے ہیں۔ دشمن ہم کو کروگر کی طبیعت کا خاصہ نتیجہ تک انتظار کرنا چاہئے۔ مگر اس کی طبیعت کبھی نہ بدلے گی۔

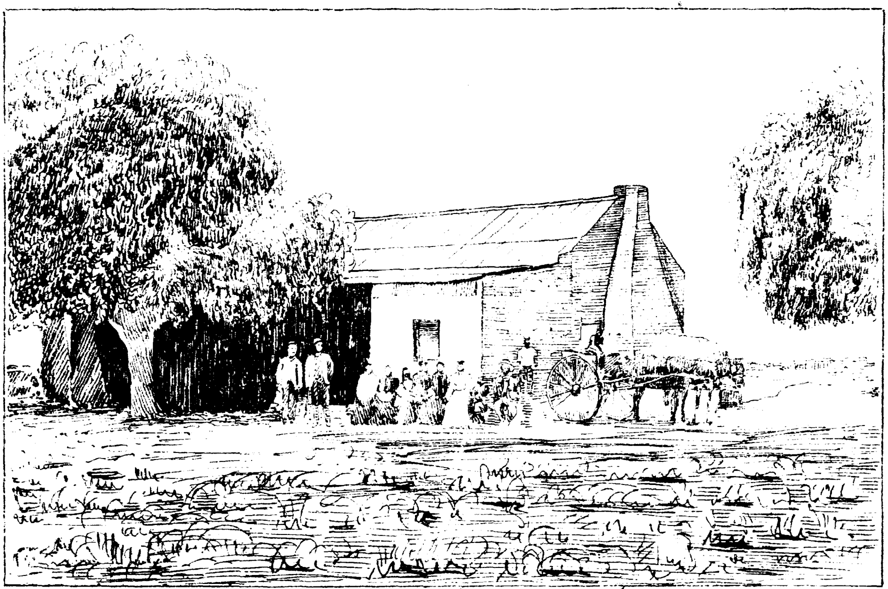

ایک نمونہ عام بوئیروں کے گھروں کا (دفاریوں) کا

ضمیمہ نمبر

پریسیڈنٹ کروگر کے ساتھ میری ملاقات

(ایک اخبار نویس کے خیالات)

مندرجہ ذیل مضمون لنڈن کے رسالہ "انینیرز" مؤرخہ ۱۲ جنوری ۱۹۰۰ء سے اخذ کیا جاتا ہے۔

ٹرنسوال کی سرزمین میں سورج نکلا ہوا تھا۔ جب کہ موسم خزاں کی ایک صبح کے چھ بجے میں پریسیڈنٹ کروگر کے مکان پر اُسے ملنے کے لئے گیا۔ وہ اپنی ڈیوڑھی میں تکیہ لگائے ہوئے بیٹھا ہوا تھا۔ اور اُس کے پاس اُس کی بیوی تھی ہے جو کہ اُس کے لئے دستانے بُن رہی تھی۔ اور جو کہ اُس کی ظریفانہ گفتگو پر کبھی کبھی مسکرا دیتی تھی۔

جب ہم دروازے پر پہنچے۔ تو اس نے اپنے چرٹ سے راکھ باہر پھینکی۔ زبان سے کچھ ایسا کلمہ کہا۔ کہ اُس جگہ کے تمام آدمی کھِل کھِلا کر ہنس پڑے۔ اور اُس نے ہاتھ سے ہماری طرف اشارہ کر کے کہا۔ کہ اندر آجاؤ جب کہ میرے ہمراہی مسز کروگر کی عزت کرنے کے لئے سلام اور آداب میں معروف تھے۔ مجھے وقفہ مل گیا۔ کہ میں ٹرنسوال کے پریسیڈنٹ کے گھر کو بغور دیکھ لوں۔

اسکا گھر

یہ گھر ایک منزلہ ہے۔ اس کی دیواریں پتھر کی ہیں۔ جن پر پلستر ہوا ہوا ہے۔ اور جو گھر کہ ایک معمولی انگریزی کسان کے گھر سے بھی نسبتاً زیادہ غریبانہ ہے۔ سامنے ایک

چھ فٹ کا طولانی برآمدہ ہے۔ جس پر بیلیں چڑھی ہوئی ہیں۔ اس کی آرائش کا کوئی بھی سامان نہیں۔ سوائے صرف دو شیروں کے۔ جو کہ سنگ مرمر کے بنے ہوئے ہیں۔ یہ تحفہ بارنے بارنیٹو (ایک دولت مند شخص) نے مسٹر کروگر کو اس واقعہ کی یادگاری میں دیا تھا۔ جب کہ ۱۸۶۳ء میں کیپ کالونی میں بوئروں نے چھ ہزار شیروں کا شکار کیا تھا۔

اوم پال اپنے دیگر اہل وطن کی طرح قہوہ کا نہایت مشتاق ہے۔ اور وہ اپنی دائمی صحت کو اس عادت کی طرف منسوب کرتا ہے۔ کیونکہ اس کا اپنا بیان ہے۔ کہ میں عمر بھر میں ایک دن بھی بیمار نہیں ہوا۔

اس نے میرے ساتھ ہاتھ ملایا۔ اور بہت تیزی کے ساتھ گفتگو کرنی شروع کی۔ اس کی زبان "ٹال" تھی۔ جو کہ ولندیزی اور کافروں کی زبان کا مجموعہ ہے۔ اور جس میں بہت سے بھدے الفاظ شامل ہیں۔ اس نے تیزی کے ساتھ بولنا شروع کیا۔ اور تھوڑے ہی وقت میں اس نے کئی ایسی باتیں کیں۔ کہ لوگ خوب ہنسے۔ اتنے میں ایک شخص نے میرے کان میں آکر کہا کہ "وہ آج نہایت خوش ہے اس سے کچھ مانگ لو۔ لیکن میں اس شخص کی چہرے کو بغور دیکھنا چاہتا تھا۔ جو کہ اس وقت تمام دنیا کی گفتگو کا مرکز بن رہا ہے۔ اور جس کے نام سے کم از کم آدھی دنیا واقف ہو گئی ہے۔

کروگر کی ظاہری شکل

وہ اس وقت میرے سامنے اسی حالت میں تھا۔ جس حالت کو کہ انگریزی اخبارات نے مبالغہ اور ہجو سے بیان کیا ہے۔ اس کی چھدری ڈاڑھی نرالی قسم کی تھی۔ جس نے اس کی موٹی اور چھوٹی سی گردن کو چھپا لیا تھا۔ چھوٹی آنکھیں بھوری رنگت کی تھیں۔ اس کے کان بڑے بڑے تھے۔ لمبا سا ناک اور منہ چوڑا تھا۔ اور وہ ایسا موٹا تھا۔ کہ جس سے اس کی ٹانگیں پتلی اور چھوٹی دکھائی دیتی تھیں۔ اس کے خط و خال بھاری ہیں۔ اور سر اور عام قطع وضع سے بجائے ذہانت و پھرتی کے بھدا پن عیاں ہے۔ لیکن یہ خیال تیز آنکھوں کو دیکھ کر فوراً

رفع ہو جاتا ہے۔ وہ چھوٹی سی ہیں اور اُن سے اِس قسم کی چمک نکلتی ہے۔ جو کہ اُس کی مکاری اور چالاکی کا بیّن ثبوت ہے۔ اس کا چہرا خاکی زرد رنگت کا ہے۔ اور اُسکے چہرہ پر بہت جھریاں ہیں۔ اُسکے دانت مضبوط ہیں۔ لیکن سفید نہیں۔ اُسکے دونوں ہاتھ مضبوط ہیں اور انگلیاں چھوٹی چھوٹی ہیں۔ اُس کے دائیں ہاتھ کا انگوٹھا نہیں ہے۔ اور یہ ایک دفعہ جب کہ وہ ہاتھیوں کا شکار کھیل رہا تھا۔ بندوق کے خود بخود چل جانے سے اڑ گیا تھا۔ اِس کے متعلق ایک دلچسپ اور سچی روائت یہ ہے۔ کہ جب اُس کا انگوٹھا زخمی ہو گیا۔ تو اس کے دوستوں نے کہا " چلیئے جناب ڈاکٹر کے پاس جاکر اسے کٹوا ڈالیں "۔ کروگر نے جواب دیا " واہ۔ ایسی تکلیف گوارا کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ میرا شکار کھیلنے کا چاقو یہ سارا کام بھگتا دے گا "۔ یہ کہکر اُس نے چاقو سے زخمی انگوٹھا کاٹ ڈالا " اور زمین پر پھینک دیا۔ چنانچہ آج کل وہ اپنے پائپ کو چار ہی انگلیوں میں پکڑتا ہے ؛

پریسیڈنٹ کروگر کے ساتھ میری گفتگو ہو رہی تھی۔ کہ وہ اچانک رُک گیا۔ معلوم ہوتا تھا۔ کہ اُس کے دل میں میری طرف سے کچھ اندیشہ پیدا ہو گیا ہے۔ چنانچہ اُس نے مجھ سے دریافت کیا " کیا تم انگریزی سپاہی ہو؟ "۔ میں نے جواب دیا " نہیں۔ میں تو امریکہ کا باشندہ ہوں۔ اور آئرش نسل سے ہوں "۔ اس جواب سے پریسیڈنٹ کروگر مطمئن ہوا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ ابھی تک میری طرف سے سخت بدظن ہے۔ چنانچہ اُس نے کچھ سوال کیا۔ اور اُس کا ترجمہ انگریزی میں میرے سامنے کیا گیا۔ جس کا مطلب یہ تھا " نوجوان آدمی! تمہارا مذہب کیا ہے "؟ جب میں نے اس سوال کا جواب دینے میں تامل ظاہر کیا تو ایک شخص نے میری طرف مخاطب ہو کر آہستہ سے کہا " تم صاف صاف بات کہدو۔ کیونکہ اُس کے دل میں تمہاری طرف سے شبہ پیدا ہو گیا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ ایک اخبار نویس کا کوئی مستند مذہب نہیں ہوتا۔ اور اُس کے خیالات مستقل نہیں بلکہ لچک دار ہوتے ہیں۔ تاہم میں اُن لوگوں کا ہم خیال ہوں۔ جو کہ اصلاح شدہ ڈچ گرجا کو پسند کرتے ہیں ؛

مسٹر کروگر یہ جواب سُنکر کچھ مطمئن نظر آیا۔ اور سوال و جواب کے اِس فیصلہ کے بعد میں نے سمجھا کہ اب موقعہ ہے کہ مسٹر کروگر سے چند ضروری سوال دریافت کیئے جائیں۔ میں نے سوال کیا "آپ ٹرینسوال میں انگریزی قوم کو کیوں برابر حقوق نہیں دیتے" یہ سوال نہایت ضروری تھا۔ اور مجھے امید تھی۔ کہ اس پر بہت کچھ بحث چلے گی۔ کیونکہ بوئروں اور انگریزوں کی موجودہ جنگ ٹرینسوال کی تمام وجہ یہی ہے۔ لیکن مسٹر کروگر نے اِس کا قطعی جواب اِن چند الفاظ میں دے دیا "اِس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ کہ ایک آدمی ایک ہی وقت میں دو مالکوں کی خدمت نہیں کر سکتا۔ یا تو وہ پہلے سے محبت کرے گا۔ اور دوسرے کو چھوڑے گا۔ یا دوسرے سے محبت کرے گا اور پہلے کسی طرف سے لاپرواہ ہو جائے گا۔ اب انگریزی باشندوں کی یہ حالت ہے کہ جب وہ ہمارے ملک میں آتے ہیں۔ تو اگرچہ وہ ہماری گورنمنٹ کے وفادار رہتے ہیں لیکن جب موقعہ آ بنتا ہے۔ تو اپنی ملکہ کا ساتھ دیتے ہیں۔ اور ہماری کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ حالانکہ جب اہل جرمن کی طرف دیکھا جائے۔ تو وہ ایسا نہیں کرتے۔ امریکہ میں جب انگریزی باشندے جاکر آباد ہوتے ہیں۔ تو وہ امریکن بن جاتے ہیں۔ اور اپنے دماغ سے "انگریزیت" کے خیال کو دور کر دیتے ہیں۔ لیکن اس کے برخلاف جب انگریزی باشندے ٹرینسوال میں آتے ہیں۔ تو اپنی "انگریزیت" پر زور دیتے ہیں۔ پس میں صرف اُنہیں غیر اقوام کو اصلی بوئروں کی طرح حقوق دینے کے لئے تیار ہوں۔ جو کہ ہمارے ساتھ رنج و راحت کے برابر حصہ دار بننے کا وعدہ کریں"۔

مسٹر کروگر کی یہ پُر اثر اور معنی دار تقریر سنکر میں نہایت حیران ہوں۔ اور میرے دل میں خیال گزرا۔ کہ وہ بے شک ایک عمدہ لیکچرار ہوگا۔ مسٹر کروگر بامعنی تقریر کرنے کے لئے مشہور ہے۔ اور وہ اِس طرح بولتا ہے۔ کہ گویا قدیم بائبل کے عہدنامہ کا کوئی پیغمبر ہے۔

پہلے میں نے افسوس کیا۔ کہ میں کروگر کی "شال زبان" نہیں سمجھ سکتا۔ لیکن بعد

ہیں میں نے معلوم کیا۔ کہ اس کے مترجم نہایت ہوشیار اور چالاک ہیں۔ اور وہ اسکی تقریر کو اس خوبی کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ جس خوبی کے ساتھ کہ وہ کروگر کی زبان سے نکلتی ہے۔ کروگر کی تقریر میں ایک یہ بھی خوبی ہے۔ کہ وہ بامعنی ہونے کی علاوہ نہایت سادہ بھی ہوتی ہے۔ اور اگر اس کے طریقہ گفتگو کو انجیل کا سا سادہ طریق" کہدیں۔ تو غالباً مبالغہ نہ ہوگا۔

(۶) معلوم ہوتا ہے کہ کروگر کو انجیل پڑھنے پڑھانے کا نہایت شوق ہے۔ کیونکہ اس نے میرے بہت سے سوالوں کے جواب میں انجیل کی عبارت دہرائی۔ میں نے پوچھا کہ کیا آپ خلیج ڈیلاگوا پر قبضہ کرلیں گے۔ "تاکہ آپ لوگوں کے ہاتھ میں بھی کوئی بحری بندرگاہ آجائے" اس کے جواب میں اس نے انجیل کی یہ آئت پڑھی" وہ شخص ملعون ہے۔ جو کہ اپنے ہمسائے کی زمین چھینتا ہے۔ اور اس سے میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ جو شخص کروگر کی طرح سادے اور صاف جواب دیتا ہے۔ اسے متعصب کہنا سخت غلطی اور بے انصافی ہے۔

انتقام لینے کی طاقت مسٹر کروگر میں انتقام لینے کا بہت مادہ ہے۔ جس سے اس کا مستقل ارادہ حب الوطنی بھی عیاں ہے۔ ۱۸۵۴ء کا واقعہ ہے۔ کہ سردار میکپان اور اس کے تین ہزار ہمراہیوں نے تیرہ بوئروں کو مار ڈالا۔ جو کہ ہاتھی دانت کی تجارت کیا کرتے تھے۔ اس واقعہ کی خبر کروگر کو پہنچی۔ اور اس نے چار سو جوانوں کو لے کر اس مقام کا محاصرہ کرلیا۔ جس میں میکپان اور اس کے ہمراہی مقیم تھے۔ بہادر بوانغ ہاتھ میں بندوقیں لیئے اپنی جگہ پر کھڑے رہے۔ اور محصورین کو باہر بھاگنے کا موقعہ نہ دیا۔ محصورین میں سے نو سو آدمیوں نے بھاگنے کی کوشش کی۔ جو کہ گولیوں سے ہلاک ہوئے اور باقی آدمیوں کے پاس چونکہ پینے کو پانی نہ تھا۔ اس لیئے وہ پیاس کی شدت سے دیوانے اور بے ہوش ہو کر مر گئے۔

کروگر کا مذہب کروگر ایک سچے عیسائی کی طرح زندگی گزارتا ہے۔ اور وہ ایسا نیک نیت اور صاف دل آدمی ہے۔ کہ کئی سال ہوئے ہیں۔ جب کہ وہ تینتیس سال کا

تھا۔ ایک دن وہ پہاڑی پر گیا۔ اور وہاں جاکر اُس نے خداوند کے آگے اپنے گناہوں کا اقرار کیا۔ وہ ایسا خلوص باطن تھا۔ کہ پہاڑی پر تین دن تک بغیر کھانے پینے کے پڑا رہا۔ اور جب لوگ اُس کے پاس گئے۔ تو وہ بالکل بے ہوش پڑا تھا۔ اور اُسکی حالت ایک نیم مردہ کی سی تھی ؛

پھر میں نے اُس سے پوچھا کہ امریکہ کی نسبت آپ کے کیا خیالات ہیں ؟" اُس نے جواب دیا" امریکہ والوں نے جیمسن ریڈ میں مجھے کچھ تکلیف سی دی تھی۔ تاہم اُن کے ساتھ میرا گزارہ بہت عمدہ ہوتا رہا ہے۔ امریکہ ایک عجیب سرزمین ہے۔ جس کے باشندوں کو میں پسند کرتا ہوں۔ اور جس کے پریسیڈنٹ کو میں اپنی دعاؤں میں یاد کیا کرتا ہوں "

کروگر کی پیشینگوئی

جب ہماری گفتگو ختم ہونے پر آئی۔ تو اس وقت مسٹر کروگر نے ایسی باتیں کرنی شروع کیں۔ جن سے صاف معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ انگریزی قوم سے سخت نفرت کرتا ہے۔ تھوڑی دیر کے لئے وہ گویا اپنے آپ کو بالکل بھول گیا۔ اور کہنے لگا "

" اگر خداوند چاہے۔ تو وہ انگریزی قوم کو کامیاب کردے۔ ورنہ اگر خدا کی مرضی نہ ہو۔ تو اگرچہ انگریزی قوم ہمارے گرد سدِ سکندری بھی بنا دے۔ تاہم عرصہ دراز تک گزارہ کر سکتے ہیں۔ کئی سال سے ہم لوگ اِس سرزمین کے لئے جدوجہد کرتے رہے ہیں۔ اور اُس وقت بھی جب کہ اس کی زرخیزی کا کسی اور قوم کو حال معلوم نہ تھا۔ پس اب جب کہ خداوند نے ہمیں ہماری محنت اور کوشش کا پھل دیا ہے۔ تاہم اس وقت بھی لڑیں گے۔ خداوند سے میری ہردم یہی دُعا رہی ہے۔ کہ ہماری قوم کو جنگ سے بچائیو۔ لیکن اگر جنگ شروع ہوگیا۔ تو ہم لوگ اپنے ہاتھ دکھلائینگے۔ ہر ایک بوئر اپنے ملک کی خاطر جنگ کرے گا۔ ہر ایک بوڑھا اور بچہ بندوق پکڑے گا اور ہاں ہاں ہر ایک بوئر عورت بھی جنگ میں شروع ہوگی۔ بوئر قوم کو میں نے اپنی پتلون بھی دے دی ہے۔ انھوں نے مجھ سے کوٹ مانگا ہے۔ اور وہ بھی لے لیا ہے۔ اور اب وقت ہے۔ کہ میں اُن کی خاطر اپنی جان قربان کروں "

یہ کہکر مسٹر کروگرام اٹھ کھڑا ہُوا۔ اور سامنے کی گلی میں چلا گیا۔ جہاں چار گھوڑوں والی گاڑی اُس کے انتظار میں کھڑی تھی۔ وہ گاڑی میں بیٹھ گیا۔ اور چند لمحوں میں گاڑی ہماری نظر سے غائب ہو گئی ؟

ضمیمہ ششم

جنگ ٹرنسوال کا اصلی سبب برٹش نظر سے

جب ٹرنسوال میں کانیں نکلیں تو کروگر نے انگریزوں اور امریکہ والوں کو ٹرنسوال کی کانوں کا کام کرنے کے لیئے بلایا۔ گویا یہ امر کہ یوٹیلینڈ خود بخود آ گئے۔ غلط ہے۔ جس قدر دولت ٹرنسوال میں نظر آرہی ہے۔ اور جس قدر روپیہ کروگر۔ اس کے داماد اور اسکے اہلکاروں یا دیگر ٹرنسوالی بوئروں کے پاس ہے وہ سب انہی غیر ملک سے آکر آباد ہونے والوں کا کمایا ہوا ہے۔ غیر ملک سے آکر ٹرنسوال میں آباد ہونے والوں یا یوٹیلینڈروں کے پاس سے مسٹر کروگر اور اس کے دوستوں اور رشتہ داروں نے اپنے کھیت بیچ کر لاکھوں ڈالر حاصل کیئے ۔

گورنمنٹ ٹرنسوال دو کروڑ شلنگ سالانہ ٹیکسوں کی بابت وصول کرتی ہے اس رقم کے اگر دس حصے کیئے جائیں تو ان دس حصوں میں نو حصے بیچارے یوٹیلنڈروں کے کسی فائدے کے لیئے خرچ نہیں کیئے جاتے تھے۔ آدھی رقم سامان جنگ میں خرچ ہوتی تھی۔ اور آدھی رقم مسٹر کروگر۔ اس کا داماد۔ اسکے رشتہ دار اور گورنمنٹ کے ملازم تنخواہوں کی صورت میں ہضم کر جاتے تھے کروگر باوجودیکہ تیس ہزار شلنگ سالانہ تنخواہ لیتا ہے لیکن کئی دفعہ اسکے ذاتی اخراجات یا مفاد کے لیئے ٹیکس میں سے پندرہ پندرہ بیس بیس اور پچیس

سر الفرڈ ملنر ہائی کمشنر کیپ کالونی

پچیس ہزار شلنگ سالانہ علاوہ بھی دئے جاتے ہیں۔ کروگر کے داماد اور پرائیویٹ سکرٹری نے ڈھائی لاکھ کی مالیت کے صرف مکان ہی بنوائے ہیں +

کروگر کے داماد نے ایک ریلوے کمپنی سے رشوت لی وہ رقم جو رشوت میں لی گئی۔ ریلوے کمپنی نے اپنے کاغذات میں اس کا صریح طور پر اندراج کیا۔ وہ کاغذات ایک مقدمہ میں پیش ہوئے لیکن اندھیر گردی کا یہ عالم کہ رشوت کھانے والے سے کبھی بازپرس نہیں کی گئی۔ ہر ایک صیغہ اور محکمہ میں رشوت کی گرم بازاری ہے کوئی کام کروگر۔ اس کے داماد اس کے رشتہ داروں یا دیگر اہلکاروں کو رشوت دئے بغیر نہیں ہو سکتا جو لوگ دوسرے ملکوں سے آکر ٹرنسوال میں آباد ہوئے۔ انہوں نے خوب صورت شہر جوہانسبرگ کی بنا ڈالی اور اس کی آبادی پچاس ہزار باشندوں سے شروع ہوئی۔ صرف یہی نہیں کہ جوہانسبرگ والوں کو ملکی حقوق سے ہی علیحدہ رکھا گیا۔ بلکہ ٹرنسوال کی نا انصاف گورنمنٹ نے جوہانسبرگ والوں کو میونسپل گورنمنٹ کے حقوق بھی پورے نہ دئے تعلیم یافتہ اور مہذب سوسائٹی کے بنائے ہوئے شہر جوہانسبرگ میں اوسط اموات کسی گندے سے گندے اور بلحاظ صحت ناقص سے ناقص شہر کی نسبت بڑھ کر ہے کسی سڑک یا پل کی مرمت پر لوکل کمیٹی جب تک پریٹوریہ دارالخلافہ ٹرنسوال سے منظوری نہ آجائے پانچ شلنگ بھی خرچ نہیں کر سکتی +

غیر ممالک سے آکر آباد ہونے والوں کو ہتھیار رکھنے کا حق نہیں دیا گیا۔ حالانکہ ہر ایک بوئر پورے ہتھیاروں سے مسلح ہو سکتا ہے۔ فوجی قواعد کر سکتا ہے اسکی قواعد اور اس کے اسلحہ کا خرچ غیر ممالک والے برداشت کرتے ہیں +

قانون کی رو سے ہر ایک اخبار کو پریزیڈنٹ کروگر بند کر سکتا ہے۔ گویا ہر ایک اخبار کی زندگی و موت کروگر کے اختیار ہے۔ غیر ملک والے یوٹیلینڈرسات کی تعداد جمع نہیں ہو سکتے تھے۔ اگر کہیں سات اشخاص کا مجمع ہو تو ایک پولیس مین کو قانوناً اختیار تھا کہ مجمع کو منتشر کر دے +

کروگر نے جب دوسرے ملکوں سے لوگوں کو ٹرنسوال میں آباد ہونے کے لئے بلایا تو دو سال بعد اجنبی یا نووارد وں کو ملکی حقوق حاصل ہو سکتے تھے۔ لوگ دوسرے ملکوں سے آکر آباد ہو گئے تو وہ دو سالہ میعاد کا قانون بالکل ہی منسوخ کر دیا گیا جس کے یہ معنی تھے کہ

باہر سے آکر رہنے والوں کو کبھی حقوق عطا ہی نہ ہونگے۔ زور دیا گیا تو بجائے دو سال مدت کے چودہ سال مدت مقرر کی گئی۔ اور وہ بھی اِس شرط پر کہ اِس اجنبی کو کسی قوم کے حقوق سے فایدہ اٹھانے کا حق نہ ہوگا۔ بوئروں کے برابر حقوق تو اس کو چودہ سال بعد ملیں گے۔ لیکن اگر وہ انگریز ہے یا امریکن ہے تو بحیثیت ایک انگریز یا امریکن اِس سے سلوک نہ ہوگا۔ بلکہ وہ ایک عام آدمی بلا حقوق تصور کیا جائے گا۔

دوسرے ملکوں سے آکر آباد ہونے والوں کو بہت سی شکایتیں تھیں۔ مگر شنوائی نہیں ہوتی تھی۔ اور اگر کبھی کوئی تکلیف دور کرنے اور شکایت رفع کرنے کا گورنمنٹ نے وعدہ بھی کیا تو وعدہ ایفائی تک نوبت نہ پہنچی۔ تنگ آکر غیر ملک والوں نے کہ جن میں بہت سی تعداد امریکن باشندوں کی تھی باہم سازش کر کے ہتھیار بہم پہنچائے اور بارود جمع کیا۔ لیکن ابھی ان ہتھیاروں یا بارود کا استعمال نہیں ہوا تھا کہ راز افشا ہو گیا۔ اور سازش کرنے والوں کے سرغنے گرفتار کئے گئے یونائیٹڈ سٹیٹس امریکہ کے قانون کی رو سے ہتھیار اور بارود بغاوت کے لئے جمع کرنا خفیف جرم تھا۔ اور اِس جرم کی پاداش میں بہت تھوڑی مدت کے لئے قید یا ایک ہزار سٹرلنگ جرمانہ کی سزا ہو سکتی تھی۔ کیونکہ اگر سازش کرنے والوں کی نیت دیکھی جائے تو اصلاح کی تھی نہ کہ ڈچ نو آبادی کو امریکن یا انگلش نو آبادی بنانے کی ساٹھ آدمی گرفتار کر کے غلیظ اور مصیبت ناک جیل میں ڈالے گئے اور انہیں کہا گیا کہ اگر جرم سے اقبال نہ کریں تو پھانسی چڑھائے جائینگے اور اگر اقبال کریں تو خفیف سزا ہوگی۔

بغاوت کی سازش کرنے والوں پر وہ جرائم عاید کئے گئے۔ کہ جن کی رو سے تھوڑی سزا ہو سکتی تھی۔ گورنمنٹ کی طرف سے پیروکار نے عدالت میں ملزموں کو یقین دلایا کہ اگر اقبال کر لو۔ تو صرف سزائے جرمانہ پر اکتفا ہوگی۔ ملزموں نے اقبال کر لیا۔ جج نے جو انصاف کے لئے نہیں بلکہ کروگر کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے اجلاس کرتا تھا۔ اور اس نے اس خیال کو ظاہر بھی کر دیا تھا۔ کہ وہ یوئٹلنڈروں کو سزا دینے کے لئے مقرر ہوا ہے چار سرغنوں کی نسبت کہ جن میں ایک لائق کان کن انجنیر بھی تھا۔ سزائے موت کا حکم صادر کیا۔ اور باقی

ملزموں کو مختلف میعاد قید اور بھاری جرمانہ کی سزا دی:

اِس سزا پر افریقہ جنوبی ڈچ آبادی میں بھی عام ناراضگی پیدا ہو گئی اور جوش پھیل گیا۔ ہزاروں ڈچ کروگر کے در دولت پر پہنچے اور اُس کے پاس منسوخی یا تبدیلی سزا کے لئے درخواست کی۔ کروگر نے مہربانی کر کے تجویز پر غور کرنا منظور کیا۔ لیکن کہا کہ موت کو جرمانہ کی سزا سے بدل دینا میرے مذہبی عقاید کے برخلاف ہے کیونکہ ایسا جرمانہ "خون کی قیمت" ہوگا۔ ہاں اگر ہر ایک سرغنہ پچیس ہزار سے لے کر ایک لاکھ شلنگ تک کسی خیراتی فنڈ میں دیدے۔ تو اس کو معافی دی جائے گی۔ اور اگر اس میں بھی رعایت چاہی جائے تو کسی مجرم سے دس ہزار شلنگ سے کم رقم نہ لی جائے گی:

یہ تجویز منظور ہوئی اور بہت سا روپیہ چندہ کر کے انگلینڈ اور امریکہ سے بھیجا گیا۔ ایسا تاوان کبھی کسی شائستہ ملک میں وصول نہیں کیا گیا تھا کُل چندہ ۱۰ لاکھ شلنگ تھا جو کروگر کے داماد کو ادا کیا گیا۔ اگرچہ اِس واقعہ کو چار سال گذر گئے ہیں مگر اس رقم سے کوڑی بھی تو کہیں نہیں دی گئی۔ امریکن اور برٹش گورنمنٹ نے اپنے ہم قوموں پر سختی اور ان کے ساتھ ظلم کی حد تک پہنچی ہوئی بدسلوکی کو نہایت بردباری اور تحمل سے برداشت کیا دونوں گورنمنٹوں کے لئے یہ بردباری قابل شرم تھی۔ حالانکہ کروگر انگریزوں اور امریکہ والوں کو بلاشبہ تنگ کرتا تھا۔ لیکن وہ کہتا ہے کہ اگر وہ اچھے ہوں تو اس کے بوٹ چاٹا کریں۔ ایسے زیر بار احسان کئے گئے ہیں۔

ایک امریکہ کے اخبار کی رائے ہیں یہ باتیں تھیں جو جنگ ٹرنسوال کا باعث ہوئیں:

ضمیمہ ہفتم

پریسیڈنٹ کروگر کی خانگی زندگی

لنڈن کے نامور رسالہ ریویو آف ریویوز بابت ماہ مارچ ۱۸۹۶ء میں پریسڈنٹ کروگر کی زندگی کے حالات میں سے مندرجہ ذیل مضمون اُس کی خانگی زندگی کے متعلق درج ہے۔

پال کروگر ایک محض ناخواندہ شخص ہے۔ اور اگر مسے اُن کتابوں کا نام لکھنا پڑے جنہوں نے اُس کی زندگی اور چال چلن پر اثر کیا ہے۔ تو وہ اوّل انجیل کا نام لکھے گا۔ دوسرے درجہ پر "ملگرمز پراگریس" (مسیحی مسافر) اور تیسرے درجہ پر "اہل نیدرلینڈ کی بغاوت کی تاریخ"۔ یہی کتابیں اُسکے کتب خانہ کا سرمایہ ہیں۔ بے شک اُس کے پاس اور کتابیں بھی ہونگی۔ لیکن وہ اُن کا مطالعہ نہیں کرتا۔ ناول اُس کے نزدیک بیہودگی اور اخباریں تضیع اوقات ہیں۔ اُس کے خیال کے مطابق تھیئٹر ایسی شے ہیں۔ کہ کوئی بے حیا عورت بھی اُن کی طرف توجہ نہیں کرے گی۔ اور اِسی وجہ سے جب اُس نے پہلے پہل انگلستان میں تھیئٹر اور لیڈیوں کا عجیب و غریب خوش نما لباس دیکھا۔ تو وہ دنگ رہ گیا۔

وہ ایک پکا بوڑھا ہے۔ اور دوسرے بوڑھوں کی طرح کثرت سے تمباکو پیتا ہے۔ اور بلغم گراتا ہے۔ بعض وقت پریسیڈنٹ دائرہ تہذیب سے بھی باہر نکل جاتا ہے۔ اور حاضرین کے سامنے بھی تھوکنا شروع کر دیتا ہے۔ اُسے قہوہ نوشی کا بہت خبط ہے۔ اور اِس

مطلب کے لئے اُسے خزانہ عامرہ سے ایک کافی رقم ملتی ہے۔ لیکن قہوہ نوشی اگرچہ اُس کے لئے اخراجات کا موجب ہے۔ تاہم وہ اِس سے فائدہ بھی حاصل کر لیتا ہے۔ کیونکہ اِس موقعہ پر تمام دیہاتی بوئر اُس کے مکان پر آتے ہیں۔ اور اُس کے ساتھ مل کر قہوہ پیتے ہیں۔ قہوہ نوشی کے وقت ادھر اُدھر کی گپیں اُڑتی ہیں اور پریسیڈنٹ کو لوگوں کے دل کا حال معلوم ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ درست بات ہے۔ کہ مسٹر کروگر ایک فیاض اور مہمان نواز شخص ہے۔ انگلستان کے اخبارات کا جنگی نامہ نگار لارڈ رینڈلف چرچل بیان کرتا ہے۔ کہ وہ اوم پال سے ملنے گیا۔ اوم پال میز پر بیٹھا چائے پیتا رہا۔ اور اس نے ایک دفعہ بھی لارڈ مذکور سے نہ کہا۔ کہ چائے نوش فرمائیے۔ بے شک مسٹر کروگر اور لارڈ رینڈلف چرچل کے مابین یہ عجیب ملاقات ہوئی ہوگی۔

تاہم لارڈ رینڈلف بوئروں کے سلوک سے خوش تھا۔ اور اس نے مفصلۂ ذیل سطور میں پال کروگر کا ذکر کیا ہے۔

پال کروگر عام مباحثوں میں نہایت گرم جوشی سے حصہ لیتا ہے۔ اور اِس شراکت کا یہاں تک اثر ہوا ہے۔ کہ چونکہ اکثر موقعوں پر اس نے اپنے مدلل تقریروں سے مخالفین کے دانت کھٹے کر دئے ہیں۔ اس لئے لوگ چاہتے ہیں۔ کہ وہ اُن کے مباحثوں میں دخل نہ دے۔ میں نے اِس نامی شخص کی تقریریں سُنی ہیں۔ اور اگرچہ اِس کی "ٹم زبان" سے ناواقف ہونے کی وجہ سے میں نے اُس کا کچھ مطلب نہیں سمجھا۔ تاہم ناظرین اور کے چہروں اور دیگر حالات سے جو کچھ میں اندازہ کر سکا۔ وہ یہ تھا۔ کہ کروگر کی تقریر پُر از معنے۔ موثر اور مختصر ہے۔ اور وہ ناظرین کو خواہ مخواہ اپنا ہم خیال بنا لیتا ہے۔ دوسرے "چیمبر"۔ میں میں نے اُسے بحث و مباحثہ میں حصہ لیتے دیکھا۔ اور وہ جب بولتا تھا۔ تو زندہ دلی سے بولتا تھا۔ دونوں "چیمبرز" کا وقت مقرر ہے۔ ایک نو بجے صبح سے ایک بجے دوپہر تک بیٹھتا ہے۔ اور دوسرا دو بجے دوپہر سے چار بجے شام تک۔ اِن جلسوں میں تھوڑا سا وقت آرام کرنے کے لئے بھی مقرر ہے۔

جس میں معزز بوئر چرٹ پیتے ہیں۔ اِس آرام کے گھنٹے میں ایک دفعہ مجھے بھی پریسیڈنٹ کے ساتھ شرف ملاقات بخشا گیا تھا۔ وہ عمر میں منجھلے سال کا ہے۔ مضبوط جسم رکھتا ہے اور اُس کے چہرے سے مکاری اور ذہانت عیاں ہے۔ تاہم اس چہرہ کو نامہربان چہرہ نہیں کہہ سکتے۔ جس وقت میں نے اُسے دیکھا۔ اُس کے مُنہ میں ایک موٹا سا پائپ تھا۔ باقی لوگ بھی آرام خانہ میں پائپ پی رہے تھے۔ اور اُن کے آزادانہ طور پر چلنے پھرنے سے میرے دل میں خیال آیا۔ کہ ہماری پارلیمنٹ بھی اُن سے کئی عمدہ باتیں سیکھ سکتی ہے ؀

دو یا تین سال ہوئے۔ ایک اخبار افریقن نامی میں اوم پال کے متعلق مفصلہ ذیل حالات شائع ہوئے تھے ؀

اُس کا جسم مضبوط ہے۔ اور معمّر ہے۔ اُس کی رفتار سے ہی معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ وہ قوی ہیکل آدمی ہے۔ اُس کا چہرہ مضبوط ہے۔ جس سے چالاکی اور ذہانت عیاں ہے۔ سنجیدہ آنکھیں ہیں۔ جو کہ کروگر بعض اوقات بند کر لیتا ہے۔ لیکن پھر وہ فوراً ہی اپنے مخاطب کی طرف خوب غور سے تاڑتا ہے۔ گویا کہ اس کے دل میں کچھ شبہ سا پیدا ہو گیا ہے۔ اس کے بال موٹے۔ لمبے۔ سیدھے اور خاکی رنگت کے ہیں۔ اور یہی تمام باتیں ایک اجنبی ملاحظہ کرتا ہے۔ جب کہ ٹرنسوال کا پریسیڈنٹ اُس کے ساتھ ملاقات کرنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ وہ ایک عمدہ سپاہی۔ ایک معمولی کسان اور اعلےٰ درجہ کا مدبّر ہے۔ اور تم اُس کے گھر میں اور ایک دولت مند بوئر کسان کے گھر میں ہرگز کوئی فرق معلوم نہیں کرو گے۔ سوائے صرف اِس امر کے کہ پریسیڈنٹ کے مکان پر پہرہ ہوگا ؀

مسٹر گلیڈسٹون کی طرح اُس کی بھی ایک انگلی نادارد ہے۔ یہ بندوق کے دفعتاً چل جانے سے اُس وقت زخمی ہوئی تھی۔ جب کہ کروگر ابھی نوجوان تھا۔ جب یہ واقعہ ظہور پذیر ہوا۔ تو کروگر مطلق نہ گھبرایا۔ بلکہ اُس نے جیب سے شکاری چاقو نکالا۔ اور انگلی کاٹ کر پرے پھینک دی۔ وہ ایک اصلی بوئر ہے۔ اور نہایت تندرست۔ مضبوط اور

تو ہی ہیکل ہے۔

وہ ایک فصیح لیکچرار تو نہیں۔ لیکن اس کی تقریر ہمیشہ پُر از معنے ہوتی ہے۔ اور اس کے بعض جملے نہایت ہی موثر۔ معنی خیز اور سب سے زیادہ یہ کہ مختصر اور موزوں حال ہوتے ہیں۔ یونیلینڈروں کو اس نے کچھوے سے مثال دے کر کہا تھا۔ کہ اگر تم اُسے (کچھوے کو) ہلاک کرنا چاہتے ہو۔ تو انتظار کرو۔ جتنے کہ وہ اپنا سر باہر نکالے۔ اور اس وقت تم ایک ہی گولی سے اُسے اُڑا سکو گے۔ یہ ایک اعلیٰ درجہ کی مناسب اور تمسخرانہ مثال تھی۔ جس سے اس کی لیاقت اور ذہانت عیاں ہے اور جسے وہ عملی طور پر بھی ثابت کر چکا ہے۔ اس کی پیش کردہ مثالیں اور استعارے بالکل سادہ ہوتے ہیں۔ اور اس کا ایک عام جملہ یہ ہے "اگر تم کسی نئی شے سے محبت کرنا چاہتے ہو۔ تو پہلے پُرانی چیزوں کی محبت کو ترک کر دو۔ سوازی لینڈ کے عہد نامہ کی نسبت اس نے کہا تھا یہ خوب کاٹتا ہے۔ لیکن بالکل سڑا ہوا نہیں ہے"

تمام دیہاتی لوگوں کی طرح اُسے بہت سی ضرب المثلیں یاد ہیں۔ جنہیں وہ اکثر استعمال کرتا رہتا ہے۔ اس نے یونیلینڈروں کو جو بوئروں کے برابر حقوق طلب کرتے تھے۔ اس آدمی سے تشبیہ دی تھی۔ جس نے ایک گاڑی بان سے کہا "گاڑی کی راس میرے ہاتھ میں دے دو۔ کیونکہ اس کے اندر میرا اسباب۔ میری جائداد۔ اور میں خود ہوں" لیکن اس گاڑی بان نے بھی خوب ہی جواب دیا تھا "صاحب۔ جو کچھ تم کہتے ہو۔ وہ بالکل بجا ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں۔ کہ آپ کی مملوکہ اشیا اس گاڑی کے اندر رکھی ہوئی ہیں۔ لیکن یہ بھی تو بتائیے۔ کہ آپ گاڑی کو اور مجھ کو ہانک کر کدھر لے جائینگے۔ اور یہ مجھے کس طرح معلوم ہے۔ کہ آپ گاڑی کو زور سے چلا کر تباہ نہیں کر دیں گے"

اس تقریر میں مسٹر کروگر نے یونیلینڈر کی پالیسی کو ایک پُشتہ سے مشابہت دے کر کہا "میں اپنی ریاست کو ایک پشتہ کی مانند خیال کرتا ہوں۔ جس کے اندر پاک اور صاف پانی ہے۔ لیکن اس کے باہر بہت سا گندہ پانی ہے۔ اور اس گندہ پانی میں بھی

صاف پانی کی تھوڑی سی مقدار ہے۔ پس اس سے پہلے کہ گندہ پانی جو ہر طرح سے پشتہ" کی دراڑوں میں سے ہو کر صاف پانی کو خراب کرنا چاہتا ہے۔ اپنے مطلب میں کامیاب" ہو جائے۔ ضروری ہے کہ بہت عرصے تک اُسے صاف کیا جائے۔ اس مثل کا مطلب یہ" ہے۔ کہ یوٹلنڈروں کو بوئروں کی سرزمین میں برابر حقوق دینے سے پہلے یہ زیادہ مناسب ہے" کہ ان کی ایک خاص تعداد کا امتحان کیا جائے۔ میں نے پیشتر بھی۔ فہرست پر چند" نام لکھے ہوئے ہیں۔ اور یہ نام دہکلس راڈ کی خدمت میں روانہ کئے ہیں۔ مجھے" حقوق دیتے وقت اس بات کا مطلق خیال نہیں ہوتا۔ کہ فلاں شخص افریقنڈر ہے" یا افریقینڈر نہیں ہے۔ مجھے یہ بھی خیال نہیں کہ وہ جرمن ہے یا انگریز ہے۔ لیکن اگر وہ" قابل اعتبار ہے۔ تو میں اُسے پولیٹیکل حقوق دوں گا۔ اور اگر وہ قابل اعتبار نہیں" تو میں اُسے لات مار کر نکال دوں گا۔ میں اپنے دوست اور دشمن میں تمیز کر سکتا ہوں۔" اے دیہاتی بوئرو اور بھائیو! کیا تم اپنے وطن سے محبت کرتے ہو؟ کیا تم اپنی گورنمنٹ سے" محبت کرتے ہو۔ کیا تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔ اگر یہ بات درست ہے۔ تو سوچو کہ" اجنبی لوگ ہم سے کیا درخواست کرتے ہیں؟ اُن کی وہی قدیمی درخواست ہے۔ کہ" وہ ہمارے ملک میں بہت سا روپیہ لاتے ہیں۔ لیکن وہ روپیہ اس لئے لاتے ہیں۔ تاکہ" اور زیادہ روپیہ اُس کے ساتھ واپس لے جائیں؟"

جس وقت کروگر یہ تقریر کر رہا تھا۔ اُس وقت اُس مجمع میں صرف بوئر ہی جمع تھے۔ لیکن ایک بار جب کہ کروگر شہر اپ کو گیا۔ تو وہاں بہت سے یوٹلینڈر بھی موجود تھے۔ جو کہ جوہانسبرگ سے گئے تھے۔ اس وقت کروگر ری پبلک کی تاریخ کے متعلق کچھ کہہ رہا تھا۔ اور بہت سے یوٹلینڈر اس کی تقریر سننے کے لئے گئے۔ کروگر نے کہا "دوستو! یہ مجمع تمام دوستوں کا نہیں ہے۔ تم میں سے بعض چور اور قاتل ہیں۔ اور اس لئے میں تم کو اس طرح سے خطاب کروں گا۔ دوستو! قاتلو اور چورو"۔ اور اس نے یہی عجیب فقرہ اپنی تقریر کے خاتمہ پر بھی دوہرایا۔ لیکن اس سے زیادہ نرالی روایت مسٹر کروگر کی نسبت یہ ہے۔ کہ ایک دفعہ یہودیوں کی ایک عمارت کا افتتاحی جلسہ ہونے والا تھا۔ کروگر کو وہاں دعوت دی گئی۔ اور اُس سے کہا گیا۔ کہ وہ افتتاحی رسم ادا کرے۔ کروگر نے یہ ڈیوٹی

پیسہ اخبار لاہور

جس میں ہفتہ وار ولایت اور ہندوستان کے چیدہ چیدہ انگریزی اخبارات سے نادر اور دلچسپ
مضامین ترجمہ ہو کر درج ہوا کرتے ہیں اور جس کو باقی تمام اردو اخبارات سے زیادہ سے زیادہ عمدہ اور
تازہ خبریں بہم پہنچانے کا فخر حاصل ہے بوجہ اپنی نہایت ارزاں قیمت اور ہر دلعزیز پالیسی کے
ہندوستان بھر کے تمام اردو اخبارات سے زیادہ چھپنے والا ہے قیمت مع محصول ڈاک فقط
دو روپے دس آنہ پیشگی قیمت کی وصولی پر ایک نادر کتاب ہر ایک خریدار کو مفت ملتی ہے

المشتہر مینیجر پیسہ اخبار لاہور

انتخاب لاجواب

یعنی دنیا کے تمام نہایت دلچسپ اور مفید کتابوں اخباروں اور تحریروں کا عطر مجموعہ
جس میں ہزارہا ایسے قیمتی علمی اور عملی مضامین دل بہلاؤ اور تعلیم کے لیے درج
ہوتے ہیں جو اور کسی ذریعہ سے مل نہیں سکتے

ہندوستان میں کسی زبان میں اس قسم کی کوئی کتاب یا رسالہ نہیں چھپا
اردو زبان میں بے نظیر نعمت

ناظرین میں کئی قسم کے انعام تقسیم ہوتے ہیں اور مضمون نگاروں کو معقول معاوضہ دیا جاتا ہے
ہفتہ وار اشاعت میں ۲۴ صفحے کلاں قیمت مع محصول ڈاک دو روپیہ چھ آنے

المشتہر مینیجر پیسہ اخبار لاہور